

۳۲۰۰

۳۱۹۰

۳۱۸۰

۳۱۷۰

۳۱۶۰

۳۱۵۰

۳۱۴۰

۳۱۳۰

۳۱۲۰

۳۱۱۰

۳۱۰۰

مجدد ہزارہ دوم

(حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد سید احمد



ادارہ معارفِ مجدد الف ثانی کراچی اسلامی جمہوریہ پاکستان

۶۱۹۹۷ / ۳۱۴۱۷

حزار حجۃ اللہ پر غلام و جید میں ۱۲۴

صحابیوں کا تعظیم والی آیات کو چھپانا ص ۱۰۴

انٹرنیٹ ایڈیشن
نمبر ۱۹۷-۸-۲
پبلشرز: دارالکتاب اسلامی

مجدد ہزارہ دوم

(حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارۃ معارفِ مجدد الف ثانی، کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۳۱۷ھ / ۱۹۹۷ء

MARFAT.COM

Marfat.com

حقوق طباعت بحق ادارہ محفوظ ہیں
(سلسلہ مطبوعات نمبر ۳)

نام کتاب	مجدد ہزارہ دوم
مصنف	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
طابع و ناشر	حاجی محمد الیاس نقشبندی مجددی
تعاون	صاحب زادہ جمیل احمد شرقپوری
طباعت	۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء
اشاعت	اول
قیمت	۷۵ روپے

ملنے کے پتے

- ۱۔ ادارہ مسعودیہ، ۲ / ۵، ۶۔ ای، ناظم آباد، کراچی (سندھ)
- ۲۔ مختار پبلی کیشنز، ۲۵۔ جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی (سندھ)
- ۳۔ مکتبہ قادریہ، دبار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور (پنجاب)
- ۴۔ ۳۰۔ منزل خیر، شارع ابو الخیر، کونٹہ (بلوچستان)
- ۵۔ دربار عالیہ مرشد آباد شریف، بالمقابل آڈٹ کالونی، کوہاٹ روڈ، پشاور (سرحد)

انتساب

مفتی اعظم ہند، شیخ الاسلام حضرت شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ
العزیز کے نام نامی، جن کے فیض صحبت نے آداب زندگی
سکھائے اور سکون و طمانیت کی دولت سے مالا مال کیا۔

قدسیوں کو بھی رشک اس جمعیت خاطر پہ ہے
کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشانوں میں ہوں

احقر محمد مسعود احمد غفنی عنہ

آئینہ

- ۶ ابتدائیہ
- ۱۱ ایک منزل۔۔۔ دور راستے
- ۱۲ مجدد الف ثانی
- ۱۵ ڈاکٹر محمد اقبال، حضرت مجدد کے دربار میں
- ۱۷ مقالہ۔ ۱
- تعارف حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور ڈاکٹر محمد اقبال
- ۲۱ مقالہ۔ ۲
- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی عظمت اور مرجعیت
- ۵۳ مقالہ۔ ۳
- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے دینی افکار و خیالات
- ۱۱۱ مقالہ۔ ۴
- حیات ڈاکٹر محمد اقبال

۱۲۱

مقالہ ۵

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے ڈاکٹر محمد اقبال کی
عقیدت و محبت

۱۲۱

مقالہ ۶

ڈاکٹر محمد اقبال کا تصور خودی اور نظریہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود

۱۶۵

مقالہ ۷

نظریہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود اور مغربی مفکرین

۱۸۷

مقالہ ۸

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور ڈاکٹر محمد اقبال کی تعلیمات
میں شریعت و طریقت کی اہمیت

۲۰۳

مقالہ ۹

حضرت مجدد الف ثانی دنیائے مغرب میں

۲۲۶

ماخذ و مراجع

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ابتدائیہ



سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی زمانے پر گہری چھاپ ہے۔ اس سلسلہ عالیہ کے قافلہ سالار حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، ملت اسلامیہ کے محافظ و نگہبان تھے، وہ اللہ کی عظیم نعمت تھے، وہ ابر باراں تھے۔ وہ بحر بیکراں تھے۔۔۔۔۔ جب دریائے رحمت الہی جوش میں آتا ہے تو فقیر جیسے سیہ کار و گنہ گار بھی نوازے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ اس کے کرم کی کوئی انتہا نہیں۔۔۔۔۔ اس کے کرم کی کوئی حد نہیں۔۔۔۔۔ اس کے کرم کا کوئی حساب نہیں۔۔۔۔۔ ابھی آنکھیں بھی نہیں کھلتیں رحمت کی بارش ہونے لگتی ہے۔۔۔۔۔ دل چاہتا ہے کہ اس باران رحمت کا کچھ ذکر کر دیا جائے گو آپ بیتی بیان کرنے کا یہ محل نہیں مگر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے حوالے سے کچھ عرض کیا جاتا ہے، شاید یہ آپ بیتی آگے چل کر تاریخ کا حصہ بن جائے۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا انعام و احسان ہے کہ فقیر نے نقشبندیہ مجددیہ علماء و مشائخ کے گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔۔۔۔۔ فقیر کے جد امجد حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۸۳۴ء) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ وقت تھے اور والد ماجد مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۶۶ء) بھی اسی سلسلہ عالیہ کے مرشد کامل تھے، فقیر خود بھی اسی سلسلے میں حضرت والد ماجد علیہ

الرحمہ سے بیعت ہے، آپ ہی کی اقتدا میں مسجد جامع فتحپوری، دہلی میں تقریباً پندرہ
 ۱۵ برس نماز باجماعت ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، آپ فقیر کے والد بھی ہیں،
 مرشد بھی ہیں، مربی بھی ہیں اور استاد بھی مسجد فتحپوری ہی میں برادران گرامی علامہ
 مفتی محمد مظفر احمد اور ڈاکٹر حافظ محمد احمد علیہما الرحمہ کی اقتدا میں بھی نمازیں پڑھیں۔
 ان سعادتوں کے علاوہ فقیر کو بچپن سے لے کر نو عمری تک یہ سعادت بھی حاصل رہی
 کہ نماز عیدین کبھی برادر گرامی مفتی اعظم سندھ حضرت علامہ محمد مظفر احمد علیہ
 الرحمہ (م۔ ۱۹۷۰ء) کی اقتدا میں جامع مسجد فیروز شاہی، دہلی میں ادا کی جہاں
 حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے، حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ (م۔
 ۱۶۰۳ء) سے روحانی فیض حاصل کیا تھا۔۔۔ اور کبھی دوسرے برادر گرامی حضرت
 علامہ مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۸۱ء) کی اقتدا میں مسجد خیر المنازل،
 دہلی میں ادا کی جہاں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م۔ ۱۶۴۲ء) نے برسوں
 درس و تدریس کے فرائض انجام دئے اور علم حدیث کی روشنی پھیلاتی۔۔۔ معمول
 یہ رہا کہ نماز عید کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیا اور حضرت امیر خسرو علیہما
 الرحمہ کے درباروں میں حاضری دیتے، پھر حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ
 عالی میں حاضر ہوتے، حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی اور دوسرے خاندانی
 بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے پھر گھر واپس آتے۔۔۔ تقریباً تیرہ (۱۳) برس
 یہی معمول رہا یعنی ۱۹۳۴ھ سے ۱۹۴۶ء تک۔۔۔

فقیر کے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ خانقاہی تعصبات سے
 بہت بلند تھے۔ تمام سلاسل کے مشائخ سے مخلصانہ تعلقات رکھتے تھے جن کی
 فہرست بہت طویل ہے۔ الحمد للہ حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کی سنت پر عمل کرتے
 ہوئے فقیر کا دل بھی تمام خانقاہی تعصبات سے پاک ہے۔ تمام سلاسل طریقت کے

مشائخ کرام سے تعلق خاطر ہے، فقیر پر ان کی عنایتیں رہیں اور ہیں۔ ان حضرات کی فہرست بہت طویل ہے۔۔۔۔۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۱۹۵۶ء میں جب سندھ یونیورسٹی میں ایم۔ اے میں داخلہ لیا تو صدر شعبہ، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت اساذی پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب تھے جن سے فقیر نے بہت کچھ سیکھا، پھر جب ۱۹۵۸ء میں سرکاری ملازمت کا آغاز ہوا تو جہاں تقرری یا تبادلہ ہوا وہاں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے خاندان عالی یا نقشبندیہ بزرگوں سے ضرور رابطہ رہا۔ یہ حسن اتفاق نہیں بلکہ اللہ کا خاص کرم ہے۔۔۔۔۔



فقیر نے جب تحریر کا آغاز کیا تو سب سے پہلے سلسلہ قادریہ کے بزرگ میر سید علی عمگین دہلوی پر کام کیا موصوف کے حالات اور شاعری پر اور ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۵ء کے درمیان پاک و ہند سے متعدد مقالات شائع ہوئے۔ ۱۹۶۰ء میں سلسلہ چشتیہ کے شیخ وقت حضرت جمال الدین حانوی الخطیب علیہ الرحمہ پر مقالہ لکھا جو ہندوستان سے شائع ہوا۔ ۱۹۶۲ء اور ۱۹۶۳ء کے درمیان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے قافلہ سالار حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر کام کیا اور طویل مقالہ قلم بند کیا جو ہندوستان سے شائع ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں سلسلہ کبرویہ کے میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ کے رسالہ فتویہ پر مقالہ قلم بند کیا، یہ بھی ہندوستان سے شائع ہوا۔۔۔۔۔ ۱۹۶۲ء ہی میں سلسلہ شطاریہ کے شاہ محمد غوث گوالیاری پر مقالہ لکھا جو ہندوستان سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ بھی مقالات قلم بند کئے گئے جو پاک و ہند سے شائع ہوتے رہے۔ ۱۹۷۰ء میں سلسلہ قادریہ کے مشہور عارف و عالم شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ پر کام شروع کیا اور بکثرت مقالات اور کتب و رسائل قلم بند

کئے۔۔۔ اس موضوع پر پچیس سال کام کیا تا آپ کہ آپ کی شخصیت اور علمی و ملی خدمات پر عالمی جامعات میں کام شروع ہوا اور تحقیقی مقالات پیش کئے گئے اور مسلسل پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۹۶۴ء میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ پر کام کو آگے بڑھایا "حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال" کے عنوان سے ایک طویل مقالہ قلم بند کیا جو ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۵ء کے درمیان اقبال ریویو (کراچی۔ لاہور) میں تین قسطوں میں شائع ہوا۔ بعد میں یہ مقالہ اسلامی کتب خانہ، سیال کوٹ نے ۱۹۸۰ء میں کتابی صورت میں شائع کیا۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر تحقیق کے سلسلے میں جب مغرب سے رابطہ ہوا تو معلوم ہوا حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر مغرب میں کافی کام ہوا ہے چنانچہ ایک مقالہ بعنوان "حضرت مجدد مغرب میں" قلم بند کیا جو ماہنامہ فکر و نظر (کراچی۔ اسلام آباد) میں ستمبر ۱۹۶۵ء کے شمارے میں شائع ہوا۔۔۔ علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری علیہ الرحمہ نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر "تجلیات امام ربانی" کے نام سے ایک وسیع کتاب لکھی (لاہور، ۱۹۷۸ء)، اس پر تقدیم کے لیے فقیر سے کہا گیا چنانچہ علامہ مرحوم کی خواہش پر تقدیم قلم بند کی جو ۱۹۷۸ء میں لاہور سے کتاب کے ساتھ شائع ہوئی، نومبر ۱۹۹۶ء میں حضرت مجدد الف ثانی کی عظمت و مرجعیت اور افکار و خیالات پر دو مقالات قلم بند کئے۔۔۔ اول الذکر دونوں مطبوعہ مقالات نیز دونوں غیر مطبوعہ مقالات اور تقدیم کو نو ۹ مقالات پر تقسیم کر کے اب کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے تاکہ اہل طریقت اور اہل علم مستفید ہو سکیں،۔۔۔ ان مقالات میں تعلیقات و حواشی ہر مقالے کے ساتھ رکھے ہیں فقیر حضرت صاحب زادہ جمیل احمد شرقپوری کے مسلسل تعاون اور کرم فرمائی کا تہہ دل سے ممنون ہے۔ محترم کمانڈر محمد ظفر صاحب نقشبندی کا بھی ممنون ہے کہ انہوں نے

ان مقالات کو کمپوز کرا کے کتابی شکل دی، سید عابد حسین شاہ صاحب کا ممنون ہے کہ انھوں نے پروف پر نظر ثانی فرمائی برادر م جناب نور محمد نقشبندی کا بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے ٹائٹل کا ڈیزائن بنا کر ازراہ محبت و خلوص عنایت فرمایا۔۔۔۔۔ برادران گرامی معراج الدین نقشبندی اور حاجی محمد الیاس نقشبندی کا بھی ممنون ہوں کہ ان حضرات نے طباعت و اشاعت کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ تمام محسنین و معاونین کو پورا پورا صلہ عطا فرمائے اور اس خدمت کو ہم سب کیلئے رشد و ہدایت کا وسیلہ بنائے آمین! بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین علیہ و علی آلہ و ازواجہ و اصحابہ وسلم!

احقر محمد مسعود احمد غفی

۹ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ

۲ / ۱۷ - سی

۸ جولائی ۱۹۹۵ء

پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ سوسائٹی

یوم دو شنبہ

کراچی۔ سندھ

راقم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر کئی سال کام نہ کر سکا، اس عرصے میں کئی فضلاء نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر ڈاکٹریٹ کے لئے مقالات لکھے مثلاً ڈاکٹر سراج احمد، ڈاکٹر بار بیگ مطانی، ڈاکٹر محمد انصار اللہ وغیرہ۔ یہ مقالات بالترتیب سندھ یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی اور سندھ یونیورسٹی سے منظور ہوئے۔ بیرونی دنیا میں بھی بہت کچھ کام ہوا۔ ۳۴ سال قبل راقم نے اس کام کا جائزہ لیا تھا جو اس کتاب میں شامل ہے مگر اب اتنا کام ہو چکا ہے کہ مستقل مقالہ لکھنے کی ضرورت ہے۔ کوئی فاضل اس طرف متوجہ ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر کام کرنے کے لئے نقشبندی فاؤنڈیشن فار اسلامک ایجوکیشن (شکاگو)، نے مکتوبات امام ربانی پر تحقیق کے لئے ڈاکٹر آر تھر بیلور (سالم عبداللہ) کو ریسرچ گرانٹ دی ہے حسین حلمی ایشیق، (استانبول) کی خدمات تو ناقابل فراموش ہیں۔ مسعود

ایک منزل۔۔۔۔۔دوراستے

۱۔ وہ راستے جو جناب قدس کی طرف پہنچانے والے ہیں، دو ہیں۔۔۔۔۔ ایک راستہ وہ ہے جس کا تعلق قرب نبوت علی اربابہا الصلوٰۃ و السلام کے ساتھ سے، اور اصل الاصول تک پہنچانے والا ہے، اس راہ کے واسطین بالاصالت انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات ہیں، اور ان کے صحابہ اور باقی امتوں میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازیں اگرچہ وہ قلیل بلکہ اقل (بہت ہی کم) ہیں، اور اس راہ میں توسط و حیلولہ نہیں ہے، جو کوئی بھی ان واصلوں میں سے فیض حاصل کرتا ہے وہ بغیر کسی توسط کے اصل سے اخذ کرتا ہے اور کوئی ایک دوسرے کے لئے حائل نہیں۔

۲۔ اور دوسرا راستہ قرب ولایت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اقطاب، اوتاد، ابدال و نجباء اور عام اولیاء اللہ، سب اسی راہ سے واصل ہوتے ہیں، اور راہ سلوک سے مراد یہی راہ ہے بلکہ جذبۂ متعارفہ بھی اسی میں داخل ہے اور توسط اور حیلولہ بھی اس راہ میں ثابت ہے اور اس راہ کے واسطین کے پیشوا اور اس کے سرگردہ اور ان بزرگوں کے فیض کا منبع حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم ہیں اور یہ عظیم الشان منصب آپ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مقام پر گویا آنسرور علیہ و علی آلہ

الصلوة والسلام کے دونوں مبارک قدم آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہ
 کے سر مبارک پر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر نشاء
 عصری سے پیشتر بھی اس مقام کے ملجا و مادی تھے جیسا کہ آپ
 نشاء عصری کے بعد ہیں اور جس کسی کو بھی اس راہ سے فیض و
 ہدایت پہنچتی ہے وہ آپ ہی کے توسط سے پہنچتی ہے کیوں
 کہ آپ اس راہ کے نقطہ منتہی کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا
 مرکز آپ سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرت امیر کرم اللہ
 وجہہ کا دور ختم ہو گیا تو یہ منصب عظیم القدر حضرات حسنین
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بالترتیب سپرد اور مسلم ہوا، اور ان کے بعد
 وہی منصب ائمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک کو علی الترتیب اور
 تفصیل وار قرر پایا، اور ان بزرگوں کے زمانے میں اور اس طرح
 ان کے انتقال کے بعد بھی جس کسی کو بھی فیض و ہدایت
 پہنچتی رہی وہ انھیں بزرگوں کے توسط سے اور انھیں کے حیلولہ
 سے پہنچتی رہی خواہ وہ اقطاب و نجباء وقت ہی کیوں نہ ہوں،
 سب کے ملجا و مادی یہی بزرگوار ہیں کیوں کہ اطراف کو اپنے
 مرکز کے لائق ہونے کے بغیر چارہ نہیں ہے، یہاں تک
 حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک یہ نوبت پہنچ گئی اور
 جب یہ نوبت ان بزرگوار کے پاس گئی تو منصب مذکور آپ
 قدس سرہ کے سپرد ہو گیا۔۔۔۔۔ ائمہ مذکورین اور شیخ قدس سرہ
 کے درمیان اس مرکز پر کوئی اور مشہود نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ اور اس
 راہ میں فیض و برکات کا وصول جس کو بھی ہوا خواہ وہ اقطاب و

نخباء ہوں، آپ ہی کے توسط شریف سے مفہوم ہوتا ہے
کیوں کہ یہ مرکز ان کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں ہوا، اس
لئے آپ نے فرمایا ہے:-

أَفَلَتْ شُمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَ شَمْسُنَا
أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعَلَى لَا تَغْرُبُ

(جب تمام اگلوں کے سورج غروب ہو گئے تو ہمارا سورج ہمیشہ
ہمیشہ روشنی دیتا رہے گا)

مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ قدس سرہ کے نائب
مناب ہیں اور حضرت شیخ قدس سرہ کی نیابت ہی سے یہ معاملہ
ان کے ساتھ وابستہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے:-

نُورُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ نُورِ الشَّمْسِ

(چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے فیضیاب ہے) ^۲

۱--- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مکتوبات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے آپ بھی ان چنیدہ
اور برگزیدہ نفوس قدسیہ میں سے ہیں جن کو اس راہ سے فیض ملا ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤ
نیہ من یشاء۔ مسعود

۲--- مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، جلد سوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء، ص ۴۸۹-۴۰۱

مجدد الف ثانی

جاننا چاہیے کہ ہر ۱۰۰ سو سال پر ایک مجدد گزرا ہے۔۔۔۔۔
لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور
ہے۔۔۔۔۔ جس قدر ۱۰۰ (سو) اور ۱۰۰۰ (ہزار) میں فرق
ہے اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ ان دونوں مجددوں
میں فرق ہے۔۔۔۔۔ اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ جو فیض اس
مدت میں امتیوں کو پہنچاتا ہے اس کے واسطے سے
پہنچتا ہے، خواہ اس وقت کے اقطاب و اوتاد ہوں اور
خواہ ابدال و نجباء۔

(احمد سرہندی : مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر ۴، بنام میر محمد نعمان، مطبوعہ کراچی)

(۱۹۹۱ء، ص ۵)

ڈاکٹر محمد اقبال، حضرت مجدد کے دربار میں

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہاں گیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خیردار

(اقبال: بال جبریل، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۲۱۱-۲۱۲)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

گوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقالہ

۱

سیرت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ

برصغیر پاک و ہند میں بہت سے مفکرین و مجددین ہوتے جن میں چار نہایت ممتاز ہیں۔

۱۔ شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء)

۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء)

۳۔ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء)

۴۔ ڈاکٹر محمد اقبال سیالکوٹی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء)

ان چاروں مفکرین میں بعض حیثیات سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ مختلف محققین نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اس امتیاز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے۔

شیخ احمد۔۔۔۔ جو شاہ ولی اللہ اور اقبال سے پہلے اسلامی ہند کے نہایت ہی طاقتور مفکر گزرے ہیں۔۔۔۔ نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ عالم اسلام کے علما و صوفیہ میں اعلیٰ ترین مقام کے مالک ہیں (ترجمہ انگریزی) ۱

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی علمی اور روحانی فضیلت کو پاک و ہند کے اکثر علماء و صوفیہ نے سراہا ہے اور اپنی تصانیف میں جا بجا آپ کی کتابوں سے حوالے دیے ہیں۔ چودھویں صدی کے جلیل القدر عالم و فقیہ، حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی تصانیف میں آپ کے اقوال و ارشادات سے استدلال فرمایا ہے^۲ اسی طرح ان کے صاحبزادے، حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۲ء) نے بھی استدلال کیا ہے^۳ اور دوسرے صاحبزادے مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں مدظلہ العالی نے مولانا عبدالغفار رام پوری کی کتاب ”آثار المبتدعین لاہد ام حبل اللہ المتین“ کا تعاقب کرتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا دفاع کیا ہے^۴

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بارے میں بعض حضرات نے جو یہ لکھا ہے کہ آپ نے خود دعویٰ تجدید فرمایا^۵، صحیح نہیں۔ امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے متعلق بھی بعض لوگوں نے اسی قسم کا اظہار خیال کیا ہے، جو صحیح نہیں۔^۶ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے عہد مبارک میں سیالکوٹ کے ایک جلیل القدر عالم، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی (م۔ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۷ء) نے حضرت مجدد کے نام ایک مکتوب میں اس لقب سے نوازا۔^۷ پھر یہ لقب زبان زد خاص و عام ہو گیا، حتیٰ کہ آپ کے نام نامی پر غالب آ گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا سلسلہ نسب ۲۹ واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے چودھویں جد سلطان شہاب الدین المعروف فرخ شاہ کابلی، والی کابل تھے۔^۸ پانچویں جد حضرت امام رفیع الدین، شیخ جلال الدین بخاری علیہ الرحمہ (م۔ ۸۵۷ھ / ۱۳۸۳ء) کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے اور سہند (سرہند) آباد کیا۔^۹ اسی شہر میں ۱۹۷۱ء میں

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ولادت ہوئی۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے والد کا اسم گرامی شیخ عبدالاحد (م۔ ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۸ء) تھا۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی (م۔ ۹۴۴ھ / ۱۵۳۰ء) کے صاحبزادے شیخ رکن الدین علیہ الرحمہ (م۔ ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء) سے آپ کو سلسلہ چشتیہ میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔^{۱۰} حضرت شیخ عبدالاحد جلیل القدر عالم و عارف تھے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بیشتر علوم اپنے والد سے حاصل کئے۔ آپ کے علاوہ مولانا کمال الدین کشمیری، مولانا یعقوب کشمیری اور قاضی بہلول بدخشی وغیرہ سے علوم معقول و منقول کی تحصیل فرمائی۔^{۱۱} اسارت قلعہ گوالیار کے زمانے (۱۰۲۸ھ / ۱۰۲۹ھ) میں قرآن کریم حفظ کیا۔^{۱۲} تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً ۹۹۸ھ میں دارالسلطنت اکبر آباد (آگرہ) تشریف لائے اور یہاں دربار اکبری کی دواہم شخصیتوں یعنی ابوالفضل اور فاضل کے ساتھ صحبتیں رہیں۔ فاضل کی تفسیر سواطع الالہام (۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء) میں ایک جگہ آپ نے اس کی مدد بھی کی۔^{۱۳} لیکن بعد میں ان دونوں بھائیوں کی بے راہروی کی وجہ سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد علیہ الرحمہ کے ہمراہ اکبر آباد سے واپس سرہند روانہ گئے۔ راستے میں تھانسیر کے شیخ سلطان کی لڑکی سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا عقد ہو گیا۔ شیخ سلطان، اکبر بادشاہ کے مقربین میں تھے۔^{۱۴} اس طرح اہل خانہ کاشاہی دربار سے ایک گونہ تعلق ہو گیا اور تبلیغ و ارشاد کی ایک نئی راہ کھل گئی۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا سلسلہ طریقت متعدد واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ ہیں ۲۱ واسطوں سے، سلسلہ قادریہ ہیں ۲۵ واسطوں سے اور سلسلہ چشتیہ ۲۰ واسطوں سے^{۱۵}۔۔۔۔۔ سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد

شیخ عبدالاحد سے بیعت تھی اور اجازت و خلافت حاصل تھی۔۔۔۔۔ سلسلہ قادریہ میں شاہ کمال کیتھلی سے خرقہ خلافت حاصل تھا۔ ۱۶۔۔۔۔۔ ۱۰۰۸ھ میں حضرت خواجہ باقی باللہ (م ۱۰۱۲ھ / ۴ - ۱۶۰۳) سے مستفیض ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت حاصل کی ۱۷ اور آسمان علم و عرفان پر آفتاب بن کر چمکے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی نظر میں جو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا مقام و مرتبہ تھا ۱۸ وہ زبدۃ المقامات حضرات القدس اور مجمع الاولیاء وغیرہ معاصر کتب تاریخ و سیر سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اصلاحی کوششوں کا آغاز اکبر بادشاہ کے عہد حکومت سے ہوا اور جہانگیر بادشاہ کے عہد حکومت میں یہ کوششیں بار آور ہوئیں۔ اسی عہد میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی اصلاحی کوششوں کا جائزہ لینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تاریخی پس منظر پیش کر دیا جائے تاکہ ان کی قیاسی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔

پہلے دور ۱۹ میں اکبر ایک مخلص مسلمان کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔ دوسرے دور میں فتح پور سیکری میں عبادت خانے کی تعمیر ہوتی ہے، جہاں علماء اسلام مباحث علمیہ میں مصروف نظر آتے ہیں، رفتہ رفتہ یہاں عیسائی پادریوں اور ارباب عقل کا عمل دخل ہو جاتا ہے اور بات بگڑنے لگتی ہے۔۔۔۔۔ دوسرا دور تیسرے دور کا نقطہ آغاز تھا۔۔۔۔۔ تیسرے دور میں دین الہی کا آغاز ہوا اور وہ کچھ ہوا جو ناگفتنی ہے، ہر وہ کام کیا جانے لگا جو اسلام کے سراسر منافی ہے مثلاً کلمہ طیبہ میں "محمد رسول اللہ" کی جگہ اکبر خلیفۃ اللہ پڑھا جانے لگا، گاتے کی قربانی پر پابندی لگادی گئی۔ خنزیر اور کتوں کا احترام ہونے لگا۔ شراب اور جوا عام ہو گیا، اکبر نے علماء کو بالجبر شراب پلائی، عورتوں کی بے حجابی عام ہو گئی۔ پردہ پر پابندی لگادی گئی۔ "زمین بوس" کے نام سے سجدہ کا آغاز کیا گیا۔ عالم دعائی سب بادشاہ

کے آگے سجدہ ریز ہونے لگے، بعض مساجد ڈھادی گئیں اور مدارس عربیہ مسمار کر دیے گئے، داڑھیاں منڈوا دی گئیں اور شعائر اسلام کا برسر عام مذاق اڑایا جانے لگا۔۔۔ اس ساری خرابی میں بعض علمائے دین کی باہمی چپقلش، دنیا سے محبت، مختلف ادیان کے علماء کی اکبر سے ملاقات، اکبر کی جہالت و بے علمی، ہندو عورتوں کی حرم شہابی میں شمولیت اور ہندو سیاست کا بڑا دخل ہے۔۔۔ عہد اکبری کے ایک بے باک و نڈر مؤرخ، ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی کتاب منتخب التواریخ میں عہد اکبری کے چشم دید پست کندہ حالات لکھے ہیں ۲۰۔۔۔ عہد اکبری کے مشہور شاعر ملا شبیری سیالکوٹی نے تو اپنے فارسی قطعہ میں اکبر کے دعویٰ نبوت اور دعویٰ الوہیت کا ذکر کیا ہے۔

بادشاہ امسال دعویٰ نبوت کر وہ است
گر خدا خود پس از سالے لہذا خواهد شدن

عہد اکبری کے مؤرخ نظام الدین احمد نے طبقات اکبری ۲۲ (۱۰۰۱) میں اس محضر نامہ کا ذکر کیا ہے ۲۳ جو اکبر کے دعویٰ نبوت کی تمہید ثابت ہوا۔ لیکن نظام الدین احمد نے بڑی احتیاط سے قلم اٹھایا ہے ایک جابر و قاہر بادشاہ کے ہوتے کھل کر لکھنا کوئی آسان کام نہ تھا۔۔۔ ابوالفضل کی آئین اکبری سے ۲۴ اکبر کی بے راہ روی سے متعلق بہت سی باتوں کا بالواسطہ علم ہوتا ہے۔ ابوالفضل کا انداز مورخانہ نہیں، خوشامدانہ ہے ۲۵۔۔۔ ابوالفضل نے اکبر نامہ میں ۲۶ بھی یہی طرز اختیار کیا ہے مگر پھر بھی بہت سے سر بستہ راز معلوم جاتے ہیں۔

عہد جہانگیری کے مؤرخ محمد قاسم ہندو شاہ استرآبادی نے اپنی تاریخ فرشتہ میں ۲۷ (۱۶۰۶ء تا ۱۶۱۱ء) اکبر کے بعض چشم دید حالات لکھے ہیں مگر حالات کے

دباؤ کی وجہ سے اس نے بہت سی باتوں کو چھپایا ہے،۔۔۔ اس عہد کی ایک اور کتاب، خلاصۃ المعارف فی اسرار العقائد (۱۰۳۵ھ / ۱۰۳۷ء) میں شیخ آدم بنوری علیہ الرحمہ نے بہت سی گمراہیوں اور بے راہ رویوں کا ذکر کیا ہے۔۔۔ اسی عہد کے ایک اور مورخ معتد خان نے جہانگیر نامہ میں ۲۸ اکبر کے بعض حالات لکھے ہیں جن کی عہد اکبری کے مورخوں کے بیانات سے تصدیق ہوتی ہے، بالواسطہ نبی اور بلاواسطہ بھی۔

عہد عالمگیری کے مورخ محمد ہاشم خانی خاں نے اپنی تاریخ منتخب اللباب (حصہ اول) میں بعض ایسے حالات لکھے ہیں جن سے بالواسطہ اکبر کی بے راہ روی کا علم ہوتا ہے، مگر اس نے بعض مقامات پر اکبر کا دفاع کیا ہے۔ اس میں جہانگیر کی شراب سے توبہ، شاہجہان کی شراب نوشی اور پھر توبہ کا ذکر ہے۔

عہد شاہجہانی کے صاحبِ دبستانِ مذاہب ۲۹ نے بھی ایسے حقائق لکھے ہیں، جن سے آخری دور میں اکبر کی بے راہ روی کا اندازہ ہوتا ہے۔ صاحبِ دبستانِ مذاہب ایک ایسا مورخ نظر آتا ہے جس نے ہر قدم پر مورخانہ آن کو قائم رکھا ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں ۲۸ سے زیادہ مذاہب و ادیان کا ذکر کیا ہے، پھر بھی یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ لکھنے والے کا تعلق کس مذہب سے ہے۔ بعض حضرات اس کا نام محسن فانی بتاتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ پارسی تھا، واللہ اعلم

عہد شاہجہانی کے ایک اطالوی سیاح نکولس مینوکی ۳۰ نے دین الہی کی اختراعات کا ذکر کیا ہے۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ اکبر نے سکندرہ میں ایک باغ کے اندر اپنا مقبرہ بنوایا تھا۔ باغ کے دروازے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے اور حضرت مریم علیہا السلام کی تصاویر تھیں۔ اورنگ زیب نے اپنے عہد حکومت میں ان کو ختم کروایا اور سفیدی پھر وادی۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے جب اورنگ زیب،

شیواجی سے برسر پیکار تھا تو باغی اس مقبرے میں گھس آئے، تمام طلائی سامان اور جواہرات لوٹ لے۔ قبر کھود کر اکبر کی ہڈیاں نکالیں اور ان کو جلا کر خاکستر کر دیا^{۳۱}۔
 پروفیسر محمد مجیب^{۳۲} اور پروفیسر محمد اسلم^{۳۳} نے اپنی تصانیف میں عہد اکبری کی بہت سی بدعات اور گمراہیوں کا ذکر کیا ہے، جن کی دسترس میں معاصر تاریخین نہ ہوں وہ ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں

جن مقاصد کے حصول کے لئے جدوجہد کی۔ بقول کے۔ ایم پانیکر^{۳۴} وہ یہ تین اہم مقاصد تھے۔

(۱) قومی حکومت کا قیام

(ب) ہندوؤں سے مفاہمت

(ج) متحدہ ہندوستان

یہ تینوں مقاصد حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مقاصدِ جلیدہ کی ضد تھے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے مندرجہ ذیل تین مقاصد کے حصول کے لئے جدوجہد کی۔

(۱) اسلامی حکومت کا قیام

(ب) ہندوؤں سے عدم مفاہمت

(ج) اسلامی ہند کی تعمیر

انہیں مقاصد کے حصول کے لئے چودھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا خاں بریلوی نے بھرپور جدوجہد کی^{۳۵}

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے ان مقاصد کے حصول کے لئے مندرجہ ذیل شعبوں میں بھرپور جدوجہد کی اور اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔

(۱) شریعت و طریقت

(ب) سیاست و حکومت

(ج) معاشرت و معیشت

عوام و خواص شریعت سے بیگانہ ہوتے جا رہے تھے۔ آپ نے اپنے علمی مکالمات اور مکتوبات کے ذریعہ آشنائے شریعت کیا^{۳۶}۔۔۔۔۔ پیشتر صوفیہ، طریقت کی اصلیت سے ناواقفیت کی بنا پر گمراہ ہو رہے تھے، آپ نے ان کو طریقت کا واقف کار بنایا^{۳۷}۔۔۔۔۔ نظریہ وحدۃ الوجود کی غلط تعبیرات کی بنا پر ایک عالم گمراہ ہو رہا تھا، آپ نے اس نظریہ کی لاج رکھی اور اس کے ساتھ نظریہ وحدۃ الشہود پیش کیا، جو دل و دماغ دونوں سے قریب تھا^{۳۸}۔۔۔۔۔ یہی نظریہ تھا جس نے فکر اقبال ہیں ایک انقلاب پیدا کیا اور ایک نئی روح پھونکی^{۳۹}۔۔۔۔۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ، اقبال کی آرزو و تمنا تھے۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اسے ساتی

سیاست و حکومت میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جو اہم کارنامہ انجام دیا وہ اکبر کے ایک قومی نظریہ کے خلاف دو قومی نظریہ کا اعلان تھا۔۔۔۔۔ اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے اکبر نے دین الہی کے نام سے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی، اس دین کا مقصد یہی تھا کہ ہندو اور مسلمانوں کو ملا کر ایک نئی قوم تیار کی جائے، اسی نہج پر چودھویں صدی ہجری میں مسٹر گاندھی نے کام کیا۔ بہر کیف حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس کے خلاف موثر جدوجہد کی اور یہ دین اپنی موت مر گیا اور رفتہ رفتہ اس کے اثرات بھی زائل ہو گئے۔ چنانچہ پاکستان ہسٹری بورڈ کی تالیف اسے شارٹ ہسٹری آف ہندوستان کے مؤلف نے لکھا ہے۔

”جہانگیر کے تخت نشینی کے بعد دین الہی اپنی موت مر گیا“

۔۔۔۔ بہر کیف اس الحاد و التداد کے خلاف جو زور دار آواز اٹھائی

گئی وہ شیخ احمد کی آواز تھی، جن کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ

الرحمہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ” (ترجمہ انگریزی ۴۰)

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اکبر کے ایک قومی نظریہ کے خلاف دو قومی نظریہ پیش کیا اور یہ بتایا کہ کفر و اسلام دو علیحدہ حقیقتیں ہیں جو کسی طرح یکجا نہیں ہو سکتیں۔ اس سلسلے میں آپ نے بہت سے مکتوبات تحریر فرمائے ۴۱ آپ کی کوششیں دور جہانگیری میں بار آور ہوئیں اور جہاں گیر نے امور مذہب و سیاست میں مٹورہ کے لئے علماء کا ایک کمیشن مقرر کیا۔ ۴۲

اس کے بعد دور شاہجہانی اور پھر دور عالمگیری میں حضرت کی مساعی نے اپنا رنگ دکھایا۔۔۔۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے دور عالمگیری کو حضرت مجدد کی مساعی کا نقطہ عروج قرار دیا ہے ۴۳۔۔۔۔ اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے۔۔۔۔ حضرت مجدد کی سیاسی تعلیمات کے اثرات آنے والی چار صدیوں پر بہت گہرے پڑے۔۔۔۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے لکھا ہے۔

” شیخ کے اثرات مغرب میں افغانستان، وسط ایشیا اور سلطنت

عثمانیہ تک اور مشرق میں ملایا اور انڈونیشیا تک پھیل گئے ” ۴۴

(ترجمہ انگریزی)

چودھویں صدی ہجری میں امام احمر رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ اور ڈاکٹر محمد اقبال ۴۵ نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے دو قومی نظریہ کے احیاء کے لئے سخت جدوجہد کی۔۔۔۔ اس صدی میں بعض دوسرے علماء نے بھی کوششیں کیں مگر ان کی کوششیں مصلحتوں کا شکار ہو کر ایسے نشیب و فراز سے گزریں کہ مؤرخ کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہ کوششیں خالص اسلام کے لئے تھیں یا مطلق آزادی کے لئے۔۔۔۔

بہر کیف گیارہویں صدی ہجری میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ ہی وہ بطل جلیل نظر آتے ہیں جنہوں نے اسلام اور نظام مصطفیٰ کا نعرہ لگا کر خوابیدہ قوم کو بیدار کیا اور ایک نئی روح پھونک دی۔۔۔ ڈاکٹر حفیظ ملک نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

” فی الحقیقت آنے والی نسل کو شیخ احمد نے بے حد متاثر کیا۔۔۔ ان کا نعرہ تھا ”چلو چلو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلو!“۔۔۔ مذہبی اور سیاسی حیثیتوں سے یہ نعرہ نہایت ہی دور رس نتائج کا حامل ہوا۔۔۔ ان کی تعلیمات نے معاصر فکر مسلم کو بنیادی طور پر متاثر کیا اور ہندوستان میں مسلم حکومت کو لادینی بنانے کی مخالفت کی۔“ ۴۶

ہندوستانی مسلم معاشرے اور معیشت کی اصلاح کے لئے بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بھرپور کوشش کی۔ آپ کے مکتوبات شریف اور دوسری تصانیف کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے ۴۷

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے مذہب و سیاست اور معاشرت کی اصلاح کے لئے جو جدوجہد فرمائی اس کو مختلف ادوار پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً

(ا) دور اکبری (۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ - تا ۱۰۴۱ھ / ۱۶۰۵ -)

(ب) دور جہانگیری (۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ - تا ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ -)

☆ قید جہانگیری سے پہلے (۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ - تا ۱۰۲۷ھ /

۱۶۱۸ -)

☆ قید جہانگیری کے بعد (۱۰۲۷ھ / ۱۶۱۸ - تا ۱۰۲۸ھ /

۱۶۱۹ -)

☆ جہانگیر کے لشکر میں (۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۹ء تا ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء)۔
 ☆ جہانگیر کے لشکر سے رہا ہونے کے بعد (۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء تا
 ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء)۔

اکبر کا آخری دور حکومت حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اصلاحی اور تبلیغی مساعی کا نقطہ آغاز ہے۔۔۔۔۔ جہانگیری دور میں یہ مساعی تیز تر کر دی گئیں۔۔۔۔۔ پھر اسی دور میں قلعہ گوالیار میں آپ کی نظر بندی نے آپ کی اصلاحی کوششوں کے اثرات کو عوام و خواص اور حکومت وقت میں دیر پا اور مستحکم بنا دیا۔۔۔۔۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اسیری (۱۰۲۷ھ تا ۱۰۲۸ھ) اسلامی نظام حکومت کے لئے رحمت بن گئی اور پُر خار وادیاں صاف ہو گئیں۔ ۴۸

حضرت مجدد علیہ الرحمہ اپنی اسارت کے تینوں ادوار میں منزل مقصود کی جانب رواں دواں نظر آتے ہیں، یعنی نظر بندی (۱۰۲۷ھ تا ۱۰۲۸ھ) جبکہ آپ ایک سال قلعہ گوالیار میں قید رہے۔۔۔۔۔ دور پابندی (۱۰۳۳ھ تا ۱۰۳۴ھ) کہ آپ تقریباً پانچ سال جہانگیر کے لشکر میں رہے۔ دور زباں بندی (۱۰۳۳ھ تا ۱۰۳۴ھ) جب کہ آپ تقریباً چھ ماہ اپنی خانقاہ (سرہند شریف) میں خلوت گزیر رہے اور آخر میں اسی خلوت گزینی میں ۲۹ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ کو وصال فرمایا ۴۹

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اسلام کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیا۔ عزیمت پسندی کی ایسی شاندار مثالیں پیش کیں جس سے مردہ دل زندہ ہو گئے اور ایک عظیم انقلاب آگیا۔۔۔۔۔ بادشاہ کے حضور سجدہ تعظیمی (زمین بوس) موقوف کر دیا گیا، گائے کی قربانی عام ہو گئی اور سب سے پہلے خود جہانگیر نے قلعہ کانگرہ میں حضرت مجدد کی موجودگی میں گائے ذبح کرائی۔ ۵۰ شراب پر پابندی لگادی گئی ۵۱ اور بے شمار اصلاحات ہوئیں، آپ کو قید کرنے والا بالآخر خود آپ کا قیدی بن گیا۔

بلاشبہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی انتھک جدوجہد سے مذہبی سطح پر اسلام، سنیت اور حنفیت کو فروغ ہوا۔۔۔۔ سیاسی سطح پر اسلامی حکومت کا قیام ممکن ہوا۔۔۔۔ روحانی سطح پر تصور وحدۃ الوجود کی غلط تعبیرات سے جو ہلاکت پھیل رہی تھی تصور وحدۃ الشہود نے اس کا موثر دفاع کیا اور ناقابل فہم کو عام لوگوں کے لئے قابل فہم بنا دیا گیا۔۔۔۔ اس طرح ہر سطح پر فکرِ مسلم کی اصلاح کر کے ایک عظیم انقلاب برپا کیا گیا، اسی لئے اقبال نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے بر ملا کہا ہے۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

اکبری حکومت جس روش پر جارہی تھی اس سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ مسلمانوں کا مستقبل کیا ہوتا، شاید اسلامی حکومت کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا

۵۲۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جس سیاسی گھٹن اور جاہ و جلالِ اقتدار کے ہوتے شاہانِ وقت پر تنقید کی، وہ انھیں کا حصہ تھا، اُس نازک دور میں حکومت یا سربراہانِ حکومت پر تنقید کرنا اتنا آسان نہ تھا جتنا آج آسان ہے۔۔۔۔ ذرا ذرا سی باتوں پر تختہ دار پر چڑھا دیا جاتا تھا۔ بلکہ اکبر کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے کہ اپنے مخالفین کو اپنے ہاتھ سے زہر دے کر ترپا ترپا کر مار دیا کرتا تھا ۵۳۔۔۔۔ ایسے خطرناک حالات میں جان جو کھوں میں ڈال کر اسلام کے لئے قدم بڑھانا کوئی آسان کام نہیں تھا، بہت اہم کام تھا، بہت مشکل کام تھا۔ پاک و ہند کے مصلحین میں یہ فخر صرف حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو حاصل ہے کہ انہوں نے اسلام کی خاطر اپنا عیش و آرام، مال و دولت، آل اولاد اور جان تک کی بازی لگادی۔۔۔۔ مومنانہ بے یرت کے ساتھ سرگرم

عمل ہوتے اور چند برسوں میں وہ انقلاب آگیا جو دیدنی بھی ہے اور شنیدنی بھی۔
 حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اصلاحی اور تجدیدی کارناموں پر بعض حضرات
 نے تنقید بھی کی ہے ۵۴ مگر یہ غلط فہمی معاصر تاریخ پر ڈھیلی گرفت کا نتیجہ ہے۔۔۔۔
 حضرت زید ابوالحسن فاروقی دہلوی نے حال ہی میں ایک کتاب ”حضرت مجدد اور ان
 کے ناقدین“ دہلی سے شائع کی ہے۔ اس سلسلے میں اس کا مطالعہ مفید ہو گا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی باقیات صالحات میں اولاد امجاد، تصانیف اور خلفاء۔
 یاد گار ہیں۔۔۔۔ اولاد میں سات صاحبزادے ہوئے جن میں سے پانچ حضرت مجدد علیہ
 الرحمہ کی حیات ہی میں انتقال کر گئے، باقی دو صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد سعید (م
 ۱۰۷۰ھ / ۱۶۶۰ء) اور حضرت خواجہ محمد معصوم (م ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) نے بڑا
 نام پیدا کیا۔۔۔۔ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے ان دونوں صاحبزادگان سے گہرے
 مراسم تھے ۵۵۔۔۔۔ بلکہ اورنگ زیب عالم گیر، خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ سے
 شرف بیعت رکھتے تھے ۵۶ ایک موقع پر خواجہ موصوف نے عالم گیر کی درخواست
 پر اپنے صاحبزادے خواجہ سیف الدین (م ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۴ء) کو عالم گیر کے
 اصلاح باطن کے لئے لال قلعہ دہلی بھیجا جہاں انھوں نے قیام فرما کر عالم گیر کی روحانی
 تربیت فرمائی۔ ۵۷ حضرت اورنگ زیب عالمگیر کا پورے عالم اسلام پر احسان ہے
 کہ انہوں نے نظام مصطفیٰ نافذ کیا اور دو لاکھ (کروڑوں) کے خرچ سے فتاویٰ
 عالمگیری مرتب کرائی جو آج بھی فقہ حنفیہ کا ایک عظیم ماخذ ہے، اور خانوادہ۔ مجددیہ
 کا عالمگیر پر احسان ہے، اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ اور
 ان کے اخلاف کا عالم اسلام پر احسان ہے۔۔۔۔ خاندان مجددیہ اور عالمگیر کے تعلقات
 پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے۔

”تاریخی حیثیت سے اورنگ زیب اور حضرت مجدد کے خاندان

کے درمیان حتمی طور پر روابط تھے اور یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ قریباً وہ تمام اقدامات جو اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی سے متعلق تھے۔ حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں ان سب اقدامات کی پرزور تبلیغ و تلقین فرمائی تھی ” (ترجمہ انگریزی) ۵۸

حضرت مجدد کی تصانیف میں ان کے فارسی مکتوبات شریف زیادہ مشہور ہوئے، یہ تین جلدوں پر مشتمل ہیں اور علوم و معارف کا خزانہ ہیں بعض مکاتیب ہزار تصانیف پر بھاری ہیں کہ نئے جہاں کی خبر دے رہے ہیں۔ ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء۔ میں ان کا عربی ترجمہ مکہ مکرمہ سے شائع ہوا۔ فارسی اور اردو ترجمہ کے متعدد ایڈیشن پاکستان و ہندوستان اور ترکی سے شائع ہو چکے ہیں۔

مکتوبات شریف کے علاوہ مندرجہ ذیل تصانیف آپ سے یادگار ہیں۔

” اثبات النبوة، مبداء معاد، مکاشفات غیبیہ، معارف لدنیہ،

ردالرفضہ، شرح رباعیات خواجہ پیرنگ، رسالہ تعیین ولا تعیین،

رسالہ مقصود الصالحین، رسالہ در مسئلہ وحدۃ الوجود، آداب

المريدین، رسالہ جذب و سلوک، رسالہ علم حدیث وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی بیشتر نگارشات کی حیثیت خالص تخلیقی ہے۔ ایسی تخلیق بقول اقبال جس کا انگریزی میں ترجمہ نہیں کیا جاسکتا اور انگریزی زبان بایں ہمہ وسعت و ہمہ گیری ایسے الفاظ سے خالی ہے جو افکار مجددیہ کی ترجمانی کر سکیں ۵۹

۔۔۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے خلفاء کی تعداد بھی کم نہیں، خلفاء میں صاحبزادگان

کے علاوہ یہ حضرات زیادہ مشہور ہیں: خواجہ محمد ہاشم کشمی، خواجہ میر محمد نعمان

برہانپوری، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، شیخ محمد طاہر لاہوری، شیخ آدم بنوری، شیخ

بدرالدین سرہندی وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک بے شمار علما و صوفیہ نے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے^{۶۰} لیکن دورِ جدید کے قارئین کے لئے عقیدت مندوں کا خراج عقیدت پیش کرنا زیادہ وزن نہیں رکھتا، اس لئے یہاں صرف ان حضرات کے تاثرات پیش کئے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو تاریخ کے آئینے میں دیکھا ہے، جو عقیدت مند و ارادت مند نہیں بلکہ مؤرخ و محقق ہیں۔

(۱) مشہور مؤرخ و محقق ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں:-

جہانگیر کے دورِ حکومت میں شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی آگے آئے، آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریکِ احیائے دین کا آغاز ہوا، چنانچہ اس انقلاب و تبدیلی کے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں وہ اکبر، جہاںگیر، شاہجہاں اورنگ زیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی فضا میں مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔۔۔۔ اکبر بادشاہ آزاد خیالی اور الحاد کا نقطہٴ عروج تھا، جہانگیر کی تخت نشینی سے اس آزاد خیالی کا زوال شروع ہوتا ہے۔ شاہجہان اگرچہ ایک پارساسنی مسلمان تھا اور دربار میں کسی قسم کی مذہبی ڈھیل برداشت نہیں کرتا تھا، تاہم اس نے غیر سنیوں کو بھی مطمئن رکھا، اورنگ زیب عالمگیر سنیوں کا نشانِ نصرت تھا^{۶۱} (ترجمہ انگریزی)

(۲) ڈاکٹر محمد یسین، مغل سیاست پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-
دورِ جہانگیر کی تاریخ لکھتے وقت اگر مغل سیاست پر حضرت مجدد کے اثرات کا کوئی ذکر نہ کیا جاتے تو اندیشہ ہے کہ یہ تاریخ

ہی نامکمل رہے ۶۲ (ترجمہ انگریزی)

(۳) ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، مغل سیاست و حکومت کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بلاشبہ یہ کہنا زیادہ غلط نہ ہو گا کہ دورِ اکبری سے لے کر دورِ
عالمگیری تک حکومت کی مذہبی پالیسیوں میں جو نشیب و فراز
آتے رہے وہ بڑی حد تک حضرت مجدد اور آپ کی تعلیمات ہی
کی وجہ سے آئے ۶۳ (ترجمہ انگریزی)

(۴) ڈاکٹر حفیظ ملک، ڈاکٹر اقبال پر حضرت مجدد کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے
لکھتے ہیں۔

شیخ (احمد سرہندی) کی عظمت اور جہانگیر بادشاہ کے سامنے
سجدہ تعظیمی سے آپ کے انکار کو ڈاکٹر اقبال نے بہت سراہا
ہے۔۔۔۔۔ مسلمانوں کے لئے آپ نے جو خدمات انجام دیں ان کو
خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اقبال نے آپ کو ہندوستان
میں ملت اسلامیہ کا روحانی نگہبان و پاسیان قرار دیا ہے اور یہ کہا
ہے کہ جو خطرات اکبر بادشاہ کی مذہبی اور سیاسی بدعات و
اختراعات میں پوشیدہ تھے اللہ نے اس سے آپ کو بروقت آگاہ
اور خبردار کر دیا ۶۴ (ترجمہ انگریزی)

(۵) مشہور محقق پروفیسر عزیز احمد، برصغیر پاک ہند میں حضرت مجدد کی اسلامی
خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی نگارشات اور آپ کے
اثرات نے ہندوستان میں اسلام کے انتشار اور الحاد کو روکا۔
آپ نے مذہب کی حرکیت اور تصوف کی باطنی قوت کو دوبارہ

مجمع کیا۔۔۔ اسلامی ہند میں مذہبی متصوفانہ فکر اسلامی کے
سلسلے میں آپ کی خدمات نہایت ہی نمایاں اور ممتاز ہیں ۶۵۔
(ترجمہ انگریزی)

(۶) جمیل احمد، حضرت مجدد کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ
الرحمۃ کے خراج عقیدت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:-

امام الہند، شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی تصنیف کلمات طیبات
میں آپ کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے
کہ آپ نے اسلامی فکر میں بہت سی ناہمواریوں کو درست
فرمایا، آپ باطنی رہنمائی کے لئے مثالی نمونہ تھے اور آپ نے
بہت سے حقائق مخصوصہ کو واشگاف فرمایا ۶۶ (ترجمہ انگریزی)
(۷) ڈاکٹر زبید احمد لکھتے ہیں:-

شیخ احمد سرہندی کو بجا طور پر مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے کیونکہ
آپ نے دوسرے ہزارے کے مسلمانوں میں ایک نئی روح
پھونکی اور نہایت کامیابی کے ساتھ اکبر اعظم کی ملحدانہ
سرگرمیوں کا مقابلہ کیا ۶۷۔ (ترجمہ انگریزی)



تعلیقات و حواشی

- ۱----- ایس ایم اکرام: مسلم سویلریشن ان انڈیا اینڈ پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء، ص ۲۷۰
- ۲----- (ا) احمد رضا خاں: انوار الاقار من یم صلوة الاسرار (۵۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء)، مطبوعہ بریلی، ص ۳۸
- (ب) احمد رضا خاں: الھاد الکاف فی حکم الضعاف (۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء)، مطبوعہ لاہور، ص ۱۲۶
- (ج) احمد رضا خاں: الکوکتب الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ (۱۳۱۲ھ)، مطبوعہ کلکتہ ۱۳۲۴ھ / ۱۹۱۵ء، ص ۵۲، ۵۱، ۴۸
- ۳----- حامد رضا خاں: سلامتہ اللہ لاهل السنۃ من سبل العنادنی الفتۃ (۱۳۲۲ھ / ۱۹۱۳ء)، مطبوعہ بریلی، ص ۵۷
- ۴----- مصطفیٰ رضا خاں: مقتل کذب و کید، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۲ھ، ص ۵۵، ۵۶
- ۵----- نظامی بدایونی نے اس خیال کا اظہار کیا ہے (ملاحظہ ہو قاموس المشاہیر، جلد اول، مطبوعہ بدایوں، ۱۳۲۳ھ / ۱۹۲۴ء، ص ۶۷)۔ اسی طرح فیض عالم صدیقی نے بھی۔ یہی بات ننگھی ہے (ملاحظہ ہو اختلاف امت کا المیہ، حصہ دوم، جہلم ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء، ص ۴۸۰)
- ۶----- مولوی حسین احمد دیوبندی نے یہ الزام لگایا ہے اور امام احمد رضا کو دجال المجددین لکھا ہے (الشہاب الثاقب، ص ۴۲) حالانکہ علمائے حرین شریفین میں شیخ موسیٰ علی شامی درویری مدنی نے آپ کو "المجدد لہذہ الامہ" تحریر فرمایا ہے۔ (الفیوضات المملکیہ ص ۴۶۲) اور حافظ الکتب الحرم شیخ اسمعیل بن سید خلیل مکی نے تو یہاں تک لکھا ہے۔ بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدّد ہذا القرن لکان حقاً صدقاً (حسام الحرمین، ص ۱۴۰، ۱۴۱)
- ۷----- دکیل احمد سکندر پوری، ہدیہ مجددیہ، مطبوعہ دہلی ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء، ص ۹۸
- ۸----- شاہ محمد فضل اللہ: عمدۃ المقامات، مطبوعہ لاہور ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء، ص ۹۹
- ۹----- محمد ہاشم کشمیری: زبدۃ المقامات، مطبوعہ لاہور ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء، ص ۸۹-۹۱

- ۱۰ ---- محمد ہاشم کشمی: زبداۃ المقامات ص-۹۶-۱۰۳
- ۱۱ ---- محمد ہاشم کشمی: زبداۃ المقامات ص-۱۲۸
- ۱۲ ---- مجدد الف ثانی، مکتوبات شریف، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۴۳
- ۱۳ ---- محمد ہاشم کشمی: زبداۃ المقامات، ص ۱۳۲
- ۱۴ ---- محمد ہاشم کشمی: زبداۃ المقامات، ص ۱۵۹
- ۱۵ ---- مجدد الف ثانی، مکتوبات شریف، دفتر سوم، مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء، مکتوب نمبر ۸۷
- ۱۶ ---- محمد ہاشم کشمی: زبداۃ المقامات، ص ۱۳۵
- ۱۷ ---- (۱) آدم بنوری: خلاصۃ المعارف، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن (۱۰۳۵ھ / ۱۰۳۷ھ) ورق ۳
- (ب) محمد حسین مراد آبادی: انوار العارفین (۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء) مطبوعہ لکھنؤ (۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء) ص ۴۴۸-۴۴۹
- ۱۸ ---- محمد ہاشم: زبداۃ المقامات، مطبوعہ کانپور، (۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء) ص ۲۱۹، ۲۱۸
- ۱۹ ---- عہد اکبری کو مندرجہ ذیل ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔
 پہلا دور۔ ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء تا ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء۔
 دوسرا دور۔ ۹۸۲ھ / ۱۵۷۵ء تا ۹۸۹ھ / ۱۵۷۸ء۔
 تیسرا دور۔ ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء تا ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء۔
- ۲۰ ---- ملاحظہ فرمائیں۔۔ منتخب التواریخ، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء، ص ۲۶۱، ۲۲۲، ۴۶۶، ۴۷۱، ۴۹۹، ۵۲۹ وغیرہ وغیرہ
- ۲۱ ---- (۱) ہاشمی فرید آبادی: تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت، مطبوعہ کراچی، ص ۴۶۹، بحوالہ منتخب التواریخ، جلد سوم، ص ۲۵۳
- (ب) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر کے انتقال پر شیخ فرید بخاری کے نام جو تعزیتی خط ارسال فرمایا ہے اس سے اکبر کے دعویٰ نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو عبدالحق، مجموعہ مکاتیب و الرسائل، مطبوعہ دہلی، ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء، ص ۱۴۴-۱۴۷ (مسعود)
- ۲۲ ---- طبقات اکبری، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۰ء
- ۲۳ ---- ایضاً، ص ۳۴۳-۳۴۴
- ۲۴ ---- آئین اکبری: مطبوعہ حیدرآباد دکن، ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء
- ۲۵ ---- مورلینڈ نے ابوالفضل کی خوشامد و چاپلوسی کا ذکر کیا ہے (ملاحظہ فرمائیں)۔ اے شارٹ

ہسٹری آف انڈیا، مطبوعہ لندن، ۱۹۵۷ء، ص ۲۱۲

۲۶----- اکبر نامہ: مطبوعہ لکھنؤ، ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء

۲۷----- تاریخ فرشتہ: مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء

۲۸----- چھانگیر نامہ: مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء

۲۹----- دبستان مذاہب: مطبوعہ بمبئی، ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء

۳۰----- نکولس مینو کی ۱۸۵۶ء میں تقریباً ۱۷ سال کی عمر میں آگرے پہنچا اور شہزادہ داراشکوہ کے

ہاں تو پختانے میں بھرتی ہو گیا ۱۶۵۸ء میں داراشکوہ اور اورنگزیب کے مابین جنگ میں یہ

دارا کی طرف سے لڑا۔ دارا کے قتل کے بعد واپس اٹلی چلا گیا۔ (مسعود)

۳۱----- نکولس مینو کی: فسانہ سلطنتِ مغلیہ، مترجمہ سید مظفر علی، مطبوعہ آگرہ، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء، ص ۱۲۲

۳۲----- محمد مجیب: انڈین مسلم، مطبوعہ لندن، ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء

۳۳----- محمد اسلم: دین الہی اور اس کا پس منظر، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء

۳۴----- کے ایم پانیکر: اے سروے آف انڈین ہسٹری، مطبوعہ بمبئی، ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۷ء، ص ۱۵۵

۳۵----- (ا) محمد مسعود: فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء

(ب) محمد جلال الدین: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء

(ج) محمد مسعود احمد: تحریک آزادی ہند اور السواد الاغظم، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء

۳۶----- مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوبات نمبر ۴۳، ۴۸، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۸۰، ۸۱، ۸۳، ۸۴، ۱۹۱، ۱۹۲ وغیرہ

۳۷----- مکتوبات امام ربانی دفتر اول، مکتوب نمبر ۸۴۔ نیز ملاحظہ کریں،۔ تذکرہ مجدد الف ثانی، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۰۴ تا ۱۱۴

۳۸----- مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۹۱۔ دفتر دوم مکتوب نمبر ۴۴

۳۹----- فکر اقبال پر تعلیماتِ مجددیہ نے جو اثرات مرتب کئے وہ اقبالیات کی ایک اہم کڑی ہے جس کی طرف محققین نے ابھی تک کما حقہ توجہ نہیں دی۔ اس سلسلے میں راقم نے مندرجہ ذیل تین مقالات قلم بند کئے اور دلائل و براہین سے حضرت مجدد سے اقبال کی عقیدت اور افکار اقبال پر افکارِ مجددیہ کے اثرات کو بیان کیا اور یہ ثابت کیا کہ اقبال کے تصورِ نودی

- میں سب سے بڑا محرک حضرت مجدد کا نظریہ وحدۃ الشہود ہے،
 (۱) علامہ اقبال اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، مطبوعہ اقبال ریویو، کراچی، اپریل
 ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء
 (۲) اقبال کے فلسفہ کی وی میں مقام عبدیت، مطبوعہ اقبال ریویو، کراچی، جولائی ۱۳۸۴ھ
 / ۱۹۶۴ء
 (۳) شریعت و طریقت افکار اقبال کی روشنی میں، مطبوعہ اقبال ریویو، کراچی، جنوری
 ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء عرصہ ہوا یہ تینوں مقالات اس کتاب میں شامل کئے جا رہے ہیں۔
 (مسعود)

- ۴۰ ----- اے شارٹ، ہسٹری آف ہندوستان، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء، ص ۲۹۸۔
 ۴۱ ----- مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۶۵-۸۱-۱۶۳
 ۴۲ ----- مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۵۳، بنام شیخ فرید بخاری
 ۴۳ ----- اشتیاق حسین قریشی: مقدمہ ہسٹری آف فریڈم مومنٹ، جلد اول، مطبوعہ کراچی،
 ۱۹۵۷ء، ص ۲۰

- ۴۴ ----- اشتیاق حسین قریشی: مسلم کمیونٹی آف انڈیا پاکستان، ص ۱۵۲
 ۴۵ ----- کلیات اقبال کے نام سے اقبال کے فارسی کلام کا مجموعہ ایران سے شائع ہوا ہے جس کا
 دیباچہ احمد سرودش نے لکھا ہے۔ اس دیباچے میں انہوں نے برصغیر پاک و ہند کو صرف
 ہند کے نام سے یاد کیا ہے اسلام اور ہندو ازم کو ایک قرار دیا ہے اور ہندو ازم کو دین
 حق سے تعبیر کیا ہے (معاذ اللہ)۔ مسٹر گاندھی کو گاندھی بزرگ کے نام سے یاد کیا ہے اور
 اس کے آگے سر نیاز خم کیا ہے۔۔۔۔۔ یہ بات سخت حیرت ناک ہے کہ کلام اقبال پر
 دیباچہ لکھنے والا فکر اقبال سے اتنا دور ہے (مسعود)

- ۴۶ ----- ڈاکٹر حفیظ ملک: مسلم نیشنلزم ان انڈیا اینڈ پاکستان، مطبوعہ واشنگٹن ۱۳۸۳ھ /
 ۱۹۶۳ء، ص ۵۵

- ۴۷ ----- مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۶۳، ۱۹۱
 ۴۸ ----- حضرت مجدد کی اسیری پر بحث کرتے ہوئے بعض حضرات نے مہابت خاں کی بغاوت کا
 اصل محرک اسی اسیری کو قرار دیا ہے۔ مثلاً

- (۱) ایس۔ ایف۔ محمود: اے شارٹ، ہسٹری آف اسلام، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۰ھ /
 ۱۹۶۰ء، باب ۱۳، ص ۵۳۴

- (۲) ڈاکٹر غلام جیلانی برق: فلسفیان اسلام، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء، ص ۲۷۷

(۳) جی الانا: آدر فریڈم فائٹرز، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء، ص ۲۸ وغیرہ
وغیرہ

تاریخی اعتبار سے یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ حضرت مجدد کی اسارت اور مہابت خان کی بغاوت میں کئی سال کا تفاوت ہے، صاحب روضۃ التیومیہ (مخطوطہ، مکتوبہ ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء مدینہ منورہ) ابوالفیض کمال الدین محمد احسان نے بہت سی غیر مؤرخانہ باتیں لکھ دی ہیں، یہ بات بھی وہیں سے لی گئی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ مہابت خان حضرت مجدد کا معتقد تھا اور ممکن ہے حضرت مجدد کی اسارت کا ہذبہ کئی سال بعد جوش میں آیا، جو خود جہانگیری کی اسارت پر منتج ہوا۔ (مسعود)

۴۹----- بدر الدین سرہندی: دصال احمدی، مطبوعہ سیالکوٹ، ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۹ء، ص ۱۸

۵۰----- تزک جہانگیری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء، ص ۶۹۸

۵۱----- (۱) بدر الدین سرہندی: مجمع الاولیاء، مخطوط لندن، ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳ء، ص ۴۴۳

(ب) تزک جہانگیری، ص ۶۵۶، ۶۹۶

۵۲----- یہ بات کتنی تکلیف دہ اور المناک ہے کہ چودھویں صدی ہجری میں بعض علماء اسلام نے وہ انقلاب برپا کر نیکی کوشش کی جو مطلوب و مقصود اکبر تھا جس کے خلاف جدوجہد میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اپنی عمر عزیز قربان کر دی۔۔۔۔۔ امام احمد رضا خاں بریلوی نے لاج رکھ لی اور پوری قوت سے اس مشن کے لئے کام کیا جو حضرت مجدد کا مقصود و مطلوب تھا اور بالآخر پاکستان معرض وجود میں آیا۔ (مسعود)

(میاں عبدالرشید: اسلام ان انڈیا پاک سب کو نیشنلسٹ، مطبوعہ لاہور،

۱۹۷۷ء، ص ۶۷)

۵۳----- نکولس مینوکی: فسانہ سلطنت مغلیہ، مترجمہ سید مظفر علی، مطبوعہ آگرہ ۱۳۳۹ھ /

۱۹۲۰ء، ص ۱۳۰

۵۴----- ملاحظہ فرمائیں:-

(۱) سید معین الحق: معاشری اور علمی تاریخ، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۵ھ /

۱۹۶۵ء، ص ۳۱۹

(ب) فیض عالم صدیقی: اختلاف امت کا المیہ، حصہ دوم، ۱۳۹۲ھ /

۱۹۷۲ء، ص ۴۸۳

نوٹ----- (۱) ڈاکٹر شیخ محمد اکرام نے اپنی تصنیف رود کوثر میں غیر مورخانہ باتیں لکھی تھیں۔ ڈاکٹر غلام مسطفیٰ خاں صاحب نے بن کامورخانہ تعاقب کرتے ہوئے ایک محققانہ کتاب

(۳) جی الانا: آدر فریڈم فائٹرز، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء، ص ۲۸ وغیرہ
وغیرہ

تاریخی اعتبار سے یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ حضرت مجدد کی اسارت اور مہابت خان کی بغاوت میں کئی سال کا تفاوت ہے، صاحب روضۃ التیومیہ (مخطوطہ، مکتوبہ ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء مدینہ منورہ) ابوالفیض کمال الدین محمد احسان نے بہت سی غیر مؤرخانہ باتیں لکھ دی ہیں، یہ بات بھی وہیں سے لی گئی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ مہابت خان حضرت مجدد کا معتقد تھا اور ممکن ہے حضرت مجدد کی اسارت کا ہذبہ کئی سال بعد جوش میں آیا، جو خود جہانگیری کی اسارت پر منتج ہوا۔ (مسعود)

۴۹----- بدر الدین سرہندی: دصال احمدی، مطبوعہ سیالکوٹ، ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۹ء، ص ۱۸

۵۰----- تزک جہانگیری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء، ص ۶۹۸

۵۱----- (۱) بدر الدین سرہندی: مجمع الاولیاء، مخطوط لندن، ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳ء، ص ۴۴۴

(ب) تزک جہانگیری، ص ۶۵۶، ۶۹۶

۵۲----- یہ بات کتنی تکلیف دہ اور المناک ہے کہ چودھویں صدی ہجری میں بعض علماء اسلام نے وہ انقلاب برپا کر نیکی کوشش کی جو مطلوب و مقصود اکبر تھا جس کے خلاف جدوجہد میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اپنی عمر عزیز قربان کر دی۔۔۔۔۔ امام احمد رضا خاں بریلوی نے لاج رکھ لی اور پوری قوت سے اس مشن کے لئے کام کیا جو حضرت مجدد کا مقصود و مطلوب تھا اور بالآخر پاکستان معرض وجود میں آیا۔ (مسعود)

(میاں عبدالرشید: اسلام ان انڈیا پاک سب کو نیشنلسٹ، مطبوعہ لاہور،

۱۹۷۷ء، ص ۶۷)

۵۳----- نکولس مینوکی: فسانہ سلطنت مغلیہ، مترجمہ سید مظفر علی، مطبوعہ آگرہ ۱۳۳۹ھ /

۱۹۲۰ء، ص ۱۳۰

۵۴----- ملاحظہ فرمائیں:-

(۱) سید معین الحق: معاشری اور علمی تاریخ، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۵ھ /

۱۹۶۵ء، ص ۳۱۹

(ب) فیض عالم صدیقی: اختلاف امت کا المیہ، حصہ دوم، ۱۳۹۲ھ /

۱۹۷۲ء، ص ۴۸۳

نوٹ----- (۱) ڈاکٹر شیخ محمد اکرام نے اپنی تصنیف رود کوثر میں غیر مورخانہ باتیں لکھی تھیں۔ ڈاکٹر غلام مسطفیٰ خاں صاحب نے بن کامورخانہ تعاقب کرتے ہوئے ایک محققانہ کتاب

"حضرت مجدد الف ثانی۔ ایک تحقیقی جائزہ" کراچی ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء پیش کی۔
 (۲) ایک بزرگ نے حضرت مجدد کی تعلیمات کو اونیون سے تعبیر کیا ہے اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ جو کام وہ تیس چالیس برس میں نہ کر سکے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے وہ کام چند برسوں میں کر دیے اور آنے والی صدیوں کو اتنا متاثر کیا کہ ہر مصلح کسی نہ کسی انداز میں متاثر نظر آتا ہے۔

(۳) ہیریو یونیورسٹی یروشلیم میں اسلامک کلچر کے لیکچرار، ڈاکٹر یوحنا فریڈمین نے انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز میگ گل یونیورسٹی (کینیڈا) سے حضرت مجدد پر ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ انہوں نے شیخ احمد سرہندی کے عنوان سے انگریزی میں ایک مقالہ پیش کیا جو ۱۹۷۱ء میں لندن میں طبع ہوا۔ محترم بشیر احمد خاں صاحب کی عنایت سے لندن سے راقم کو یہ مقالہ وصول ہوا۔

اس مقالے میں فریڈمین نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے بارے میں منفی انداز فکر اختیار کیا ہے۔ اکبری پالیسی کے خلاف حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی مساعی، پھر جہانگیری، شاہجہاں اور آخر میں اورنگ زیب عالم گیر پر آپ کے اور آپ کی تعلیمات کے اثرات کو زیر بحث لایا گیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی غیر مورخانہ کوشش کی ہے کہ دوسرے مؤرخین نے اس بارے میں جو مثبت انداز فکر اختیار کیا ہے، صحیح نہیں۔۔۔۔۔ سترھویں صدی عیسوی میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے خلاف جو کچھ لکھا گیا۔ فریڈمین نے اس کو بھی اجارا ہے اور یہ بتایا ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو جو عالمی، سیاسی اور روحانی پیشوا بنا کر پیش کیا جا رہا ہے، یہ خیال بیسویں صدی عیسوی کی پیداوار ہے۔ راقم کے خیال میں بنیادی طور پر یہ مقالہ ان اثرات کو زائل کرنے کے لئے لکھا گیا ہے جو گزشتہ تیس برسوں میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر شاندار کام کے نتیجے میں مرتب ہوئے۔ کینیڈا کی میگ گل یونیورسٹی میں اسی قسم کے کام ہوتے ہیں (مسعود)

۵۵۔۔۔۔۔ ملاحظہ فرمائیں:۔ (۱) مکتوبات سعیدیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء

(ب) مکتوبات معصومیہ، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء

۵۶۔۔۔۔۔ محمد امین: مقامات احمدیہ و ملفوظات معصومیہ، ص ۱۰۸

۵۷۔۔۔۔۔ (۱) مکتوبات معصومیہ دفتر سوم، مکتوب نمبر ۲۲۷

(ب) مستند خاں: آثار عالم گیری، مطبوعہ کلکتہ، ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء، ص ۸۲

۵۸۔۔۔۔۔ محمد اکرام: ہسٹری آف مسلم سویلیزیشن ان انڈیا اینڈ پاکستان، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۱ھ /

۱۹۶۱ء، ص ۲۷۱

۵۹ ----- تشکیل جدید الہیات، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء، ص ۲۹۸، ۲۹۹

۶۰ ----- ملاحظہ فرمائیں

(ا) زبدۃ المقامات، مطبوعہ کانپور، ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء، ص ۲۱۸

(ب) شاہ غلام علی: مکاتیب شریفہ، مکتوب اول، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء

(ج) شاہ غلام علی: ایضاح الطریقہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء، ص ۵۶

(د) قاضی سار اللہ: ارشاد الطالبین، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء، ص ۳

(ه) رحمان علی: تذکرہ علماء ہند، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۳ء، ص ۱۱

(و) غلام علی آزاد بلگرامی: سجتہ المرجان فی آثار ہندوستان ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء، ص ۴۷

۴۷

(ز) حبیب الرحمن خاں شردانی: قرۃ العین، مطبوعہ حیدرآباد دکن، ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء

(ح) صدیق حسن خاں: تقصار الجیود الاحرار، مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء، ص ۱۱۱، ۱۱۲

۱۱۱، ۱۱۲

(ط) صدیق حسن خاں: ریاض المرتاض، ص ۱۲۱، ۱۲۲

(ی) ابوالکلام آزاد: تذکرہ، مطبوعہ لاہور، ص ۲۵۵، ۲۵۶

۶۱ ----- اشتیاق حسین قریشی: مقدمہ ہسٹری آف دی فریڈم موومنٹ، جلد اول، مطبوعہ کراچی،

۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء، ص ۲۰

۶۲ ----- محمد یسین: اے سوشل ہسٹری آف اسلامک انڈیا، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء،

ص ۱۴ (حاشیہ)

۶۳ ----- ایس ایم اکرام: مسلم سویلیزیشن ان انڈیا اینڈ پاکستان، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۱ھ /

۱۹۶۱ء، ص ۲۷۰

۶۴ ----- حفیظ ملک: مسلم نیشنلزم ان انڈیا اینڈ پاکستان، مطبوعہ واشنگٹن، ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء،

ص ۵۴، ۵۵

۶۵ ----- عزیز احمد: اسٹڈیز ان اسلامک کلچر، باب ہفتم، مطبوعہ آکسفورڈ، ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء،

ص ۱۸۹

۶۶ ----- جمیل احمد: ہنڈرز ڈگریٹ مسلمز، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء، ص ۲۲۳

۶۷ ----- زبید احمد: دی کنٹری بیوشن آف انڈیا نو عربک لٹریچر، مطبوعہ الہ آباد، ۱۹۴۵ء، (مقدمہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقالہ

۲

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی عظمت اور مرتبیت

صحیح عقیدوں اور سچے خیالوں سے زمینِ دل پھلتی پھولتی ہے، عقائد صحیح نہ ہوں، خیالات پراگندہ ہوں تو زندگی بے کیف ہو کر رہ جاتی ہے، انسان کھویا کھویا سا معلوم ہوتا ہے، زندگی عذاب بن جاتی ہے، مایوسیاں گھیر لیتی ہیں، جو مٹی سے بنا تھا وہ مٹی میں مل جاتا ہے، وہ گرد و غبار میں کھو جاتا ہے، یہ انجام بھی کوئی انجام ہے؟ --- یہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے؟

عقائد کی درستگی تمام اعمال کی بنیاد ہے، جب سوچ ہی صحیح نہ ہو تو پھر کوئی چیز صحیح نہیں ہو سکتی، یہی وجہ ہے کہ جو زندگی بگاڑنا چاہتے ہیں وہ سوچ ہی پر نظر رکھتے ہیں اور سوچ ہی کو نشانہ بناتے ہیں --- عقائد کی درستگی کامیاب اور بامراد زندگی کی ضامن ہے --- مگر کس کو آئیڈیل بنائیں؟ --- کس کو نمونہ بنائیں؟ --- کس کی پیروی کریں؟ --- کہاں جائیں؟ --- کس کا دامن پکڑیں؟

بہت سے رہنما ہیں، بہت سے رہبر ہیں، ملت پریشناں، افراد بڑے ہوتے ہیں، جوان سہمے ہوتے ہیں --- پیچھے چلیں، ماضی قریب کو دیکھیں، شاید کوئی ایسی ہستی

MARFAT.COM

Marfat.com

مل جاتے جو سب کی محبوب ہو، جس کے دامن سے سب لپٹ جاتیں، تفرقہ مٹ جاتے، جس اتحاد کو ترس رہے ہیں، اس کی صورت نظر آجاتے۔۔۔۔۔ ہاں دیکھو دیکھو، گیارہویں صدی ہجری میں ہزارہ دوم کے آغاز میں ایک جلیل القدر ہستی نظر آرہی ہے، جس کی تعریف میں سب رطب اللسان ہیں، جو سب کی محبوب ہے، جس کا نام نامی شیخ احمد سرہندی ہے^۱، جو ۹۷۱ھ / ۱۵۲۴ء میں سرہند (مشرقی پنجاب، بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء میں سرہند ہی میں جنہوں نے وصال فرمایا۔۔۔۔۔ جن کو زمانے نے ”مجدد الف ثانی“ تسلیم کیا، جو اس منصب جلیلہ کے حوالے سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ ان کی شان کیا بیان کی جائے۔۔۔۔۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سند خاص عطا فرمائی اور مقام شفاعت سے حصہ عطا فرمایا^۲۔۔۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بچھڑے ہوؤں کو ملانے والا ”صلہ“ قرار دیا^۳۔۔۔۔۔ آپ کی نگاہ بلند لوح محفوظ پر تھی^۴۔۔۔۔۔ آپ کی نظر عالم برزخ پر تھی اور آپ وہاں کے عجائبات ”پچنم خود ملاحظہ فرماتے تھے“^۵۔۔۔۔۔ آپ کی نظر کائنات پر تھی، برصغیر کے وہ شہر آپ کی نظروں کے سامنے جلمگاہے تھے جہاں انبیاء علیہم السلام آرام فرما رہے ہیں^۶۔۔۔۔۔ آپ مستجاب الدعوات تھے، آپ کی دعا سے قضائے معلق بھی ٹل جایا کرتی تھی^۷۔۔۔۔۔ الغرض آپ کا مقام بہت ہی بلند ہے، اس بلندی تک ہماری فکر و نظر کی رسائی ممکن نہیں۔۔۔۔۔

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے قافلہ سالار ہیں جو خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دامن سے وابستہ ہے جن کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کچھ ڈال دیا جو آپ کے مبارک سینہ میں ڈالا گیا تھا، آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منظر اتم ہیں۔۔۔۔۔ اس سلسلہ عالیہ کی عظمت و جلالت اور اقرابت و محبوبیت کے لئے یہی ایک نسبت کافی ہے^۸۔۔۔۔۔

حس شھر مقدس میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ہوئی
اس کا تعارف کراتے ہوئے آپ خود فرماتے ہیں:-

شھر سرہند جو کہ میری جائے پیدائش ہے گویا میرے لئے
ایک گہرے اور تاریک کنوئیں کو پر کر کے اس پر ایک بلند
چبوترہ بنایا گیا ہے اور اس کو اکثر شھروں اور مقاموں پر بلندی
(فضیلت) بخش گئی ہے اور اس زمین میں ایک نور امانت کے طور
پر رکھا گیا ہے اور وہ نور اس نور کی طرح ہے جو بیت اللہ شریف
کی پاک و مقدس زمین سے روشن و درخشاں ہے^۹

اور اپنے مقصد پیدائش کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں:-

میں اپنی پیدائش کا جو مقصد سمجھتا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ
حاصل ہو گیا ہے، اور ہزار سالہ (تجدید کی) درخواست قبول ہو
گئی ہے الحمد للہ الذی جعلنی صلة بین البحرین و مصلحاً بین
الفئتنین (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے دو
سمندروں کو ملانے والا اور دو گروہوں کے درمیان صلح کرنے والا
بنایا)^{۱۰}

دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:-

علمائے ظواہر اور انھوں نے (ابن العربی کے متبعین) اعتدال اور
میانہ روی کے دونوں طرفوں (یعنی افراط و تفریط) کو اختیار فرمایا
اور حق کا درمیانی درجہ اس فقیر کو نصیب ہوا جس کی توفیق اس
فقیر کو دی گئی۔^{۱۱}

اور بطور تحدیث نعمت اپنے مقامات عالیہ کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں:-

اگرچہ طریقہ نقشبندیہ میں میرے پیر عبدالباقی ہیں لیکن میری تربیت کا کفیل اللہ الباقی ہے۔ میں نے اس کے فضل سے تربیت پائی ہے اور میں اجتہاد کی راہ پر چلا ہوں، میرا سلسلہ رحمانی سلسلہ ہے کیوں کہ میں عبدالرحمن ہوں اور میرا رب رحمن ہے اور میرا مربی ارحم الراحمین ہے اور میرا طریقہ سبحانی ہے ۱۲

دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

(یہ فقیر) عین الیقین اور حق الیقین کے بارے میں کیا کہے اور کہے تو کون سمجھے اور کون اس کی کنہ کو پاسکے اور کیا حاصل کر سکے ۱۳۔۔۔۔۔ یہ معارف ولایت کے دائرے سے خارج ہیں، ارباب ولایت علمائے ظاہر کی مانند ان کے ادراک سے عاجز اور ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔۔۔۔۔ یہ علوم انوار نبوت۔۔۔۔۔ کی مشکوٰۃ سے مقتبس ہیں جو الف ثانی کے آغاز کے بعد تبعیت اور وراثت کے طور پر تازہ ہوتے ہیں اور پوری تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوتے ہیں، ان علوم و معارف کا جاننے والا اس آلف (دوسرے ہزار سال) کا مجدد ہے ۱۴۔

تیسرے مکتوب میں ان معارف و اسرار عجیبہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

سبحان اللہ! اس قسم کے عجیب و غریب معارف جو مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں اور عجیب ہونے کی بنا پر قریب ہے کہ میرے ہم جنس مجھ سے نفرت کرنے لگیں اور جو میرے ہم راز ہیں وہ بھی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں اور مجرم ٹھہرائیں، نہ میرا ان معارف کے حصول میں کچھ اختیار ہے اور نہ ان کے اظہار میں

کچھ دخل ہے ۱۵۔

چوتھے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

ہمارا کلام اشارات و رموز اور بشارات کے ایسے خزانے ہیں کہ اکثر لوگوں کے لئے ان میں کوئی حصہ نہیں مگر یہ کہ حسن ظن کے ساتھ ان پر یقین رکھیں تو ان کو اس یقین کی وجہ سے ایسے ثمرات حاصل ہو سکتے ہیں جو ان کو نفع دیں ۱۶۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے علوم و معارف کو دیکھ کر خواص ہی نہیں اخص الخواص حیران ہیں، آپ شان الحیات کے سیاح ہیں جہاں ایک گوشے میں ابن العربی علیہ الرحمہ تشریف فرما ہیں، آپ خود فرماتے ہیں:-

شان العلم سے بلند تر شان الحیات ہے کہ علم اس کا تابع ہے اور وہ تمام صفات کی اصل ہے۔۔۔ اور یہ شان الحیات ایسی عظیم الشان، شان ہے دوسری تمام شیوں و صفات اس کے پہلو میں ایسی نسبت رکھتے ہیں جیسے چھوٹی نہر کو دریائے محیط سے نسبت ہے۔۔۔ عجیب بات ہے کہ شیخ بزرگوار (ابن العربی) نے اس وسیع مملکت کی سیر نہیں کی اور نہ اس کے انمول علوم و معارف کے پھول چنے۔۔۔ اس وقت جب کہ یہ فقیر اللہ سبحانہ کے کرم سے اس عظیم الشان، شان (شان الحیات) کی سیر میں مصروف تھا تو اس مقام کے نیچے مسافت بعیدہ طے کرنے کے بعد یہ بات مشاہدہ میں آئی کہ اس مقام پر شیخ (ابن العربی) کا حجرہ ہے جس میں وہ اقامت پذیر ہیں۔ شاید آخر میں اس مقام سے بہرہ مند ہونے کے بعد ترقی ہو ۱۷۔

مکتوبات شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے غیبی خزانوں سے آپ کو بہت کچھ عطا فرمایا، مکتوبات شریف اسرار و معارف کا بحر زخار ہیں جس کا احاطہ ممکن نظر نہیں آتا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ معاشرے کے اس عظیم طبقے کے قائد سالار ہیں جس نے اسلام کے لئے سب کچھ لٹایا، جو کچھ کہا، اللہ کے لئے کہا،۔۔۔۔۔ جو کچھ کیا اللہ کے لیے کیا، مخلوق سے کچھ نہ چاہا۔۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی مقدس شخصیت اس گروہ احرار کی قائد و رہنما ہے، آپ کی شخصیت کے ارد گرد سب جمع نظر آ رہے ہیں۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۔ ۱۱۷۲ھ / ۱۸۶۴ء)، مسلک دیوبند کے مولوی رشید احمد گنگوہی (م۔ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء)، مسلک اہل حدیث کے نواب صدیق حسن خان (م۔ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء)، مسلک بریلوی کے قائد مولانا احمد رضا خان بریلوی (م۔ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء)، آپ کے خلیفہ مفتی ضیاء الدین قادری (م۔ ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء)، جدید دانشوروں کی محبوب شخصیت ڈاکٹر محمد اقبال (م۔ ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء)۔۔۔۔۔ الغرض حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تعریف میں سب ہی رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اوحد زمانہ و فرید اوانہ، الجہبذ الراسخ فی الشریعة و

الطريقة، والطود السامح في المعرفة، والحقيقة، ناصر السنة
 وقامع البدعة، المسلك في شرعة الهدى واکرم بها من
 شرعة، سراج الله الموضوع ليستضي به من شاء من
 عباده المؤمنين، و سيف الله المسلول على اعدائه من
 الكفرة والمبتدعين الامام العارف العالم الالمعي مولانا
 الشيخ احمد الفاروقى الماتريدى الحنفى النفسبندى
 السرهندى-^{۱۸}

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:-

ان کی جلالت شان یہاں تک پہنچی کہ ان کے متعلق بے کھٹکے
 کہا جا سکتا ہے کہ ان سے محبت رکھنے والا مومن و متقی اور
 عداوت رکھنے والا فاجر و شقی ہے۔^{۱۹}

مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:-

حسن کی کوشش کا نتیجہ (ہے) کہ میں اور آپ آج مسلمان تو
 کہلاتے ہیں۔^{۲۰}

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:-

اولیاء اللہ میں آپ کا مرتبہ ایسا ہے جیسے انبیاء میں الوالعزم
 حضرات کا۔۔۔۔ آپ کا طریقہ کتاب و سنت کی اتباع پر مبنی
 ہے۔^{۲۱}

مولانا احمد رضا خاں بریلوی^{۲۲}، ندوة العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی
 مونگیری (م۔ ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷-۸) کے نام ایک خط میں ان کو حضرت مجدد
 الف ثانی علیہ الرحمہ کا ایک اہم ارشاد یاد دلاتے ہوئے اور اس کو واجب الطاعت

قرار دیتے ہیں، آپ فرماتے ہیں۔

بالفعل آپ جیسے صوفی صافی کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں، حضرت ممدوح اپنے مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں۔

”فساد بتدع زیادہ تراز فساد صحبت صد کافرست“

(ترجمہ: بدعتی کا فتنہ سینکڑوں کافروں کی صحبت کی فتنے سے بدتر ہے)

مولانا! خدارا انصاف آپ یا زید اور اراکین (ندوة العلماء) مصلحت دین و مذہب کو زیادہ جانتے ہیں یا حضرت شیخ مجدد؟ مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے امید نہیں کہ اس ارشاد ہدایت بنیاد کو معاذ اللہ باطل جانیتے اور جب وہ حق ہے اور پیشک حق ہے تو کیوں نہ مانیتے۔ ۲۳

مدینہ منورہ کے عارف کامل اور فاضل جلیل حضرت مفتی ضیاء الدین قادری مدنی (م۔ ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء) کے جدِ اعلیٰ علامہ عبدالحکیم سیال کوٹی (م۔ ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۷ء) نے سب سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو ”مجدد الف الثانی“ لکھ کر دوسرے ہزارے کے لئے آپ کی مجددیت کا اعلان فرمایا۔۔۔ بقول شیخ محمد عارف مدنی، مفتی ضیاء الدین مدنی اپنے سر پر دونوں ہاتھ رکھ کر، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے لئے فرمایا کرتے تھے۔۔۔

حضرت مجدد تو ہمارے سر کے تاج ہیں

مشرق کے عظیم شاعر و فلسفی ڈاکٹر محمد اقبال تو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے

اتنے متاثر ہوتے کہ اپنے مشہور ”تصور خودی“ کی بنیاد ہی حضرت مجدد کے تصور
 ”وحدۃ الشہود“ پر رکھی ۲۴۔۔۔ وہ حضرت مجدد کے فیض کی اس طرح بھیک مانگ
 رہے ہیں ۷

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
 اب مناسب ہے کہ تیرا فیض ہو عام اے ساقی ! ۲۵
 وہ ظلمت کدہ ہند میں مہتاب کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور حضرت مجدد کی
 چوکھٹ پر کھڑے عرض کر رہے ہیں ۷

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
 ترے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی ! ۲۶

آپ نے ملاحظہ فرمایا، سب ہی علماء و دانشور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ
 کے گرد جمع ہیں اور ان کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔۔۔۔ جن امور میں مسلمانوں
 کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے اگر ہم حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے ارشادات کی
 روشنی میں ان کا جائزہ لیں تو اختلاف سے اتحاد کی طرف قدم بڑھا سکتے ہیں کیوں کہ
 آپ سب ہی کے محبوب ہیں۔۔۔۔ جسموں کا اتحاد کوئی معنی نہیں رکھتا، اصل اتحاد،
 فکر کا اتحاد ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم کو اتحاد فکر کی دولت سے مالا مال فرماتے تاکہ ہم محبت
 و یگانگت کی فضا میں سانس لے سکیں اور بیچپن روتوں کو چپن کا پیغام دے سکیں۔
 اب ہم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے فارسی مکتوبات سے اختلافی مسائل
 کے بارے اقتباسات پیش کریں گے تاکہ سب پر واضح ہو جائے کہ باطل کیا ہے اور
 حق کیا ہے؟

تعلیقات و حواشی

۱ -- تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ فرمائیں۔

(ا) بدرالدین سرہندی: حضرات القدس، لاہور

(ب) بدرالدین سرہندی: مجمع الادبیات (۱۶۳۴)، مخزنہ انڈیا آفس لائبریری، لندن

(ج) محمد مسعود احمد: سیرت مجدد الف ثانی، کراچی، ۱۹۸۳ء

(د) محمد ہاشم کشمیری: زبدۃ المقالات، کانپور، ۱۸۹۰ء

(ه) احمد رضا خاں بریلوی: اطائب التہانی فی مجدد الف ثانی (قلمی) ۱۳۰۲ھ /

۱۰۷

۲ -- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، (ترجمہ اردو ادارہ مجددیہ) مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء مکتوب

نمبر ۱۰۶، ص ۳۲۶

۳ -- ایضاً: مکتوبات، جلد دوم، (ترجمہ اردو ادارہ مجددیہ) حصہ اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء مکتوب

نمبر ۶،

۴ -- بدرالدین سرہندی: وصال احمدی، سیال کوٹ، ص ۵۴

۵ -- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوبات نمبر ۱۶، ص ۶۵

۶ -- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۶۸، ص ۲۰۲

۷ -- ایضاً، مکتوبات، جلد اول، (ترجمہ اردو ادارہ مجددیہ)، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی، مکتوب نمبر

۱۰۲، ص ۱۰۲

۸ -- سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ (م ۴۸ھ) کے بعد حضرت بایزید بسطامی

رضی اللہ عنہ (م ۲۲۶ھ) کا نام آتا ہے کیوں کہ آپ نے طریقہ اویسیہ میں حضرت جعفر صادق

رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کیا۔ پھر ان کے بعد ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ (م ۴۲۵ھ) کیوں

کہ آپ نے بایزید بسطامی کی روحانیت سے سلوک کی تربیت پائی۔ (سفینۃ الادبیات، کانپور،

۱۸۸۴ء، ص ۷۴) مشائخ سلسلہ نقشبندیہ نے اس طریقہ اویسیہ کو تفصیلت دی۔ بیچے اس سلسلے

کے ان مشائخ کا نام لکھا جاتا ہے جو طریقہ اویسیہ میں شامل نہیں تاکہ کوئی غلط فہمی نہ رہے۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد ان مشائخ کے نام آتے ہیں۔

۱۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ (م ۱۸۳ھ)، بغداد

- ۲۔ امام موسیٰ رضارضی اللہ عنہ (م۔ ۲۰۸ھ)، بغداد
- ۳۔ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ (م۔ ۲۰۰ھ)، بغداد
- ۴۔ حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ (م۔ ۲۵۰ھ)، بغداد
- حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کے بعد ان مشائخ کے نام آتے ہیں:-
- ۱۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ (م۔ ۲۹۷ھ)، بغداد
- ۲۔ حضرت ابی علی احمد روزباری (م۔ ۳۲۲ھ)، مصر
- ۳۔ حضرت علی حسن بن احمد الکاتب علیہ الرحمہ (م۔ ۳۴۶-۵۶ھ)، مصر
- ۴۔ حضرت سعید بن سلام المغربی علیہ الرحمہ (م۔ ۳۷۳ھ) نیشاپور
- ۵۔ حضرت ابوالحسن علی خرقانی علیہ الرحمہ (م۔ ۴۲۵ھ)، طولس
- ۶۔ حضرت ابی القاسم علی الکرگانی علیہ الرحمہ (م۔ ۴۵۰ھ)، مصر
- (عبدالحمید ظہماز: العلامة شیخ محمد الحاد رحمہ اللہ تعالیٰ، مطبوعہ دمشق، ۱۹۸۱ء، ص ۲۰۹-۲۱۰)
- ۹۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۲۲، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء، ص ۷۹
- ۱۰۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۶، ص ۳۸
- ۱۱۔ ایضاً، مکتوب نمبر ۱، ص ۲۴
- ۱۲۔ ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۸، ص ۲۴
- ۱۳۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے بھی اپنے ایک مکتوب میں ایسے معارف کے سمجھنے سے اپنے عجز کا اظہار فرمایا ہے۔ مسعود
- (خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق، دہلی ۱۹۵۳ء، مکتوب شیخ، ص ۳۱۲-۳۴۴)
- ۱۴۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۴، ص ۳۵
- ۱۵۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۸، ص ۲۵۶
- ۱۶۔ احمد سرہندی: مکتوبات جلد دوم، مکتوب نمبر ۸، ص ۴۲
- ۱۷۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۷۳، کراچی ۱۹۹۳ء، ص ۲۰۴-۲۰۵
- ۱۸۔ زید ابوالحسن فاروقی: المجموعۃ السنیۃ، دہلی ۱۹۸۳ء، ص ۴۱
- ۱۹۔ شیخ محمد صالح زواوی: نفائس السانحات فی تزییل الباقیات الصالحات، مکہ مکرمہ ۱۳۰۰ھ، ص ۳۰
- ۲۰۔ محمد ہاشم جان مجددی: بیاض قلمی محررہ ۲۵ مئی ۱۹۶۳ء، کراچی
- ۲۱۔ صدیق حسن خاں: نقصار الجیود الاحرار من تذکار جنود الابرار، بھوپال، ص ۳۴۶
- ۲۲۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کریں:-

(ا) ڈاکٹر حسن رضا خاں : فقہ اسلامی میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کی خدمات، پٹنہ، ۱۹۸۱ء۔
(مقالہ ڈاکٹریٹ پٹنہ یونیورسٹی)

(ب) ڈاکٹر مجید اللہ قادری : کنز الایمان اور دیگر معروف قرآنی اردو تراجم، کراچی ۱۹۹۳ء۔ (مقالہ
ڈاکٹریٹ کراچی یونیورسٹی)

(ج) ڈاکٹر محمد عبدالباری صدیقی : حضرت احمد رضا بریلوی کے حالات اور اصلاحی کارنامے،
کراچی (مقالہ ڈاکٹریٹ سندھ یونیورسٹی پاکستان)

(د) ڈاکٹر محمد مسعود احمد : محدث بریلوی، کراچی ۱۹۹۳ء۔

(ه) ڈاکٹر اوشا سانیال : سنی اسلام اور احمد رضا خاں بریلوی، دہلی ۱۹۹۴ء۔ (مقالہ ڈاکٹریٹ
کولمبیا یونیورسٹی، امریکہ)

(و) ڈاکٹر مصطفیٰ محمد مکرم احمد : فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی جائزہ، کراچی، ۱۹۹۱ء۔

(ز) ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی : اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی، بریلی (۱۹۹۶ء)، مقالہ ڈاکٹریٹ
روہیلکنڈ یونیورسٹی، بریلی

(ح) محمود حسین : مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،
علی گڑھ، بھارت

۲۳ - مولانا احمد رضا خاں بریلوی : مکتوبات، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۹۱

۲۴ - تفصیلات کے لئے راقم کا مقالہ۔

"حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال"، (سیال کوٹ ۱۹۸۰ء) مطالعہ فرمائیں۔ اس کا
انگریزی ترجمہ ادارہ مسعودیہ نے ۱۹۹۶ء میں کراچی سے شائع کر دیا ہے۔ اردو متن اس کتاب
میں بھی شامل کیا جا رہا ہے۔

۲۵ - اقبال : بال جبریل، لاہور، ص ۱۷

۲۶ - اقبال : بال جبریل، لاہور، ص ۱۸

الحمد لله

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقالہ

۳

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے افکار و خیالات

عقیدہ جیسا کہ ابتداء میں عرض کیا گیا عقائد کی درستگی تمام اعمال کی بنیاد ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ عقائد کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

علماء اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیم کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کو درست کریں اکیوں کہ آخرت کی نجات انھیں بزرگواریوں کی بے خطا آراء اور اقوال کی تابعداری پر موقوف ہے^۱۔

خالق و مخلوق

○ ----- ذات باری تعالیٰ کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا تصور یہ ہے:-

اللہ تعالیٰ اپنی ذات مقدس کے ساتھ خود موجود ہے اور تمام اشیاء اس تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہیں^۲۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے جن

خیالات کا اظہار فرمایا وہ عوام کے فہم سے بہت ہی بلند ہیں۔ ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:-

توحید سے مراد یہ ہے کہ قلب کو ماسوائے حق کی توجہ (سے) خلاصی حاصل ہو جائے۔ جب تک دل ماسوائے حق (غیر حق) کی گرفتاری میں پھنسا ہوا ہے، اگرچہ بہت ہی تھوڑا ہو، توحید والوں سے نہیں ہے (مکتوبات، ج ۱، م ۱۱۱، ص ۲۹۶)

آگے چل کر فرماتے ہیں:-

ہاں ایک کہنا اور ایک جاننا ایمان کی تصدیق کے لئے ضروری ہے اور اس سے چارہ نہیں (ایضاً، ص ۲۹۶)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک توحید کی حقیقت یہ ہے کہ موحد کے دل سے غیر اللہ کا خیال تک کل جائے (ہر وہ چیز غیر اللہ ہے جو مسلمان کو اللہ سے غافل کر دے)۔۔۔ البتہ جو اللہ کو ایک کہتا اور مانتا ہے وہ بھی موحد ہے۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اس کے خلاف ہیں کہ نقائص کو اللہ سے نسبت دی جائے۔۔۔ آپ فرماتے ہیں:-

اور نقائص کی باتیں حق سبحانہ و تعالیٰ کی جناب قدس سے مسلوب ہیں۔ اور حق تعالیٰ جو اہر، اجسام اور اعراض کی صفات و لوازم سے پاک و منزہ ہے۔ نیز زمان و مکاں اور جہت کی بھی حضرت حق تعالیٰ کی شان میں گنجائش نہیں ہے کیوں کہ یہ سب چیزیں اسی کی مخلوق ہیں (مکتوبات، ج ۲، م ۶۷، ص ۲۳۲)

بعض حضرات حق تعالیٰ کے لئے غیب کی اس بنا پر نفی کرتے ہیں کہ اس سے تو کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اس خیال کی تردید

فرماتے ہوئے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

حق تعالیٰ اپنے کلام مجید میں علم غیب کے ساتھ اپنی تعریف فرماتا اور اپنے آپ کو عالم الغیب فرمایا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ سے علم غیب کی نفی کرنا نہایت ہی قبیح اور برا ہے اور فی الحقیقت حق سبحانہ و تعالیٰ کی (ایک گونہ) تکذیب ہے (مکتوبات، ج ۱، ص ۱۰۰)

(۱۰۰، ص ۲۷۶)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کے قاتل ہیں، وہ اس کے بھی قاتل ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ کا دیدار فرمایا اور ان حضرات کی تکذیب فرماتے ہیں جو اس بنا پر دیدار الہی کے قاتل نہیں کہ یہ دنیا میں رہتے ہوئے ممکن نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

شب معراج میں آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رویت (باری تعالیٰ) دنیا میں واقع نہیں ہوتی بلکہ آخرت میں واقع ہوتی ہے کیوں کہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس رت جب مکان و زماں کے دائرے سے باہر پہنچ گئے اور تنگی مکان سے نکل گئے تو ازل و ابد کو آن واحد پایا اور ابتداء و انتہا کو ایک نقطہ میں متحد دیکھا اہل بہشت کو جو ہزار ہا سال کے بعد بہشت میں جائیں گے، دیکھ لیا۔ (ایضاً، ج ۱، ص ۲۸۳)

تعظیم و تکریم قرآن

○ ----- دور جدید میں بعض اسلامی ممالک میں جو بین الاقوامی سازشوں کی زد میں ہیں قرآن کریم کی تعظیم و تکریم نہیں کی جاتی، نہ اس پر چولی چڑھائی جاتی ہے، نہ

جزدان میں لپیٹا جاتا ہے بلکہ بے کھٹکے زمین پر رکھ دیا جاتا ہے جب کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے قرآن عظیم کی تکریم و تعظیم ثابت ہے۔ صحیحی تو تیرہ صدیوں تک مسلسل قرآن کریم کا احترام کیا گیا بلکہ اب بھی تمام ممالک میں کیا جاتا ہے افسوس قرآن کریم کی تعظیم و تکریم جو کبھی اختلافی مسئلہ نہ تھا، دشمنان اسلام کی سازشوں نے اس کو بھی اختلافی مسئلہ بنا دیا۔ اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا موقف نہایت ہی معقول اور مدلل ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

قرآن مجید خداوند جل سلطانہ کا کلام ہے جس کو حرف و آواز کے لباس میں ہمارے پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا گیا ہے اور اس کے ذریعہ بندوں کو امر و نہی کا حکم دیا گیا ہے۔۔۔۔۔ جس طرح ہم اپنے کلام نفسی کو تالو اور زبان ذریعہ حرف و آواز کے لباس میں لا کر ظاہر کرتے ہیں اور اپنے پوشیدہ مقاصد و مطالب کا اظہار کرتے ہیں اس طرح حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے کلام نفسی کو تالو اور زبان کے واسطے کے بغیر محض اپنی قدرت کاملہ سے حرف و آواز کا لباس عطا فرما کر اپنے بندوں کے لئے بھیجا ہے اور اپنے پوشیدہ اوامر و نواہی کو حرف و آواز کے ضمن میں رہ کر ظاہر فرما دیا ہے۔۔۔۔۔ اس کلام کی دونوں قسمیں یعنی نفسی و لفظی حق حل و علا کا کلام ہیں اور ان دونوں قسموں پر کلام کا اطلاق کرنا حقیقت کے طور پر ہے، جس طرح کہ ہمارے کلام کی دونوں قسمیں نفسی و لفظی حقیقت کے طور پر ہمارا کلام ہیں نہ یہ کہ قسم اول حقیقت ہے اور قسم ثانی مجاز کیوں کہ مجاز کی نفی جائز ہے اور کلام نفسی کی نفی کرنا اور اس کو کلام خدا نہ کہنا کفر ہے ۴

جن اسلامی ممالک میں کلام لفظی کو کلام اللہ نہیں سمجھتے یہ منہر ت مجدد

ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے حضور باادب رکھے۔ آمین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب قرآنی اوراق نکالتے تو چومتے اور سر پر رکھتے، نہ معلوم ہم کو کیا ہو گیا، ہم کہاں سے کہاں چلے گئے!

شریعت و طریقت

○ ----- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے مکتوبات میں شریعت پر خاص زور دیا ہے اور اس خیال کو باطل قرار دیا ہے کہ شریعت و طریقت دو الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ آپ کے نزدیک شریعت، طریقت ہے اور طریقت، شریعت ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے مکتوبات میں اکبر بادشاہ اور جہاں گیر بادشاہ کے درباریوں، وزیروں اور عوام و خواص سب کو شریعت کی طرف متوجہ کیا اور اس کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ ہم مکتوبات سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو گا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو مسلمانوں کے لئے کتنا ضروری خیال فرماتے ہیں۔

(۱) مستقیم الاحوال مشائخ۔۔۔ شریعت و طریقت اور حقیقت کے

تمام مراتب میں حق سبحانہ، د تعالیٰ کی اطاعت کو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت میں جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کی وہ اطاعت جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کی اطاعت) کی صورت میں نہ ہو اسے عین ضلالت و گمراہی خیال کرتے ہیں
(مکتوبات، ج ۱، ص ۱۵۲)

(۲) انسان جب تک پر اگندہ تعلقات کے میل کچیل سے آلودہ ہے

(محبوب حقیقی) سے محروم و مبجور ہے۔ حقیقت جامع (دل) کے آئینے کو غیر اللہ کی محبت سے زنگ سے صاف کرنا ضروری ہے اور اس زنگ دور کرنے کے لئے سب سے بہتر مصقلہ (زنگ دور کرنے والی چیز) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشن و بلند سنت کی پیروی کرنا ہے۔ اتباع سنت کا دارومدار نفسانی عادتوں کے ہٹانے اور ظلماتی رسموں کے دور کرنے پر ہے (مکتوبات ج ۱، م ۴۳)

(۳) محبوب رب العالمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔۔۔ کی اتباع کے بغیر نجات ممکن نہیں (ایضاً، م ۷۸)

(۴) پس لازم ہے کہ ہمیشہ اپنی ہمت کو احکام شرعیہ کی بجا آوری میں صرف کیا جائے اور اہل شریعت علماء و صلحاء کی تعظیم و توقیر کرنی چاہئے اور شریعت کو رواج دینے میں کوشاں رہنا چاہئے اور گمراہ اور اہل بدعت ذیل و ثوار رکھنا چاہئے (ایضاً، م ۶۵)

(۵) جو کچھ کل قیمت کے دن کام آئے گا حضرت صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔۔۔ کی متابعت ہے (ایضاً، م ۱۸۴)

(۶) آپ کی امت آپ ہی کی متابعت کی برکت سے خیر الامم قرار دی گئی اور ان میں کے اکثر اہل جنت میں سے ہیں اور کل بروز قیامت آپ ہی کی متابعت کی بدولت تمام امتوں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے اور وہاں کی نعمتیں حاصل کریں گے (ایضاً، م ۲۴۹)۔

(۷) اگر ان دو باتوں میں اسہکام ہو جائے تو پھر کوئی غم نہیں۔

(۱) صاحب شریعت غزوا علی آلہ السلمۃ والسلام کی متابعت۔

(ب) شیخ طریقت سے عقیدت و محبت (ایضاً، ج ۳، م ۱۳)

سجدہ تعظیمی

○ ----- سجدہ تعظیمی کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا موقف بالکل واضح ہے جہاں گیر بادشاہ کے ایک مقرب۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:-
کئی بعض فقہاء نے اگرچہ بادشاہوں کے لئے سجدہ تحیثہ جائز رکھا ہے لیکن بادشاہوں کے لئے مناسب یہی ہے کہ اس امر میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع کریں اور اس قسم کی ذلت و انکساری حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے لئے پسند نہ کریں۔ حق سبحانہ اللہ و تعالیٰ نے ایک جہاں کو ان کے تابع اور محتاج بنایا ہے، اس نعمت کا شکر بجالاتیں اور اس قسم کی تواضع کو جس سے کمال درجہ کا عجز و انکسار ظاہر ہوتا ہے جناب قدس تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ مسلم رکھیں اور اس امر میں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناتیں اگرچہ بعض نے اس امر کو جائز رکھا ہے لیکن مناسب یہی ہے کہ ان کا حسن تواضع اس امر کو پسند نہ کرے ۶

۱۶۱۸ / ۱۰۲۸ھ میں جب جہاں گیر بادشاہ نے اپنے دربار میں بلایا تو آپ نے سجدہ تعظیمی سے انکار کر دیا جس کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں مگر غیر اللہ کے آگے سر نہ جھکایا۔

گردن نہ جھکی جس کی جھاں گیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے گرمی احرار ۷

نور و بشر

○ ----- اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ نور فرمایا^۸ اور دوسری جگہ بشر کہلویا^۹۔۔۔ انسان حیران ہے، کیا کہے کیا نہ کہے !
۔۔۔۔۔ یہی حیرانگی اختلاف کا سبب بنی۔۔۔۔۔ ”نور کے لباس بشر“ میں ہونے کی اللہ نے یہ حکمت بیان فرمائی کہ بشر کو جب ہی انس پیدا ہوتا ہے جب اس کا ہاوی ورہبر لباس بشری میں ہو اس لئے فرمایا۔۔۔۔۔

اگر نبی فرشتہ کر کے بھیجتے جب بھی اسے مرد (بشر) ہی

بناتے اور ان پر وہ شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں۔^{۱۰}

یعنی مشیت ایزدی۔۔۔ یہی ہے انسانوں کو جو بھی ہدایت کے لئے بھیجا جائے خواہ وہ نور ہی کیوں نہ ہو انسان ہی کی شکل میں اور لباس بشری میں بھیجا جائے گا۔۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ چاہنے والے اور محبت کرنے والے محبوب کی حقیقت کی کھوج نہیں لگاتے، وہ تو اس کے حسن و جمال پر مٹتے ہیں، یہ محبت کی فطرت ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری نظر۔۔۔ ہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی طرح لباس بشری میں الجھ کر نہ رہ جائے۔

اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا موقف بالکل واضح ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

جاننا چاہیے ”خلق محمدی“ دوسرے تمام افراد انسانی کی پیدائش

کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں کوئی بھی فرد ان کی پیدائش کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق جل و علا کے نور سے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:-

خلقت من نور اللہ^{۱۱}

(میری پیدائش اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوتی ہے)

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔۔۔ "سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا۔۔۔۔۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔۔۔ "میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور مومن میرے نور سے پیدا ہوتے ہیں"

لہذا لازمی طور پر حق جل و علا اور تمام حقائق کے درمیان آپ واسطہ ہیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے کے بغیر کسی بھی مطلوب تک وصول محال ہے^{۱۲}

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:-

جن مجبوروں نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتر کہا اور دوسرے لوگوں کی طرح خیال کیا وہ آپ کی ذات کے منکر ہو گئے۔ جس طرح کفار نے انبیاء علیہم السلام کو دوسرے لوگوں کی طرح جانا اور کمالات نبوت کے منکر ہو گئے۔^{۱۳}

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:-

عام لوگ ظاہری شرکت دیکھتے ہیں اور خواص بلکہ اخص الخواص

کو اپنے رنگ میں تصور کر کے انکار و اعتراض میں آجاتے ہیں

اور محروم رہ جاتے ہیں۔^{۱۴}

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

جن محروموں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح ان کو تصور کیا تو لازمی

طور پر وہ (آپ کے) منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسالت اور رحمت عالمیاں کے

عنوان سے جانا اور باقی تمام لوگوں سے ممتاز دیکھا وہ ایمان کی

دولت سے مشرف ہو گئے اور نجات پا گئے۔^{۱۵}

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو بہت ہی بلند ہے، حضرت مجدد الف ثانی

علیہ الرحمہ کے نزدیک مسلمانوں میں صرف وہ لوگ قرآن عظیم کے اسرار تک رسائی

حاصل کر سکتے ہیں جنہوں نے خود کو بشری آلودگی سے پاک کر لیا۔ آپ فرماتے ہیں:-

قرآن کریم کے پوشیدہ اسرار تک وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں جو

بشریت کے تعلقات کی آلودگی سے پاک ہو گئے ہوں۔^{۱۶}

دنیوی اور اخروی زندگی

○ ----- اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے نیکو کار مسلمانوں کو اچھی زندگی کی

بشارت دی،^{۱۷} شہیدوں کو حیات جاوید کی خوشخبری سنائی^{۱۸}۔۔۔ اپنے دوستوں

اور محبوبوں کو دنیا و آخرت کی خوشخبریاں سنائیں^{۱۹}۔۔۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی

زندگی کی کیا بات کی جائے اور امام الانبیاء تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات

طیبہ کی حقیقت یک کس کی رسائی ہو؟۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ انبیا۔
علیہم السلام کی زندگی پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

آپ نے سنا ہو گا الانبیاء یصلون فی القبور۔۔۔ انبیا۔ علیہم
السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔۔۔ ہمارے پیغمبر علیہ و
علی آلہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج میں جب حضرت کلیم علی
نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک سے گزرے تو دیکھا کہ
حضرت موسیٰ (علیہ السلام) قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔۔۔ اس
مقام کے معاملات نہایت عجیب و غریب ہیں۔^{۲۰}

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

اور آج کل چوں کہ میرے فرزند اعظم مرحوم (محمد صادق) کی
وفات کی وجہ سے اس مقام (عالم برزخ) کی طرف توجہ اور نظر
کرنے کا بہت اتفاق ہوتا ہے اس لئے نہایت ہی عجیب و
غریب اسرار ظاہر ہوتے ہیں اگر ان کا تھوڑا سا حصہ بھی بیان کیا
جائے تو فتنہ کا باعث ہو جائے گا۔^{۲۱}

پھر فرماتے ہیں:-

قبر بھی جنت کے باغوں میں ایک باغیچہ ہے، اگر چہ عقل کوتاہ
اندیش ان باتوں کے تصور سے عاجز ہے لیکن وہ اور ہی آنکھ ہے
جو ان عجائبات کا تماشادیکھتی ہے۔^{۲۲}

ان نگارشات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی نگاہ بلند عالم برزخ کا کھلی آنکھوں
مشاہدہ کر رہی تھی نیز یہ کہ مٹی میں ملنے کا تصور انبیا۔ و شہداء۔ اور صلحاء کے بارے میں
کیا ہی نہیں جاسکتا، ہاں گنہ گار و سیہ کار اور گستاخ و بے ادب مرکر مٹی میں مل جاتے

تو کچھ تعجب کی بات نہیں، اس کے لئے یہ عقیدہ درست ہے۔

نور ہی نور

○ ----- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ تھا یا نہیں۔۔۔۔۔ اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے:-
چوں کہ آں سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود عالم ممکنات سے نہیں ہے بلکہ اس عالم کے فوق سے ہے تو لازمی طور پر آپ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا سایہ نہ تھا، اور پھر یہ بھی ہے کہ عالم شہادت میں کسی شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور آپ سے زیادہ عالم میں کوئی چیز لطیف ہی نہیں تو سایہ کی کیا گنجائش ہے؟ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ و التسلیمات۔ ۲۳

عظمت مصطفیٰ

○ ----- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے محبوب بھی ہیں اور مطلوب بھی اس لئے آپ کی محبت کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے ۲۴ اور اطاعت کی بھی تاکید کی گئی ہے ۲۵۔۔۔۔۔ پھر بھی اختلاف پایا جاتا ہے اور تعظیم سے روکا جاتا ہے۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے بڑی دل لگتی بات فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں:-
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم کی شان کو اس دنیا میں کیا پاسکتے ہیں اور آپ کی عظمت و بزرگی کو اس

جہاں میں کیا پہچان سکتے ہیں کیوں کہ اس دور ابتلاہ (دنیا) میں سچ، جھوٹ کے ساتھ اور حق، باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔۔۔۔۔ لیکن قیامت کے دن آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہو جائے گی جب کہ آپ پیغمبروں کے امام ہوں گے اور ان کی شفاعت کرنے والے ہوں گے اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام انبیاء و المرسلین من الصلوٰۃ افضلھا و من التسلیمات اکملھا ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ ۲۶

سچ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی انسان نے اپنے رب کو جانا اور مانا، آپ سے رخ پھیرنا سراسر احسان فراموشی ہوگی۔ احسان مندی کا تقاضا یہ ہے کہ محسن کا احسان مانا جائے، اس کا کہا مانا جائے، اس کو یاد رکھا جائے اور اس کی عظمت کو تسلیم کیا جائے۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں بار بار ان امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ہم کو قرآن کریم کا دل کی آنکھوں سے مطالعہ کرنا چاہیے، سر کی آنکھیں تو ہم کو دھوکہ دیتی رہتی ہیں۔

علم عطائی

○۔۔۔۔۔ کیا ہم اور کیا ہمارا علم؟۔۔۔۔۔ کچھ بھی تو نہیں۔۔۔۔۔ ہم تو ان کے علم کا اندازہ لگانے سے بھی قاصر ہیں جنہوں نے استادوں سے سیکھا اور کتابوں سے پڑھا ہے۔۔۔۔۔ ان کے علم کی کیا بات کریں جن کو اللہ نے اپنے کرم سے سکھایا اور پڑھایا؟
 ۲۷۔۔۔۔۔ ان کے غلاموں کا حال یہ ہے کہ جب ہم ان کے علم کو دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ انہیں غلاموں میں ایک حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بھی تھے۔۔۔۔۔

آپ فرماتے ہیں:-

حق جل سلطانہ، کے انعامات سے کیا کیا تحریر کرے اور اس کا شکریہ کس طرح ادا کرے؟۔۔۔۔۔ وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا رہتا ہے ان میں سے بیشتر حصہ تحریر ہوتا رہتا ہے اور ہر اہل اور نااہل کے گوش گزار ہوتا رہتا ہے لیکن وہ اسرار و حقائق جن کے ساتھ یہ فقیر ممتاز ہے اس کا ذرا سا حصہ بھی اظہار نہیں کیا جاسکتا بلکہ رمز و اشارے سے بھی ان دقائق کا ذکر نہیں کیا جاسکتا۔۔۔۔۔ یہ دولت جس کے پوشیدہ رکھنے میں ہم کوشش کرتے ہیں انبیاء علیہما الصلوٰۃ والسلامت بھی اس دولت میں شریک ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلامت کی متابعت کرنے والوں میں سے جس کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت میں شریک ہے۔۔۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو قسم کے علم سیکھے ہیں، ان دو علموں میں سے ایک یہ ہے جو میں نے تمہارے درمیان پھیلا دیا اور بیان کیا اور دوسرا علم وہ ہے کہ اگر میں تم پر ظاہر کر دوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔۔۔۔۔ اور علم، علم اسرار ہے کہ ہر شخص کا فہم وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔^{۲۸}

مندجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اپنا خاص علم عطا فرماتا ہے جس کا بار بار قرآن حکیم میں ذکر کیا گیا ہے^{۲۹}، یہ نبی موعود ہوا کہ

متابعت کے طفیل اس علم کا کچھ حصہ آپ کے غلاموں کو بھی ملتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ وہ علوم ہیں جن تک عام فہم کی رسائی نہیں، جب ہم علم کے حوالے سے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور ان کے علوم و معارف کا انکار کرتے ہیں تو ہم طفل نادان معلوم ہوتے ہیں۔۔۔۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

حدیث مبارکہ ”میری آنکھیں سو جاتی ہیں۔ لیکن میرا دل نہیں سوتا“۔۔۔۔ اپنے اور اپنی امت کے احوال کے جاری ہونے سے غافل نہ ہونے کی خبر دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ”نیند“ وضو کو توڑنے والی نہیں ہوتی اور چوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی حفاظت کے بارے میں جانوروں کے محافظ کی طرح ہیں اس لئے غفلت آپ کے منصب نبوت کے مناسب نہیں ہے۔ ۳۰

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں غفلت نام کی کوئی شے نہیں کیوں کہ نبی اس کو کہتے ہیں جو غیب کی خبریں بتاتے اور غافلوں کو ہشیار کرے، جو خود غافل و بے خبر ہو وہ دوسروں کو کیا ہشیار کر سکتا ہے۔۔۔۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

○----- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک روز قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے کہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ سامنے آگئی جس میں اللہ و رسول کے لئے

مسلمانوں سے ایسی محبت کا مطالبہ کیا گیا ہے جس کے سامنے والدین، بھائیوں، بیویوں، رشتہ داروں، مال و دولت، مال تجارت، شاندار دل پسند مکانوں کی محبت ہیچ نظر آتے۔۔۔ حضرت مجدد فرماتے ہیں:-

اس آیت کریمہ کو پڑھتے ہی بہت گریہ طاری ہوا اور خوف غالب آگیا۔۔۔ اس اثنا میں اپنے حال کا جائزہ لیا تو میں نے اندازہ لگایا کہ میں ان چیزوں میں سے کسی چیز میں گرفتار نہیں ہوں۔^{۳۱} محبت صادق، دیونگی و جنوں چاہتی ہے۔

حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی
حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے مکتوبات میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے:-

لن يؤمن احدكم حتى يقال له انه مجنون^{۳۲}

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہ ہو گا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ کا محبوب بنا دیتی ہے^{۳۳}۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ نفس نکتہ بیان فرماتے ہیں:-

یہ بات (شرعی اور عقلی طور پر) طے شدہ اور ثابت ہے کہ جس چیز میں محبوب کے اخلاق و عادات پائے جاتیں، محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ چیز بھی محبوب ہو جاتی ہے اور آیہ کریمہ فاتبعونی یحبکم اللہ^{۳۴} (یعنی تم میری پیروی کرنے لگو تاکہ اللہ تم سے محبت کرنے لگے) میں اس امر کا بیان ہے۔ پس ہر عقلمند اور سمجھدار پر واجب ہے کہ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے

حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل طریقہ پر اتباع کرے۔ ۲۵

ہمیں کامل اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔۔۔ اعمال و اقوال، احوال و اذواق میں اتباع۔۔۔ محبت و نفرت میں اتباع یعنی جس سے آپ محبت کریں اس سے ہم محبت کریں، جس سے آپ نفرت کریں اس سے ہم نفرت کریں۔ محبت و نفرت کے جذبات کا صحیح استعمال یہی ہے۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ محبوب سے محبت اور محبوب کے دشمنوں سے نفرت آدابِ محبت میں پہلا ادب ہے۔۔۔ اللہ و رسول کی محبت، اللہ و رسول کے دشمنوں اور گستاخوں سے نفرت کئے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے ایک مکتوب میں اس نفسیاتی نکتہ پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ ہم اس مکتوب سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ایمان کی تحقیق میں کفر سے تبری (پیزاری کا اظہار) کئے بغیر چارہ نہیں۔ تبری کا ادنیٰ درجہ دل سے پیزاری ہے اور تبری کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل اور جسم دونوں سے ہو اور تبری سے مراد حق جل و علا کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھنا ہے خواہ دشمنی قلب سے ہو جب کہ ان سے نقصان پہنچنے کا خوف ہو، خواہ دل اور جسم دونوں سے ہو جب کہ ان سے ضرر کا خوف نہ ہو۔ ۳۶

۲۔ خدائے عز و جل کی محبت اور اس کے رسول علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی محبت ان کے دشمنوں کی دشمنی کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی۔ ۳۷

۳۔ دوستوں کی محبت کے لئے شرط ہے کہ ان کے دشمنوں سے تبری (پیزاری کا اظہار) کیا جائے۔ ۳۸

۴۔ اس فقیر کی نظر میں رضائے حق جل و علا حاصل کرنے کے لئے

اس تبری (پیزاری) کا اظہار کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ ۲۹

میلا د شریف

○ ----- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر پاک کی محفل پہلے اللہ نے سبائی
۴۰ پھر انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں میں سبائی، آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ
السلام نے محفل سبائی ۴۱۔۔۔۔۔ پھر خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم ۴۲ نے سبائی۔۔۔۔۔ پھر اس سنت الہی اور سنت انبیاء پر عمل کرتے
ہوتے صلحاء امت نے محفلیں سبائیں۔۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایسی
مخافل کے انعقاد کی اجازت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

مجلس میلا د شریف اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی
تلاوت کی جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت
شریف اور منسبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا

حرج ہے؟ ۴۳

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:-

نا جائز تو یہ ہے کہ قرآن حکیم کے حروف میں تغیر و تحریف کر دی جائے
اور قصیدے پڑھنے میں راگ اور موسیقی کے قواعد کی رعایت اور پابندی
کی جائے ۴۴، تالیاں سبائی جائیں۔ اگر اس طرح پڑھیں کہ کلمات قرآن
میں تبدیلی واقع نہ ہو اور قصیدے پڑھنے میں شرائط موسیقی کا لحاظ نہ ہو
اور غرض صحیح کے تحت پڑھے جائیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ ۴۵
حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے بعض مکاتیب میں مولود خوانی کو منع بھی

فرمایا ہے ^{۴۶} اس کی ایک وجہ تو یہ ہے جو آپ نے مندرجہ بالا مکتوب میں بیان فرمائی دوسری وجہ یہ ہے کہ عارف کامل اپنے مرید کا طبیب روحانی ہوتا ہے اور طبیب، مریض کی صحت کی بقا کے لئے بعض لذیذ و نفیس ماکولات و مشروبات پر پابندی لگادیتا ہے اور کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا، یہ پابندی عارضی ہوتی ہے، جسمانی صحت کے بعد اجازت دے دی جاتی ہے اس طرح روحانی مریضوں کا حال ہے، ان کی روحانی صحت کے لئے ایک وقت متعین تک بعض جائز اعمال سے روکا جاتا ہے، روحانی صحت کے بعد اجازت دے دی جاتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے جس روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی اہل خانہ کو خوشی منانے اور قسم قسم کے کھانے پکانے کی ہدایت فرمائی۔
(مکتوبات، جلد ۳، مکتوب ۱۰۶)

شفاعت

○ ----- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نہ صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بلکہ ابرار کی شفاعت کے بھی قائل ہیں، خود آپ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کرم سے شفاعت میں حصہ عطا فرمایا، ”----- ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

اور اس قیامت کے روز بدوں کے حق میں نیک لوگوں کا حضرت رحمان جل سلطانہ، کی اجازت سے شفاعت کرنا حق ہے۔
پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ و التسلیمات نے فرمایا شفاعتی
لاهل الكبائر من امتی۔

(میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے)۔ ۴۸

محبت اہل بیت و صحابہ

○ ----- اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے تابع ہے، جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی اس کو ہر اس شخص اور اس شے سے محبت ہوگی جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتی ہو۔۔۔۔۔ یہ محبت کی فطرت ہے کہ محبت والا محبوب کے دوستوں اور محبوب کی ہر شے سے محبت کرتا ہے اس لئے جو تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرتا ہے وہ یقیناً اہل بیت، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہے۔۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:-
فاطمہ میرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے پس جس کسی نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ ۴۹

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرماتے ہیں:-

جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے حق تعالیٰ کو ناراض کیا۔ ۵۰

اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے یہ حدیث نقل فرمائی:

یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ
میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت
فرما اور اس شخص سے بھی محبت کر جو ان دونوں سے محبت
رکھے۔ ۵۱

ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں شامل ہیں بلکہ عرف عام میں بیوی بچوں سے
مراد اہل بیت ہی ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:-
اے میری بیٹی! کیا اس کو محبوب نہیں رکھتی جس سے میں
محبت کرتا ہوں؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:-

جی ہاں!

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

تو بھی اس سے محبت رکھ۔ ۵۲

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے یہ
حدیث پاک نقل فرمائی:-

جس نے ان اصحاب سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ
سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے
میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ ۵۳

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اہل بیت و صحابہ کرام سے متعلق یہ حدیث شریف
جی نقل فرماتے ہیں:-

تم میں سے پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہو گا جس کو

میرے اہل بیت اور میرے اصحاب کے ساتھ محبت ہوگی۔ ۵۴

بعض لوگوں کا اہل بیت کی طرف زیادہ جھکاؤ ہے اور بعض اصحاب کرام کی طرف

اس حد تک مائل ہیں کہ اگر کوئی اہل بیت سے محبت کرتا ہے تو اس کو شیعہ سمجھنے لگتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اس خیال خام کی تردید فرماتے ہوئے کہتے ہیں:-

وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت و جماعت کو اہل بیت کا

محب نہیں سمجھتا اور اہل بیت سے محبت کرنا شیعوں کا خاصہ

جاننا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا

شیعیت نہیں بلکہ اصحاب ثلاثہ (حضرت صدیق اکبر، حضرت

عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم) کی شان میں تبراً (لعن طعن)

کرنا شیعیت ہے اور صحابہ کرام سے بیزاری قابل مذمت و

ملامت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر آل محمد

صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا ہی شیعیت ہے تو جن و انس

گواہ رہیں میں شیعہ ہوں۔ ۵۵

آگے چل کر فرماتے ہیں:-

اہل بیت کرام سے محبت رکھنا ان بزرگواروں کے نزدیک جزو

ایمان ہے اور بوقت موت ایمان پر خاتمہ میں اہل بیت کے ساتھ

محبت رکھنے کو بڑا دخل ہے۔ ۵۶

سچی بات یہ ہے کہ اہل بیت، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

ساتھ محبت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ثمر ہے جس کو آپ سے محبت

ہوگی یقیناً اس کو ان سب سے محبت ہوگی، جو تقسیم ہوا وہ محروم ہوا۔

تفضیل شیخین

○ ----- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا آخری دور، دور جہانگیری تھا، جہاں گیر بادشاہ کی ملکہ نور جہاں کا تعلق شیعہ فرقے سے تھا، اس کا باپ دیوان گل تھا اور بھائی آصف جاہ وکیل مطلق تھا۔ ان کے اختیار و اقتدار کی وجہ سے یہ خیال پھیلنے لگا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔۔۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں حالاں کہ شیخین کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی اس خیال کی اصلاح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

اور حضرات خلفاء اربعہ کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے کیوں کہ اہل حق کا اجماع اس پر ہے کہ پیغمبروں کے بعد افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں بعد ازاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔۔۔ حضرت امیر (علی) رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

”ابوبکر و عمر دونوں اس امت میں سب سے افضل ہیں جو کوئی مجھ کو ان دونوں پر فضیلت دے وہ مفتری ہے اور میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جتنے مفتری کو لگاتے ہیں۔“ (ترمذی شریف)

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امت محمدیہ میں سب سے افضل ہیں اور آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فضیلت ہے۔

محبت و صحبت اولیاء

○ ----- اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے آغاز ہی میں صلحاء کا ذکر فرمایا ہے ۱۵۸ پھر اپنے دو ستوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے بلند درجات، مقامات و کمالات کا ذکر بھی فرمایا ہے ۵۹، ذکر کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان کو یاد رکھا جائے، ان سے محبت کی جائے، ان کی پیروی کی جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ خود ایک عارف کامل تھے اور اس کا ادراک رکھتے تھے کہ اولیاء کاملین کی صحبت اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:-

اس گروہ (اولیاء اللہ) کی صحبت جو ان کی معرفت پر مترتب ہوتی ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے، دیکھئے کس صاحب نصیب کو اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں۔ ۶۰
دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:-

ان کی صحبت کی برکتیں کیا بیان کی جائیں، یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ حق تعالیٰ عزوجل کے دوست کسی شخص کو قبول کر لیں چہ جائیکہ اس کو محبت و قرب سے ممتاز فرمائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین کبھی بد نصیب نہیں ہوتا۔ غرضیکہ ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور آداب صحبت کو مد نظر رکھیں تاکہ تاثیر پیدا ہو۔ ۶۱
تیسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

اور اپنے پیر کامل کی طرف، جو اس دولت (جمعیت قلب) کے حاصل کرنے کا وسیلہ ہے، پوری توجہ کریں اور حضور و غیبت میں اس دولت عظمیٰ کے وسیلوں (پیروں) کے آداب کی رعایت

کو اچھی طرح مد نظر رکھیں۔ ۶۲

آپ کے ایک دوست نے حکومت میں کوئی اہم عہدہ قبول کر لیا تو اس کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

فقراء کے آستانوں کی خاک روہی، دولت مندوں کے ہاں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ آج اگر یہ بات آپ کو معقول معلوم ہو یا نہ ہو، آخر کار معقول معلوم ہو جائے گی مگر اس وقت کچھ

فائدہ نہ ہو گا۔ ۶۳

اس میں شک نہیں مرشد کامل کی صحبت اللہ کی عظیم نعمت ہے، یہ رازان کے دامن سے وابستہ ہو کر ہی معلوم ہوتا ہے، کوئی تو بات تھی جو ہمایوں بادشاہ، شاہ محمد غوث گوالیاری کے دامن سے وابستہ ہوا۔۔۔ شاہ بہمان بادشاہ، حضرت میاں میر علیہ الرحمہ کے دامن سے وابستہ ہوا، اورنگ زیب عالم گیر، حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کے دامن سے وابستہ ہوئے، ڈاکٹر اقبال نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی قبر انور سے فیض پایا اور دنیا میں اسلامی انقلاب کے داعی بنے۔۔۔ اہل اللہ کی صحبت سے انکار کرنا حقیقت میں زندگی سے انکار کرنا ہے، جس نے کالمین کی محبت و صحبت کا مزہ چکھا ہی نہیں وہ معذور ہے اور ایک عظیم حقیقت سے بے خبر ہے۔

وسیلہ انبیاء و اولیاء

○ ----- یہ سادہ سی بات سمجھ میں آنی والی ہے کہ مختار کے جتنے قریب ہو گا، اختیار بڑھتا جائے گا۔۔۔ قادر کے جتنے قریب ہو گا، قدرت بڑھتی جائے گی۔۔۔ قوی کے جتنے قریب ہو گا، قوت بڑھتی جائے گی۔۔۔ یہ مناظر دنیا میں ہم دیکھتے رہتے

ہیں۔۔۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں اس لئے حسب درجات و مقامات اس تعالیٰ کے کرم کے طفیل اپنی قوت، قدرت، اختیار و تصرفات کو بروئے کار لاتے ہیں۔۔۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں اپنے مشاہدات کا ذکر فرماتے ہیں جو نہایت ہی حیرت ناک ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

مدت ہوئی بعض احباب حضرت خضر علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں دریافت کرتے رہتے تھے۔ چوں کہ فقیر کو ان کے احوال پر پوری طرح اطلاع نہیں دی گئی تھی اس لئے جواب میں توقف کر رہا تھا۔۔۔ اتفاقاً آج صبح کے حلقے میں دیکھا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات روحانیوں کی صورت میں تشریف فرما ہیں اور روحانی ملاقات میں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں اور حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ عالم اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام انجام دیں جو عالم اجسام سے وقوع میں آتے ہیں۔ ۶۴

اور اولیاء اللہ کے تصرفات کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:-

آپ نے دریافت کیا تھا "صاحب تصرف پیر کسی مستعد مرید کو اپنے تصرف سے اس کی قابلیت سے زیادہ بلند مرتبے پر پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟"۔۔۔ ہاں پہنچا سکتا ہے جو اس کی استعداد کے مناسب ہوں نہ کہ ان مراتب پر جو اس کی استعداد

کے مناسب نہ ہوں۔ ۶۵

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ رحمہم اللہ تصرفات فرماتے ہیں۔ ان کے لئے یہ عقیدہ رکھنا کہ مر کر مٹی میں مل گئے، درست نہیں۔

وسیلہ کے بغیر انسان ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔۔۔۔۔ کھانے کمانے، چلنے پھرنے، لکھنے پڑھنے، سب ہی کے لئے وسیلے کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ دور جدید تو وسیلوں کا دور ہے، ان وسیلوں سے ہم دور دراز کا سفر کر سکتے ہیں، میلوں فاصلوں سے باتیں کر سکتے ہیں اور ہجر و فراق میں وصل و ملاقات کا لطف اٹھا سکتے ہیں۔۔۔۔۔ وسیلوں کو ترک کر دیں تو سفر زندگی یکایک رک جاتے۔۔۔۔۔ اللہ نے اپنے کرم سے وسیلوں کو پیدا کیا، ہمیں شکر ادا کرنا چاہیے، وہ اپنے کرم سے بغیر وسیلے ہی اپنے انعام و کرام سے نواز سکتا ہے پھر بھی فرمایا وابتغوا الیہ الوسیلة وجاهدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۶۶ (اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ) ہاں اس تک رسائی کے لئے وسیلے تلاش کرو، نیک اعمال کا وسیلہ، نیک لوگوں کا وسیلہ کہ جب نیک عمل وسیلہ بن سکتا ہے عمل کرنے والا تو بدرجہ اولیٰ وسیلہ بن سکتا ہے کیوں کہ عمل اس کا تابع ہے، وہ عمل کا تابع نہیں۔۔۔۔۔ وسیلہ اس لئے اختیار کرو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے کئی مقامات پر وسیلہ ذکر فرمایا، اللہ کے محبوبوں کا وسیلہ۔۔۔۔۔ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ کے بغیر کسی کو

مطلوب تک وصول محال ہے۔ ۶۷

گورنر پنجاب قلیج خاں کے بیٹے قلیج اللہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

بہر حال اس گروہ (اہل اللہ) کی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور ان لوگوں کے ساتھ التجا و عاجزی اپنا شعار بنائیں اور منتظر رہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ان لوگوں کی محبت کے وسیلے سے اپنی محبت سے مشرف فرمائے اور پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے اور ان جنجالوں (غیر شرعی دنیوی تعلقات) سے بالکل آزاد کر دے ۶۸

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

اور جو روشن شریعت میں مضبوط قدم رکھتے ہیں اور عالم حقیقت کو اچھی طرح پہچانتے ہیں ان سے دعا طلب کرنی چاہئے اور مدد لینی چاہئے تاکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت ان کے درتپے سے ظاہر ہو کر اپنی بارگاہ کی طرف پوری طرح جذب کر لے اور مخالفت کی اس میں کوئی گنجائش نہ رہے۔ ۶۹

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

اور اسی طرح ضرورت مند لوگ زندہ اور مردہ عزیزوں (بزرگوں) سے خوف و ہلاکت کے وقت مدد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان عزیزوں کی صورتیں حاضر ہو گئی ہیں اور ان کی مصیبت کو دور کر دیا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس عزیز کو اس مصیبت کے دور کرنے کی اطلاع ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ ۷۰

آگے چل کر فرماتے ہیں:-

اور اسی طرح سے مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے استفادہ کرتے ہیں اور وہ مشکلات کو حل کرتے ہیں۔ ۷۱

بظاہر یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے مگر تاریخ میں ایسی مثالیں مل جاتی ہیں بلکہ بعض واقعات تو خود راقم کے سامنے گزرے ہیں اور خود پر گزرے ہیں اس لئے راقم کے لئے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔^۲۔۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ غیب کی دنیا عجیب و غریب ہے، ہمیں کچھ نظر نہیں آتا، فرشتے ہمارے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتے۔۔۔۔۔ ہمیں تو بغیر آئینہ کی مدد کے اپنا چہرہ تک نظر نہیں آتا حالانکہ سب کو نظر آتا ہے، جب اپنے وجود ہی پر پردہ پڑا ہوا ہے تو اور کیا نظر آتے گا، باتیں بہت بناتے ہیں جیسے سب کچھ جانتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ان لوگوں کو جو ایسی باتوں پر شک یا بحث کرتے ہیں مخاطب فرما کر کہتے ہیں۔

اہل اللہ پر، خصوصاً جب کہ پیری و مریدی کا نام درمیان میں ہو (یعنی جب کہ وہ پیر و مرشد بھی ہو) اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھلا ہوا ہو، اعتراض نہیں کرنا چاہتے اور اس کو زہر قاتل سمجھنا چاہتے۔^۳

جب غلاموں کو وسیلہ و واسطہ بنایا جاسکتا ہے تو انبیاء علیہم السلام بالخصوص تاجدار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ و واسطہ کیوں نہیں بنایا جاسکتا جس کی تائید و تصدیق قرآن سے بھی ہوتی ہے^۴۔۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

انبیاء۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں اس درجہ تک پہنچے مگر امت نبی کے واسطے سے پہنچتی ہے تو وہ پینچمبر درمیان میں حائل ہوتا ہے۔^۵

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فرض کا اپنا ثواب ہے مگر اگر

کوئی اس نیت سے فرض ادا کرے کہ یہ صدقہ ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تو مزید برکتوں سے بھی سرفراز ہو۔ آپ فرماتے ہیں:-

کوئی شخص فراٹض میں کسی فرض کو ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ متابعت کی نیت بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس فرض کو ہمارے نبی نے ادا کیا ہے اس لئے ہم بھی ادا کرتے ہیں تو اس صورت میں امید ہے کہ وہ ادا تے فرض کے ثواب کے علاوہ متابعت کا ثواب علیحدہ پائے اور اس نبی کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے سے مزید برکات سے بھی مستفید ہو۔^{۷۶}

ہم اس خیال میں الجھے ہوتے ہیں کہ نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا کیسا ہے اور ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جس کو کوئی زبان نقل نہیں کر سکتی اور کوئی قلم لکھ نہیں سکتا مگر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ادا تے فرض میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانے والا اور اس نیت سے نماز پڑھنے والا کہ یہ نماز تو پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو پڑھ کر دکھائی، یہ فرض نماز سنت سے گزر کر فرض ہوتی تو یقیناً متابعت کے ثواب اور مزید برکات سے ضرور مستفید ہو گا۔

محافل عرس

○۔۔۔۔۔ عالم اسلام میں چند صدیوں سے یہ رواج ہو گیا ہے کہ بزرگان دین کے ایام وصال پر ان کی یاد میں محفل منعقد کی جاتی ہے جس میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے، کلمہ طیبہ اور درود پاک کا ورد ہوتا ہے، نعت و منسبت بھی پڑھی جاتی ہے اور اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک بھی ہوتا ہے۔ ایسی محافل کو "عرس" کا

نام دیا جاتا ہے۔۔۔ اللہ کے محبوبوں کی یاد میں محفلیں سجانے کا تو قرآن کریم میں بھی حکم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا و ذکر ہم با پیام اللہ“۔۔۔ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں^{۷۸}۔۔۔ پھر جو کچھ عرس میں ہوتا ہے قرآن و حدیث میں اس کی تائید تو ہے ممانعت نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کا دہلی میں عرس ہوتا تھا^{۷۹} اور آپ اس میں شریک ہوتے تھے چنانچہ ایک مکتوب میں شیخ فرید بخاری کو تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت خواجہ قدس سرہ کے عرس کے زمانے میں دہلی پہنچ کر یہ خیال تھا کہ آپ کی عالی خدمت میں بھی حاضر ہوں کہ اس اثنا میں روانگی کی خبر پھیل گئی، مجبوراً توقف کر کے چند نامر بوط کلموں سے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں^{۸۰}

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کے صاحب زادے اور اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمہ کے مرشد کریم حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ بھی اپنے والد ماجد کا عرس کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:-

چند روز سے اس مسکین کے درد میں آرام ہے چنانچہ ڈولی میں بیٹھ کر چند گھڑیوں کے لئے اپنے پیر دستگیر (حضرت مجدد) قدس سرہ کی مجلس عرس میں حاضر ہوا۔^{۸۱}

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ خود عرس میں شریک ہوتے تھے اور سرہند میں آپ کے صاحب زادگان آپ کا عرس کرتے اور خود شرکت فرماتے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ عرس کے خلاف نہ تھے بلکہ ان امور کے

خلاف تھے جو اس میں خلاف شرع شامل کر لئے جاتے ہیں سو یہ عرس کے ساتھ کیا خاص ہے ہر ایسی محفل کی مخالفت کی جائے گی جس میں خلاف شرع امور کا ارتکاب ہو رہا ہو۔ بعض بے کھٹکے آلات موسیقی کی اجازت دیتے ہیں اور عرس میں مزامیر کے ساتھ قوالیاں کراتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے۔

سرود و غنائِ حرمت میں آیات و احادیث اور روایات فقہیہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص منوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہتے کیوں کہ کسی فقیہ نے کسی زمانے میں بھی سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔^{۸۲}

چادر پوشی

○ ----- کسی چیز کو کپڑے سے ڈھکنا اس کی تکریم کی نشانی ہے۔۔۔ حضور انو صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ پر غالباً بردیمانی کا غلاف چڑھایا۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبر انور کو چادر سے ڈھکا۔۔۔ قرآن کریم پر کپڑے کی چولی چڑھانی جاتی ہے اور کپڑے کا جزدان بنا کر اس میں رکھا جاتا ہے۔۔۔ عورت و مرد کا کپڑے پہننا اور عورتوں کا چادر سے بدن کو ڈھانکنا یہ سب انسانی وجود کی تکریم کی نشانی ہیں۔۔۔ اور تو اور بستروں پر نفسیں چادریں اور فرش پر سفید چاندنیاں، گھر والوں آنے والوں کے اعزاز و اکرام کی نشانیاں ہیں، اس پر کوئی روک ٹوک نہیں۔۔۔

ماکولات یا مشروبات میں تحفے تحائف آتے ہیں تو خوان پوش ڈھکے ہوتے ہیں۔۔۔
الغرض کسی شے کو کپڑے سے ڈھکنا اس کی تکریم کی نشانی ہے، غالباً اس لئے بعض
محققانہ علماء نے بزرگوں کی قبر پر صرف ایک چادر ڈالنے کی اجازت دی ہے، پرانی ہو
جاتے تو دوسری چادر^{۸۳}۔۔۔۔

۱۰۲۹ھ سے ۱۰۳۳ھ تک حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ جہاں گیر بادشاہ
کی خواہش پر اس کے ہمراہ رہے، اس زمانے میں آپ نے اجمیر شریف میں
خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دی^{۸۴}، مزار
مبارک پر مراقب تھے کہ اس دوران مزار مبارک کی چادر بدلی گئی جب مراقب سے
فارغ ہوئے تو یہ چادر خادموں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دی، آپ نے سرد آہ
کھینچی اور فرمایا:-

لباسے ازیں نزدیک بہ حضرت خواجہ نہ بودلا جرم آں را ہما لطف
نمودند۔ برائے تکلفین مانگاہ دارشتہ باش۔^{۸۵}

(ترجمہ) اس لباس سے قریب حضرت خواجہ کے قریب کوئی
لباس نہ تھا لامحالہ وہی عطا فرمادیا، ہماری تکلفین کے لئے یہ محفوظ
رکھا جاتے۔

اس واقعہ سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔۔۔۔ پہلی بات تو یہ کہ خواجہ معین
الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف پر چادر ڈالی جاتی تھی، دوسری بات یہ کہ
چادر بدلی جاتی تھی، تیسری بات یہ کہ چادر مخمل و ریشم اور زردوزی کی نہ تھی، سیدھی
سادھی تھی، چوتھی بات یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اس کو بخوشی قبول
فرمایا بلکہ تبرک سمجھ کر اپنے کفن کے لئے محفوظ کرایا، اگر آپ کے نزدیک چادر کا
چڑھانا ناجائز ہوتا تو ہرگز قبول نہ فرماتے۔۔۔۔ تبرکات کی تصدیق تو خود قرآن کریم

سے ہوتی ہے، تابوت سکینہ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات سے معمور تھا اور اس کو فرشتے اٹھا کر لاتے ۸۶، تبرکات نے اس کو اور مقدس کر دیا۔۔۔۔

ایصالِ ثواب

○ ----- مرنے کے بعد انسان کی اپنی کمائی کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے، ہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دوسروں کی نیک کمائی سے مرنے والوں کو ضرور فائدہ پہنچتا ہے اسی لئے بزرگوں نے ایصالِ ثواب کا طریقہ اپنایا ہے، اس کو روکنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مجبور و معذور انسان کی مدد یا مخدوموں کو تحفے تحائف پیش کرنے سے روکے اور یہ سراسر ظلم ہے۔ خواص اور انحصار الخواص کی بات الگ ہے عام مرنے والے مسلمان اپنے عزیزوں کے اعمال خیر کے انتظار میں رہتے ہیں۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میت قبر میں اس ڈوبنے والے کی طرح ہے جو مدد کے لئے پکار رہا ہے، وہ مردہ اپنے والد، والدہ، بھائی یا دوست کی طرف سے ہر وقت دعا کا منتظر رہتا ہے، جب قبر میں کسی کی دعا پہنچ جاتی ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔^{۸۷}

بہت سی احادیث مبارکہ سے ایصالِ ثواب کی تاکید ہوتی ہے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ کچھنم خود ملاحظہ فرماتے ہیں کہ ایصالِ ثواب سے مرحومین مستفیض ہو رہے ہیں۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ

الرحمہ خود بھی کھانا پکا کر ایصالِ ثواب کیا کرتے تھے^{۸۸} اور فاتحہ مروجہ بھی دیا کرتے تھے چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

آپ نے جو نیاز درویشوں کے لئے روانہ کی تھی وہ مل گئی ہے اور اس پر سلامتی کے لئے فاتحہ بھی پڑھ دی گئی ہے۔^{۸۹}

ہمارے معاشرے میں بھی ایصالِ ثواب کا رواج ہے اس کے لئے قرآن خوانی ہوتی ہے، کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد ہوتا ہے اور مرحوم کے لئے جانور ذبح کر کے کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے^{۹۰} بعض ایسے ذبیحہ کے گوشت کو محض اس لئے حرام کہتے ہیں کہ وہ کسی کے نام کیا گیا گو ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا۔ قرآن کریم میں ایسے گوشت کی حلت کے لئے واضح حکم موجود ہے اور منع کرنے والوں کو حد سے گزر جانے والے قرار دیا گیا ہے۔ ہم قرآن حکیم کو چھوڑ کر اپنے دل سے فیصلہ کر لیتے ہیں۔۔۔ ارشادِ ربانی ہے:-

وَمَالِكُمْ إِلَّا تَاكُلُونَ مِمَّا ذَكَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرَّرْتُمُ إِلَيْهِ^{۹۱} وَ انْ كَثِيرَ الْيَضْلُونَ
 باہواہم بغیر علم^{۹۱} ان ربك هو اعلم بالمعتدين^{۹۱}
 (ترجمہ) اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا، وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا، مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور پیشک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے۔ پیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب چانتا ہے۔

یہ آیت بالکل واضح ہے کسی تفسیر و تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس کی روشنی میں ہمیں اپنے طرز عمل کا جائزہ لینا چاہئے اور اپنے گریبان میں جھانکنا چاہئے۔۔۔ ہم عقیدہ

کرتے ہیں بچہ کے نام ہی کا بکرا ہوتا ہے۔۔۔۔ ہم قربانی کرتے ہیں اپنے نام ہی سے کرتے ہیں مگر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں، سب کھاتے ہیں، کوئی اعتراض نہیں کرتا۔۔۔۔ جب صاف حکم ہے کہ جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو حلال ہے تو ہم کو موشگافیاں کر کے اپنے من سے حلال کو حرام نہ بنانا چاہتے۔۔۔۔ اس قسم کے ذبیحہ سے نفرت کی بنا پر کہیں لوگ یہ گمان نہ کرنے لگیں کہ جس ذات سے اس جانور کو نسبت دی گئی ہے، نفرت کرنے والے کو اس سے نفرت تو نہیں؟ (نعوذ باللہ)۔۔۔۔ بہر حال ایصال ثواب اور فاتحہ مروجہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے اور وہ خود اس پر عامل رہے ہیں۔۔۔۔

بدعات

○۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سنت پر جتنا زور دیتے ہیں اتنا ہی بدعات سے پرہیز کی ہدایت کرتے ہیں، یہ ہدایت کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک طبیب حاذق، مباح چیزوں سے مریض کو پرہیز بتاتا ہے۔ بدعت کے بارے آپ کا موقف نہایت حکیمانہ اور مدبرانہ ہے۔۔۔۔ اس موقف کو سمجھنے کے لئے تاریخی پس منظر کو ضرور سامنے رکھنا چاہتے ہیں جب کہ اکبر بادشاہ نے حکما اسلامی شعائر پر پابندی لگادی تھی، کفار و مشرکین اور عقلیت پرستوں کا غلبہ ہو گیا تھا، ایسے ماحول میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے احیاء سنت کی تحریک چلائی اور مردہ سنتوں کو زندہ کیا۔ بیشک ایک سنت ہزار مستحبات و مباحات پر بھاری ہے۔۔۔۔ آپ فرماتے ہیں:-

پس سب سے بڑی نیکی شریعت کے رواج دینے اور اس کے

حکموں میں سے کسی حکم کو زندہ کرنے میں کوشش کرنا ہے
 خصوصاً ایسے زمانے میں جب کہ اسلامی شعائر (نشانیوں) بالکل
 مٹ گئے ہوں۔ ۹۲

آپ نے مردہ سنتوں کو زندہ کرنے کی ضرور ہدایت دی مگر نہایت حزم و احتیاط
 سے، ہم مستحبات اور مباحات کو رواج دینے میں بھی اس حزم و احتیاط سے کام نہیں
 لیتے۔۔۔ ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:-

تصحیح احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی ایسی سنت کو زندہ
 کرے جس پر عمل اٹھ چکا ہو اس شخص کے لئے سو شہیدوں
 کا ثواب ہے۔۔۔ لیکن اس دقیقہ کی اس قدر رعایت کریں کہ
 کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اور ایک نیکی بہت سی برائیوں کے ظہور کا
 باعث نہ بن جائے کیوں کہ آخری زمانہ ہے اور اسلام کے ضعف
 کا وقت ہے۔ ۹۳

اگر ہم اس مومنانہ اور مجددانہ حزم و احتیاط کے ساتھ نیکیوں کو پھیلائیں تو بہت
 سے فتنے مٹ جائیں۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ انحطاط کے زمانے میں
 سنتوں کو چھوڑ کر بدعات میں مہمک رہنے کو ملت کے لئے مناسب خیال نہیں
 فرماتے، اور خود بھی بدعات سے بچنے کی دعا مانگتے ہیں۔ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے
 ہیں:-

(یہ فقیر) حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت تضرع و
 زاری التجارہ مسکینی، عاجزی اور انکساری کے ساتھ پوشیدہ اور
 ظاہر طور پر دعا کرتا ہے کہ جو کچھ دین میں تئی تئی باتیں پیدا
 ہو گئی ہیں اور (لوگوں نے) ایجاد کر لی ہیں جو حضرت خیر البشر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین علیہم وعلیہم
الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں نہ تھیں اگرچہ صبح روشن کی مانند
ہو، اس ضعیف کو اس جماعت کے ساتھ جن کے لئے وہ (بدعات)
مستند ہیں اس نئے کام کے کرنے میں گرفتار نہ کیجیو اور اس نئی
چیز کی خوبی کا دیوانہ نہ بنائیو! ۹۴

ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بدعات حسنہ کو گو تسلیم فرماتے تھے مگر
سنت ہی میں مستغرق رہنے کی اپنے کریم سے دعا مانگتے تھے، بیشک ان خاص الخواص کو
سنت میں انہماک ہی زیب دیتا ہے، عوام کے لئے یہ بدعات جو مستحبات و مباحات کا
درجہ رکھتی ہیں، ان کی تمدنی اور تہذیبی ضرورت ہیں ۹۵۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی
علیہ الرحمہ بدعات پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

مگر اس وقت جب کہ اسلام ضعیف ہے، بدعتوں کی ظلمتوں کو
برداشت کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے، اس وقت متقدمین
اور متاخرین کا فتویٰ جاری نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ ہر وقت
کے احکام علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ اس وقت پورا عالم بدعت کی
کثرت کی وجہ سے بحر ظلمات کی طرح نظر آ رہا ہے اور سنت کا
نور اپنی غربت و قلت کے باعث اس بحر ظلمات میں کرم ہائے
شب افروز (جگنو) کی طرح محسوس ہو رہا ہے۔ ۹۶

عہد اکبری کے آخری دور میں جو دور مجددی ہے، کفار و مشرکین کے غلبے نے
مسلم معاشرے میں بہت سی بدعات کو رواج دے دیا تھا، ہمارا ملک جو اسلامی
جمہوریہ پاکستان کہلاتا ہے چند روز ہوئے (نومبر ۱۹۹۶ء) سندھ کے گورنر ہاؤس میں
ہندو عورتوں نے دیوالی کی خوشی میں چراغاں کیا اور رقص پیش کیا (اناللہ وانا الیہ

اجعون)۔۔۔۔۔ یہ تو ہمارا حال ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں، جس حکومت میں اسلام کا نام و نشان مٹانے کی کوشش کی جا رہی تھی، اس کا کیا حال ہو گا؟
 حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بدعات حسنه کے تو قاتل ہیں مگر ایسی بدعات کو حسنه قرار نہیں دیتے جو سنت میں کمی بیشی کر کے ایجاد کی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں ن کا موقف یہ ہے:-

جاننا چاہتے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ نے اچھا سمجھا ہے جب ان کو اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنت کی رفع کرنے والی ہیں۔ یہی حال تمام بدعات و محدثات کا ہے کیوں کہ وہ سنت پر زیادتی ہیں، خواہ کسی طرح کی ہو اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفع (سنت) ہے۔^{۹۷}
 غالباً ایسی بدعات کے لئے حدیث میں آیا ہے:-

جب کوئی قوم بدعت جاری کرتی ہے تو اس سے اس جیسی ایک سنت اٹھالی جاتی ہے (رواہ احمد)
 دوسری حدیث میں ہے:-

کوئی قوم اپنے دین میں بدعت جاری نہیں کرتی مگر اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک ان میں اٹھالیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس سنت کو قیامت تک ان کی طرف نہیں لوٹاتا۔

جہاں تک ان بدعات کا تعلق ہے جو سنت میں کمی بیشی کر کے ایجاد نہیں کی گئیں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ان کی تائید فرماتے ہوئے یہ حدیث پیش کرتے ہیں:-

جس نے کسی اچھی سنت کو جاری کیا تو اس کے لئے اس کے

جاری کرنے کا اجر ہے اور جس نے اس پر عمل کیا اس کا اجر
بھی اس کے لئے ہے۔ ۹۸

اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

اس طرح ہر وہ نیک کام جو کسی امتی سے وجود میں آتا ہے اس
عمل کا جس قدر اجر عامل کو ملے گا اس قدر اجر پیغمبر علیہ
الصلوة والسلام کو بھی ملتا ہے بغیر اس کے کہ عامل کے اجر میں
کسی قسم کی کمی واقع ہو۔ ۹۹

سبحان اللہ! چوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم غلاموں کو نیک کام
ایجاد کرنے کی اجازت دی ہے اس لئے امت محمدیہ کے ہر نیک کام کا اجر آپ کو
بھی ملے گا بلکہ آپ ہی تو قاسم ہیں۔ خود تقسیم فرما رہے ہیں خود لے رہے ہیں، ہم کو
خوش کر رہے ہیں۔۔۔۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، کاملین اور اخص الخواص کی طرف سے مستحبات و
مباحات کو قبول کرنے اور نہ کرنے اور مستحبات و مباحات کو ان کے لئے فرض قرار
دینے کی عجیب و غریب حکمتیں بیان فرماتے ہیں، قرآن کریم میں بھی ایسی بدعات کو
جو رضائے الہی کے لئے ایجاد کی جائیں پابندی سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۱۰۰۔۔۔۔
ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض نفلی عبادتوں کے ادا کرنے میں
(حق تعالیٰ کی) مرضی نہیں پاتے اور اس کے ترک کا اذن پالیتے
ہیں اور کبھی نیند کو بیداری سے بہتر سمجھتے ہیں۔ ۱۰۱

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:-

جب ان بزرگوں کے حرکات و سکنات (حق تعالیٰ کے) کے اذن

پر موقوف ہیں تو پیشک دوسروں کے نفل بھی ان کے لئے فرض ہوں گے مثلاً ایک فعل شریعت کے حکم سے ایک شخص کی نسبت نفل ہے اور وہی فعل دوسرے شخص کے لئے اہامی حکم سے فرض ہے۔ پس دوسرے لوگ کبھی نوافل ادا کرتے ہیں اور کبھی مباح امور کے مرتکب ہوتے ہیں مگر یہ بزرگوار جب کام کو مولیٰ جل سلطانہ کے امر و اذن سے کرتے ہیں وہ سب فرض ہی ہوتے ہیں۔ دوسرے کے مستحب و مباح ان کے لئے فرائض کا درجہ رکھتے ہیں اس تحقیق سے ان بزرگوں کی بلندی شان معلوم کرنا چاہیے۔ ۱۰۲

اس راز کو اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ بعض حلال و مباح چیزیں صحت مند افراد کے لئے بہت ہی مفید ہوتی ہیں وہی اشیاء بیمار افراد کے لئے مضر ہی نہیں مہلک بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں بڑی دل لگتی بات فرماتے ہیں:-

اول مرض دور کرنا چاہتیے جو ذکر نفی و اثبات سے وابستہ ہے پھر دوسرے عبادات و حسنات جو بدن کے لئے غذائے صالح کا حکم رکھتی ہے مشغول ہونا چاہتیے۔ مرض دور کرنے سے پہلے جو غذا کھائیں گے وہ فاسد و مفسد ہوگی۔ ۱۰۳

اس اقتباس سے بدعات کے بارے میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا حکیمانہ موقف اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔۔۔

امام ابو حنیفہ اور تقلید

○ ----- جب منزل تک پہنچانے والی راہ کا علم نہ ہو تو رہبر و رہنما بنا لیا کرتے ہیں، حکمت و دانائی کا یہی تقاضا ہے۔۔۔۔۔ رہنما ایک ہی ہوتا ہے بیک وقت دو رہنما نہیں ہوتے، اس لئے مسلمانوں نے اماموں کو اپنا اپنا رہنما بنایا، قیامت کے دن بھی ہم اماموں کے حوالے سے پکارے جائیں گے ۱۰۴۔۔۔۔۔ یہ امام بھی اللہ کی عظیم رحمت و نعمت ہیں، ۱۰۵ چاروں نے ایک ہی چشمہ صافی سے فیض پایا ہے پھر کیوں نہ ہم جام بھر بھر کر پیتیں۔۔۔۔۔ تقلید زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے۔۔۔۔۔ ایک تہذیبی، تمدنی اور معاشرتی ضرورت، اس کے بغیر چارہ نہیں۔۔۔۔۔ جو لوگ انسانی افکار اور انسانی معاشرے پر گہری نظر رکھتے ہیں وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ دین و مذہب کے حوالے سے وہ ذات تقلید کی سب سے زیادہ مستحق ہے جو عہد نبوی سے سب سے زیادہ قریب ہو اور قرآن و حدیث فہمی میں سب سے ممتاز ہو۔۔۔۔۔ بلاشبہ وہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ (م۔ ۱۵۰ھ) ہیں۔۔۔۔۔ آپ کی شان کیا بیان کی جائے۔۔۔۔۔ قرآن حکیم کی سورہ جمعہ آیت نمبر ۲ و ۳ نازل ہوئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ فرمایا ۱۰۶۔۔۔۔۔ اس طرح آپ کا ذکر قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی۔۔۔۔۔ آپ کے جد امجد نے خاندان نبوت سے دعائیں لیں ۱۰۷ اور فیض حاصل کیا۔۔۔۔۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت فرمائی ۱۰۸۔۔۔۔۔ اور ان سے فیض حاصل کیا ۱۰۹۔۔۔۔۔ آپ نے احادیث اور فتاویٰ کے ان نادر مجموعوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو، صحابہ کرام نے مدون کئے تھے۔۔۔۔۔ آپ نے احادیث کا ایک عظیم ذخیرہ اس وقت مدون فرمایا جب بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابو داؤد شریف

وغیرہ کتب احادیث بھی مدون نہ ہوتی تھیں ۱۱۰۔۔۔۔۔ آپ نے کوفہ میں صحابی رسول۔
 فقیہ امت، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مسند پر بیٹھنے کا شرف حاصل
 کیا ۱۱۱۔۔۔۔۔ آپ نے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ پر برسوں غور و فکر کر کے
 مسائل مستنبط فرمائے ۱۱۲ اور قانون شریعت کا ایک عظیم ذخیرہ عطا فرما کر مستقبل
 میں آنے والے فقہاء پر احسان فرمایا ۱۱۳۔۔۔۔۔ آپ سابقون الاولون کے پیرو کار تھے
 جن سے اللہ راضی اور وہ اللہ سے راضی ۱۱۴۔۔۔۔۔ آپ کا عہد مبارک خیر القرون کی
 بشارت سے مشرف ہوا ۱۱۵۔۔۔۔۔ آپ ملت اسلامیہ کے عظیم محسن ہیں۔۔۔۔۔ سعادت مند،
 محسن کا احسان مانتے ہیں، بد بخت و بد نصیب احسان فراموش ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ حضرت
 مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ان ملت اسلامیہ کے سعادت مندوں میں ہیں جنہوں نے امام
 ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے احسانات یاد رکھے اور ملت اسلامیہ کو ان کے بے مثال علم و
 تقویٰ سے آگاہ فرمایا۔۔۔۔۔ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے وضو کے مستحبات میں سے کسی
 ایک مستحب کے ترک ہونے کی وجہ سے چالیس سال کی نمازوں
 کو قضا فرمایا تھا ۱۱۶

غور فرمائیں جس کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم ہو کہ دور جدید کے علماء کی ایک
 جماعت بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی وہ ملت کی امامت کے لائق نہ ہو گا تو کون
 ہو گا؟۔۔۔۔۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ، حضرت
 جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فیض یافتہ تھے، ظالم ان نبوت کا یہی فیض ہے جس
 نے فقہ حنفی کو بہت بلند کر دیا ہے۔۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اپنے
 روحانی مشاہدات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعیہ کے ساتھ

موافقت رکھتے ہیں اور نبوت کے کمالات کو فقہ حنفی کے ساتھ

مناسبت ہے ۱۱۸

پھر اسی مکتوب میں آگے چل کر فرماتے ہیں:-

اور اس وقت حضرت خواجہ پارما قدس سرہ کی اس بات کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی جو انھوں نے ”فصول ستہ“ میں نقل کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے۔ ۱۱۹

بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے مگر ایک دوسرے مکتوب میں اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

اور یہ جو خواجہ محمد پارما قدس سرہ نے ”فصول ستہ“ میں لکھا ہے، ”حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے“۔۔۔۔۔ ممکن ہے کہ اس مناسبت کے باعث لکھا ہو جو کہ امام ابو حنیفہ کو حضرت روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد حضرت امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہو گا نہ یہ کہ وہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیوں کہ آپ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ علمائے امت کی تقلید کریں ۱۲۰۔۔۔۔۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پیروی سنت میں امام ابو حنیفہ کی استقامت ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

عجیب معاملہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سنت کی پیروی میں سب سے پیش پیش ہیں حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے ہیں اور ان کو اپنی رائے پر مقدم کرتے ہیں اور اس طرح صحابہ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں، دوسروں کا حال ایسا نہیں ہے۔ ۱۲۱

اس لئے امام ابو حنیفہ نے وہ مقام حاصل کیا جو دوسرے حاصل نہ کر سکے چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-
حضرت امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ کی مثال حضرت عیسیٰ روح اللہ کی مانند ہے جنہوں نے ورع و تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی بدولت اجتہاد و استنباط میں وہ بلند مقام حاصل کیا ہے کہ دوسرے حضرات کی فہم اس کے سمجھنے سے عاجز و قاصر ہے۔ ۱۲۲

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو ورع و تقویٰ اور کمال اتباع سنت نبوی نے فقہ کا دریائے بیکراں بنا دیا۔۔۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:-
بلا تکلف و تعصب کہا جاسکتا ہے کہ مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے۔۔۔ ۱۲۳
آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:-

اور ظاہری طور پر بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اہل اسلام کا سواد اعظم (اکثریت) امام ابو حنیفہ علیہم الرضوان کا متبع ہے۔ ۱۲۴
حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، امام ابو حنیفہ کی شان اجتہاد پر گفتگو کرتے

ہوتے مخالفین کے بارے میں ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:-

وہ ان کے اجتہادات کو دقت معانی کے باعث کتاب و سنت کے مخالف جانتے ہیں اور ان کے اصحاب کو، اصحاب راتے خیال کرتے ہیں، یہ سب کچھ ان کے علم کی حقیقت و درایت تک نہ پہنچنے اور ان کے فہم و فراست پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔۔۔۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے آپ کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ لیا ہے، فرماتے ہیں۔۔۔۔

الفقهاء کلہم عیال ابو حنیفہ

(سب کے سب فقہاء ابو حنیفہ کی عیال ہیں)

ان کم نظر معترضین کی جرات پر افسوس ہے کہ اپنے قصور کو

دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔۔۔۔ ۱۲۵

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بجا طور پر اظہار افسوس فرمایا، ایسی عظیم الشان ہستیوں کی تقلید سے انکار کرنا اور دور جدید کے کسی عالم کو اپنا پیشوا اور امام بنانا انصاف و دانائی کے سراسر خلاف معلوم ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث کا مطلب و مفہوم سمجھنے کے لئے کسی نہ کسی عالم کی ضرورت تو ہوگی تو اس فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے خیر القرون کو چھوڑ کر شر القرون کے کسی مولوی کی تقلید کرنا نہایت حیرت ناک ہے اور امام ابو حنیفہ کے ورع و علم کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی باتیں نہ ماننا اور بھی حیرت انگیز ہے۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایسے مخالفین کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

حق سبحانہ و تعالیٰ ان حضرات کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ دین کے

پیشوا اور اہل اسلام کے سردار کی دل آزاری نہ کریں اور اسلام

کے سوا دا عظیم کو ایذا نہ دیں۔ ۱۲۶

آگے چل کر اسی مکتوب میں بڑی دل لگتی بات فرمائی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

وہ لوگ جو دین کے اکابر کو "صاحب رائے" جانتے ہیں اگر وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوار اپنی رائے سے حکم کرتے تھے اور یہ کتاب و سنت کی متابعت چھوڑ دیتے تھے تو ان کے فاسد خیال کے مطابق اہل اسلام کا سوا دا عظیم گمراہ اور بدعتی ہوا بلکہ گروہ اسلام سے بھی باہر ہو گا۔ اس قسم کا اعتقاد وہی بیوقوف جاہل کر سکتا ہے جو اپنی حجالت سے بے خبر ہے یا پھر وہ زندیق جس کا مقصد دین اسلام کے نصف حصہ کو باطل کرنا ہے۔ ۱۲۷

حقیقت یہ ہے ملت اسلامیہ میں جن افکار و نظریات نے انتشار پیدا کیا وہ افکار و نظریات انتشار پیدا کر رہے ہیں وہ دور غلامی کی یادگار ہیں، ہمارے آئی جی دور غلامی سے کم نہیں اس لئے ان افکار و نظریات کی حقیقت کا اندازہ نہا، مشکل نہیں۔۔۔۔۔ راقم کے نزدیک مذہبی سطح پر دور جدید میں جو نئے نئے افکار آرہے ہیں ان کا تعلق سیاست اور صرف سیاست سے ہے۔ اس موضوع بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ یہ ایک بین الاقوامی سازش ہے جس کے زرخے میں پورا عالم اسلام ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، ملت اسلامیہ کے لئے تقلید کو لازمی قرار دیتے ہیں، آپ کے نزدیک اولیاء اللہ اور صوفیہ باوجود اپنی عظمت و بزرگی کے تقلید کے مکلف ہیں۔۔۔۔۔ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

احکام! اجتہاد یہ میں مجتہد کرام کی تقلید کرنے میں ولایت خاصہ والے حضرات، تمام مؤمنین کے برابر ہیں، ان کے کشوف و الہامات ان کو فضیلت نہیں بخشتے اور تقلید سے باہر نہیں

نکالتے۔۔۔ حضرت ذوالنون مصری، بایزید بسطامی، جنید بغدادی اور شیخ شبلی (رحمہم اللہ تعالیٰ) احکام اجتہادیہ میں عام مؤمنین زید، عمرو، بکر اور خالد وغیرہ کے ساتھ مجتہدین کی تقلید کرنے میں مساوی ہیں، ہاں ان بزرگوں کی بزرگی دوسرے امور میں ہے۔ ۱۲۸

اللہ اکبر! حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی نظر میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا کتنا بلند مقام ہے کہ جلیل القدر اولیائے کرام بھی ان کی تقلید کے مکلف ہیں پھر اوروں کی بات کیا کی جاتے؟۔۔۔

جب ائمہ اربعہ یا سلف صالحین کی پیروی کی بات کی جاتی ہے تو بعض حضرات یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ کفار و مشرکین بھی یہی کہا کرتے تھے کہ اگلوں سے یہی چلا آرہا ہے، ہمارے آباؤ اجداد یہی کرتے رہے۔۔۔ اللہ اکبر! کفار و مشرکین کے آباؤ اجداد تو کفار و مشرکین ہی تھے اس لئے ان کے قول کو ان مسلمانوں پر منطبق کرنا جن کے آباؤ اجداد پاک باز و پارسا تھے دوسرے لفظوں میں یہ کہنا ہے کہ معاذ اللہ وہ کفار و مشرکین کے مثل تھے۔ یہ کہنا کتنی بڑی جرات ہے؟۔۔۔ سورہ فاتحہ میں انھیں پاک بازوں کے نقش قدم پر چلنے کے لئے مولیٰ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے اس لئے مسلمانوں سے یہ کہتا ہے کہ کفار و مشرکین بھی یہی کرتے تھے وہ حق جل مجدہ سے مقابلہ کر رہا ہے۔۔۔ حیف کہنے والے نے کچھ نہ سوچا اور کیا کہہ گیا؟۔۔۔ ۱۲۹

حضرت الف ثانی علیہ الرحمہ سلف صالحین کی اتباع و پیروی کے بغیر نجات کو ممکن قرار دیتے ہیں۔ ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:-

تمام تقریروں کا خلاصہ اور تمام نصیحتوں کا لب لباب دیندار لوگ اور صاحب شریعت حضرات کی صحبت میں خوش رہنا ہے۔

دین و شریعت کا پابند ہونا اہل سنت و جماعت کے طریقے کے سلوک سے وابستہ ہے جو عام فرقہ ہائے اسلامیہ کے درمیان فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا فرقہ) کے نام سے منسوب ہے۔ ان بزرگوں کے اتباع کے بغیر نجات ناممکن ہے اور ان لوگوں کی آراء کی پیروی کے بغیر فلاح دشوار ہے۔ اس بات پر تمام عقلی و نقلی اور کشفی دلائل شاہد ہیں۔ ان میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔۔۔۔۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کے صراط مستقیم سے رائی کے دانے کے برابر بھی ہٹ گیا ہے تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہیے، اس کی مجالست کو سانپ کا زہر سمجھنا چاہیے۔ ۱۳۰

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے سچ فرمایا بیشک ایسے پرآگندہ خیالوں کی صحبت عمر رسیدہ، صحیح العقیدہ مسلمانوں پر، اثر انداز ہوتی ہے، یہ راقم کا ذاتی مشاہدہ ہے۔ اس لئے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے نہایت ہی سخت لہجے میں ایسے آزاد خیالوں کی صحبت سے دور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے، اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہمارے زمانے کی طرح بہت سے آزاد خیال اور بے لگام مسلمان پیدا ہو گئے تھے۔۔۔۔۔ اگر ایمان و اسلام محبوب ہے تو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اس نصیحت کو یاد رکھنا چاہیے، ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:-

بے باک، (آزاد خیال) طالب عالم، خواہ کسی فرقے سے ہوں، دین کے چور ہیں۔ ان کی صحبت سے پرہیز کرنا ضروریات دین سے ہے۔ یہ فتنہ فساد جو دین میں پیدا ہو گیا ہے اس جماعت کی بد بختی کی وجہ سے ہے کہ انھوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی

آخرت کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ ۱۲۱

انسان صحبت سے بنتا، بگڑتا ہے اس لئے، اچھی اور بری صحبت میں تمیز ہی انسان کو انسان بناتی ہے۔۔۔ اگر یہ تمیز نہیں تو انسان، انسان ہی نہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ! انھیں کا نقش قدم "صراط مستقیم" ہے، انھیں کے افکار و خیالات "حبل اللہ" ہیں۔۔۔ آئیے، انتشار و افتراق کے اس تاریک دور میں اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لیں اور قدم سے قدم ملا کر چلیں، منزل ہمارا انتظار کر رہی ہے۔۔۔!

احقر محمد مسعود غفلی عنہ

۲ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ

۱۷ / ۲ - سی، پی، ای۔ سی۔ ایچ

۱۴ / نومبر ۱۹۹۶ء

سوسائٹی کراچی۔ ۵۴۰۰

شب جمعہ المبارک

تعلیقات و حواشی

۱۔۔۔۔۔ اس وقت دنیا میں مختلف جماعتیں مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں، جو غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوتا ہے گو گو کے عالم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایک عیسائی نو مسلم، آکسفورڈ یونیورسٹی کے سابق پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اس گتھی کو بڑی آسانی سے سلجھالیا۔ انھوں نے فرمایا کہ سارے جہاں کے دشمنان اسلام، اہل سنت و جماعت عوام اور حکومتوں کے دشمن ہیں اسلام کے باقی سارے دعویداروں کے خابریا باطن میں معین و مددگار ہیں اس لئے سچا اسلام وہی ہے جو علماء اہل سنت و جماعت پیش کر رہے ہیں۔ آجکل ڈاکٹر صاحب مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی حیات اور اہل سنت و جماعت کی تعلیمات پر کام کر رہے ہیں جو رضا اکیڈمی (یو۔ کے) مسلسل شائع کر رہی ہے۔۔۔۔۔ مسعود

۲۔۔۔۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوبات نمبر ۱۹۳، ص ۵۰

۳۔۔۔۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۹۹، کراچی، ص ۲۵۴

نوٹ: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے علاوہ تہذیب نام سلاسل "بودیت" یا "تخلیت" کے فائل ہیں جس میں۔۔۔

خاں بریلوی "ظہیت" کے قائل ہونے کے باوجود فرماتے ہیں:-
 "حاشا للہ! اللہ ہے اور عبد، عبد ہے ہرگز عبد نہ اللہ ہو سکتا ہے نہ اللہ عبد ہو سکتا ہے۔"
 (فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۳۲-۱۳۲)

آپ نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا گہرا مطالعہ فرمایا تھا، الوہیت اور عبودیت کے اس تصور سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تصور وحدۃ الشہود کی تائید ہوتی ہے۔۔۔۔ مسعود

۴۔۔۔۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات، مکتوب نمبر ۱۶، جلد دوم، ص ۳۷-۲۳۶

۵۔۔۔۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات، مکتوب نمبر ۱۹۳، جلد دوم، کراچی، ص ۲۹۹

۶۔۔۔۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات، مکتوب نمبر ۱۹۳، جلد دوم، کراچی، ص ۲۹۹

۷۔۔۔۔۔ اقبال: بال جبریل، لاہور

نوٹ:- مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے سجدہ تعظیمی کی حرمت کے بارے میں ایک فاضلانہ مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے:-

الزبدۃ الزکیہ، لتحریریم سجود التَّحِیَّة (۵۱۳۲۷ / ۱۹۱۸)، یہ مقالہ قابل مطالعہ ہے۔۔۔۔ مسعود

۸۔۔۔۔۔ قرآن کریم، سورہ مائدہ، آیت نمبر ۱۵

۹۔۔۔۔۔ قرآن کریم، سورہ کہف، آیت نمبر ۱۱

۱۰۔۔۔۔۔ قرآن کریم، سورہ انعام، آیت نمبر ۹

۱۱۔۔۔۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۳۰۹

۱۲۔۔۔۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوبات نمبر ۱۲۲، ص ۳۷۸

۱۳۔۔۔۔۔ ایضاً، مکتوبات نمبر ۶۴

۱۴۔۔۔۔۔ ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۹۴، ص ۳۰۴

۱۵۔۔۔۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۶۴

۱۶۔۔۔۔۔ ایضاً، مکتوب نمبر ۴۱، ص ۳۱

۱۷۔۔۔۔۔ قرآن کریم، سورہ نحل، آیت نمبر ۹

۱۸۔۔۔۔۔ قرآن کریم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۵۴

۱۹۔۔۔۔۔ قرآن کریم، سورہ یونس، آیت نمبر ۶۴

۲۰۔۔۔۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۱۱۶، ص ۶۵

۲۱۔۔۔۔۔ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۱۱۶، ص ۶۵

۲۲۔۔۔۔۔ ایضاً، ص ۶۵

- ۲۳----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۱۰۰
- ۲۴----- قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۳۱
- ۲۵----- قرآن حکیم، سورہ قوبہ، آیت نمبر ۲۴
- ۲۶----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۱۰۰
- ۲۷----- قرآن کریم: سورہ ابراہیم، آیت نمبر ۱۰ / سورہ انبیاء، آیت نمبر ۳۰ / سورہ مومن، آیت نمبر ۲۴-۳۰ / سورہ شعراء، آیت نمبر ۱۸۶ / سورہ قیس، آیت نمبر ۱۵ / سورہ ہود، آیت نمبر ۲۷
- ۲۸----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۸، ص ۲۶۹
- ۲۹----- قرآن حکیم، سورہ یوسف، آیت نمبر ۶۸ / آیت نمبر ۹۶ / آیت نمبر ۲۲ / سورہ قصص، آیت نمبر ۱۰ / سورہ کہف، آیت نمبر ۶۵
- ۳۰----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۱۰۰-۱۰۱
- ۳۱----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۱۸، ص ۱۱۹
- ۳۲----- (۱) ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۶۵، ص ۲۰۵
- (ب) ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۱۸، ص ۱۱۵
- ۳۳----- بعض حضرات کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور محبت و الفت سے متعلق آیات بیان نہ کرنی چاہیے کہ لوگ شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ بات راقم سے دو عمر رسیدہ علماء نے کی، ایک کا تعلق مسلک دیوبند سے تھا دوسرے کا تعلق مسلک ابن عبدالوہاب نجدی سے تھا۔ یہ بات راقم کے لئے حیران کن تھی۔۔۔ مسعود
- ۳۴----- قرآن کریم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۳۱
- ۳۵----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوبات نمبر ۱۲۲، ص ۱۵۳
- ۳۶----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۶، ص ۲۷۷
- ۳۷----- ایضاً، ص ۲۷۷
- ۳۸----- ایضاً، ص ۲۷۸
- ۳۹----- ایضاً، ص ۲۸۷
- ۴۰----- قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۸۱
- ۴۱----- قرآن حکیم، سورہ صف، آیت نمبر ۶
- ۴۲----- محمد امیر شاہ گیلانی: شرح شمائل ترمذی، لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۳۲۸، بوداؤد شریف، ج ۱، ص ۳۰
- ۴۳----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۷۲
- ۴۴----- ایضاً، مکتوب نمبر ۷۲

نوٹ----- مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے بھی نعت خوانی یا قوالی میں آلات موسیقی کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

مزامیر (آلات موسیقی) جن کے مٹانے کے لئے حضور پر نور نبی کریم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے (کمانی الحدیث) مطلقاً حرام ہیں۔ (مسائل سماع، لاہور، ص ۲۴) ایک جگہ فرمایا۔

ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہ گار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر۔ (احکام شریعت حصہ اول، ص ۳۳)

۴۵----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۷۲

۴۶----- ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۷

۴۷----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۰۶، ص ۳۲۶

۴۸----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۷، ص ۵۹

۴۹----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶

۵۱----- احمد سرہندی: مکتوبات، مکتوب نمبر ۳۶، جلد دوم، ص ۱۲۵

۵۲----- ایضاً، ص ۱۲۶

۵۳----- (ا) ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶

(ب) ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۳۰۲

(ج) ایضاً، مکتوب نمبر ۹۱

(د) ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۰۳، نمبر ۱۸۷، نمبر ۱۹۱

۵۴----- احمد سرہندی: مکتوبات، مکتوب نمبر ۳۶، ص ۱۲۵

۵۵----- ایضاً، مکتوب نمبر ۳۶

۵۶----- ایضاً، مکتوب نمبر ۳۶

۵۷----- احمد سرہندی: مکتوبات، مکتوب نمبر ۶۷، جلد دوم، مکتوب ۱۷، جلد سوم، ص ۶۱

۵۸----- قرآن حکیم، سورہ فاتحہ، آیت نمبر ۶

۵۹----- قرآن حکیم، سورہ یونس، آیت نمبر ۶۲

۶۰----- احمد سرہندی: مکتوبات، مکتوب نمبر ۱۰۶، جلد اول

۶۱----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۸۷

۶۲----- ایضاً، مکتوب نمبر ۲۱۸

۶۳----- ایضاً، مکتوب نمبر ۱۳۲

۶۴ ----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۸۲

۶۵ ----- ایضاً، جلد، مکتوب نمبر ۲۱۲، ص ۹۱

۶۶ ----- قرآن حکیم، سورہ مائدہ، آیت نمبر ۳۵

۶۷ ----- احمد سرہندی: مکتوب نمبر ۱۲۲، جلد سوم، ص ۳۷۸

۶۸ ----- احمد سرہندی: جلد اول، مکتوب نمبر ۷۳، ص ۲۲۵

۶۹ ----- احمد سرہندی: جلد اول، مکتوب نمبر ۷۸، ص ۳۳۶

۷۰ ----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۸، ص ۲۱۴

۷۱ ----- راقم کے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ نے دہلی میں رہتے ہوئے راقم کی کونہ

(بلوچستان) اور نمنٹھ (سندھ) میں مدد فرمائی اور حیدرآباد (سندھ) میں عزیزوں کی مدد فرما کر

ایک بڑے حادثے سے بچایا۔ مسعود

۷۲ ----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۷۹، ص ۲۳۷

۷۳ ----- قرآن کریم، سورہ نسا، آیت نمبر ۶۴

۷۴ ----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۸۸، ص ۲۵۴

۷۵ ----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۸۸، ص ۲۵۵

۷۶ ----- قرآن حکیم، سورہ ابراہیم، آیت نمبر ۵

۷۷ ----- قرآن حکیم، سورہ احزاب، آیت نمبر ۵۶

۷۸ ----- راقم کے برادر اصغر ڈاکٹر محمد سعید احمد علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۹۶) درگاہ خواجہ باقی باللہ کے

سجادہ نشین اور خطیب تھے، وہی عرس کراتے تھے۔ اب ان کے صاحبزادے ڈاکٹر مجیب

احمد سلمہ سجادہ نشین ہیں اور عرس کراتے ہیں ان کے چھوٹے بھائی حافظ محمد احمد سلمہ مسجد

شریف کے خطیب ہیں۔ مسعود

۷۹ ----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۳۳، ص ۱۴۱

۸۰ ----- محمد معصوم: مکتوبات معصومیہ، جلد سوم، مکتوب ۱۶۸، ص ۱۰۸، مطبوعہ امرتسر

۸۱ ----- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۶، ص ۲۹۳

نوٹ:----- بعض اعراس میں آلات موسیقی کے ساتھ قوالیاں بھی ہوتی ہیں، عورتیں بھی شریک ہوتی

ہیں، چادریں بھی پڑھائی جاتی ہیں، قبروں کو سجدے بھی کئے جاتے ہیں، چراغاں بھی کیے جاتے

ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے آلات موسیقی، سجدہ ^{لفظی} اور

عورتوں کی حاضری کو حرام قرار دیا۔۔۔۔۔ چادروں اور چراغاں کو بلا ضرورت اسراف قرار دیا

اس کی قیمت کو سداقہ کرنے کا حکم دیا۔ مولانا بریلوی کے یہ رسائل قبل مرادہ اس

- (ا) الزبدة الزكية، لتحريم سجود التنجيد (۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء)
- (ب) جمل النور في نهى النساء عن زيارة القبور (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء)
- (ج) ابريق المنار بشموغ المزار (۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء)
- (د) مسائل سماغ (مرتبہ عرفان علی رضوی) لاہور
- (ه) احکام شریعت، حصہ اول، آگرہ، ص ۳۸
- ۸۳ ---- احمد رضا خاں : احکام شریعت بریلی، ص ۷۰
- ۸۴ ---- احمد سرہندی : مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۱۱
- ۸۵ ---- محمد ہاشم کشمیری : زبدة المقامات، لکھنؤ، ص ۲۸۴
- ۸۶ ---- قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۲۴۸
- ۸۷ ---- احمد سرہندی : مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۰۴
- ۸۸ ---- احمد سرہندی : مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶
- ۸۹ ---- ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۴۲
- ۹۰ ---- مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے فاتحہ کے لئے غیر ضروری لوازمات کو غلط بتایا ہے، مثلاً شادی کے سے تکلف کرنا، مخصوص دن ہی میں ثواب منحصر سمجھنا، کھانا آگے رکھ کر فاتحہ دینا وغیرہ وغیرہ
- (احمد رضا خاں : الحججہ الفاتحہ لطیب التبعین والفاتحہ (۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء)
- لاہور، ص ۱۴-۱۶)
- ۹۱ ---- قرآن حکیم، سورہ النعام، آیت نمبر ۱۱۹
- ۹۲ ---- احمد سرہندی : مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۴۸، ص ۱۷۵
- ۹۳ ---- ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۰۵
- ۹۴ ---- احمد سرہندی : مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۸۶، ص ۳۹-۴۰
- ۹۵ ---- انسان کی فطرت ہے کہ وہ نئی سے نئی اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے گویا طبعی طور پر وہ "بدعتی" ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذوق کی تربیت فرمائی اور دین میں نئی باتیں نکالنے کے چند اصول و قواعد ہمارے سامنے رکھ دیئے۔ تاکہ ذوق کی تسکین بھی ہو جائے اور دین بھی مسخ نہ ہو۔ ایک اصول یہ رکھا کہ جو نئی بات مخالف سنت ہو مردود ہے دوسرا اصول یہ رکھا جو بات مخالف سنت نہ ہو اور اچھی ہو تو اس کا ثواب ضرور ملے گا، اس کے ایجاد کرنے کی ممانعت نہیں۔ اس کی تفصیلات احادیث میں موجود ہیں، راقم کی کتاب "نئی نئی باتیں" (مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء) مطالعہ فرمائیں۔۔۔۔ مسعود

- ۹۶----- احمد سرہندی : مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۲۳
- ۹۷----- احمد سرہندی : مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۸۶، ص ۴۱-۴۲
- ۹۸----- ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۹۲، ص ۴۹، جلد سوم، مکتوب نمبر ۹۴، ص ۲۷۹
- ۹۹----- احمد سرہندی : مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۷، ص ۲۰۸
- ۱۰۰----- قرآن کریم، سورہ حدید، آیت نمبر ۲۷
- ۱۰۱----- احمد سرہندی : مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۵، ص ۲۰۴
- ۱۰۲----- ایضاً، مکتوب نمبر ۵۵، ص ۲۰۴
- ۱۰۳----- احمد سرہندی : مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۲
- ۱۰۴----- قرآن حکیم، سورہ اسرار، آیت نمبر ۷۱
- ۱۰۵----- (ا) امام ابو حنیفہ (م۔ ۱۵۰ھ)
(ب) امام مالک بن انس (م۔ ۱۷۹ھ)
(ج) امام محمد بن ادریس شافعی (م۔ ۲۰۴ھ)
(د) امام احمد بن حنبل (م۔ ۲۴۱ھ)
- ۱۰۶----- بخاری شریف، لاہور ۱۹۹۱ء، ج ۲، ص ۹۷۳، حدیث نمبر ۸۸۹
- ۱۰۷----- خطیب بغدادی : تاریخ بغداد، مصر ۱۹۳۱ء، ج ۱۳، ص ۳۲۶
- ۱۰۸----- معجم المصنفین، ج ۲، ص ۲۳
- ۱۰۹----- جلال الدین سیوطی : تبيين الصحيفه بجواله شرح مسلم، جلد اول، لاہور، ص ۶-۹
- ۱۱۰----- کتاب الآثار بروایت محمد بن حسن / حافظ ابن حجر عسقلانی : الايثار بمعرفته، رواة الآثار
- ۱۱۱----- موفق بن احمد مکی : مناقب موفق، ج ۱، ص ۶۴
- ۱۱۲----- موفق بن احمد مکی : مناقب موفق، ج ۲، ص ۱۳۳
- ۱۱۳----- موفق بن احمد مکی : مناقب موفق، ج ۲، ص ۱۳۳، جلال الدین سیوطی : ذیل الجواہر، ج ۲، ص ۴۷۲
- ۱۱۴----- قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۸
- ۱۱۵----- مشکوٰۃ، کتاب المناقب، جلد اول، باب مناقب صحابہ، حدیث نمبر ۴
- ۱۱۶----- احمد سرہندی : مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۹، ص ۱۱۲
- ۱۱۷----- ایضاً، مکتوب نمبر ۲۸۹، ص ۳۹۷
- ۱۱۸----- احمد سرہندی : مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۸۲، ص ۳۲۶

۱۱۹ ---- ایضاً، ص ۷-۳۴۶

۱۲۰ ---- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوبات نمبر ۵۵، ص ۲۰۱

۱۲۱ ---- ایضاً، ص ۲۰۱

۱۲۲ ---- ایضاً، ص ۲۰۰

۱۲۳ ۱۲۴ ایضاً، ص ۲۰۱

نوٹ:۔۔۔۔۔ چند سال قبل ایک غرب محقق نے ائمہ اربعہ کے پیرکاروں کے اعداد و شمار جمع کئے تھے اس کے مطابق حسنی کی تعداد ۵۰-۸۶ کروڑ تھی، شافعی کی تعداد ۴۰۵ کروڑ، مالکی کی

تعداد ۴ کروڑ اور حنبلی کی تعداد صرف ۴۰ لاکھ۔۔۔۔۔ مسعود

۱۲۵ ---- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۵، ص ۲۰۱

۱۲۶ ---- ایضاً، ص ۲-۲۰۱

۱۲۷ ---- ایضاً، ص ۲۰۲

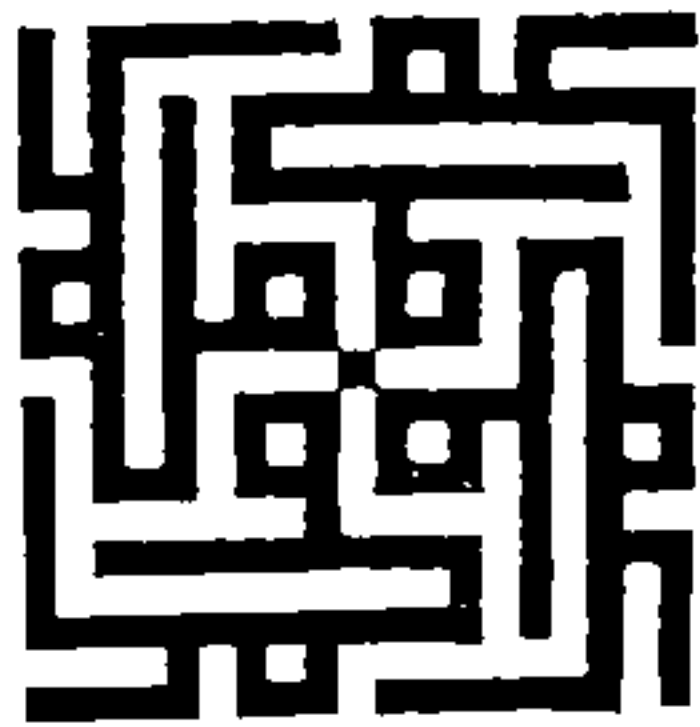
۱۲۸ ---- ایضاً، ص ۲۰۳

۱۲۹ ---- سید محمد بن علوی مالکی حسنی نے اپنی کتاب ہو اللہ کے صفحہ ۷۱ پر عنوان الاستدلال

بآیات فی غیر محلہا الوارد میں اس طرز فکر کا تعاقب فرمایا ہے۔۔۔۔۔ مسعود

۱۳۰ ---- احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۱۳، ص ۹۳

۱۳۱ ---- ایضاً، ص ۹۳



①

مَوْلَانَا عَبْد الرَّحْمٰن جَاهِي

نقشبندیہ عمیق قافلہ سالارانند
کہ برتد از رہ پنہساں بحر قافلہ را
ناقشہ گر کند این سلسلہ را طعن قسود
عاش شد کہ بر آرم بزبان این گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ این سلسلہ اند
رُو بہ از حیلہ چساں بگلد این سلسلہ را
(روض الاذہار فی ذکر الاتیار، مطبوعہ دہلی، ۱۳۴۴ھ)

②

شَیْخُ عَبْدِ اللّٰهِ قَطْبُ

صاحب ماتہ عائشہ ظہور اور رسنہ الفت خواہد بود و شان او، شان غریب عمیر
(مکتوبات شیخ عبد اللہ قطب، دہلی، مکتوبہ ۸۸۶ھ)

③

خَوَاجِرُ عَبْدِ اللّٰهِ

(ابن خواجہ باقی باشد)

امام زماں قطبِ اقطابِ عالم
کہ چون او ندانم کہ بگذشت یک تن
ز بس ہمت و وسعت فیض باطن
بہ تجدید الفت دوم شد مسین
چو ہر شفاعت بہ مشرد آید
جہانے نہاں گردوش زیر دامن
(شیخ بدر الدین بہرندی، حضرت القدس، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۳ھ، ص ۲۶۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقالہ

۴

حیات ڈاکٹر محمد اقبال

ڈاکٹر محمد اقبال، کشمیری برہمنوں کے ایک قدیم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے جدِ اعلیٰ تقریباً ڈھائی سو برس پہلے مشرف باسلام ہو کر سیالکوٹ میں آباد ہو گئے۔ اقبال نے اس شعر میں اپنا خاندانی پس منظر بیان کیا ہے۔

میں اصل کا خاص سومانائی
آبا مرے لاتی و منائی

جدید تحقیق کے مطابق اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، ان کے والد صاحب علم و عمل تھے تصوف کا خاص ذوق رکھتے تھے اور سلسلہ قادریہ میں قاضی سلطان احمد (اعوان شریف، ضلع گجرات، پاکستان) سے بیعت تھے اور غالباً اقبال کو بھی انہیں سے بیعت کروایا تھا اور تربیت خود فرمائی۔ گھر کے اس صوفیانہ ماحول کا ذکر کرتے ہوئے اپنے بیٹے جاوید سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

جس گھر کا مگر چراغ ہے تو
ہے اس کا مذاق عارفانہ

اقبال نے کتابوں سے زیادہ نگاہوں سے سیکھا، خود کہتے ہیں۔

تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ
وہ ادب گہ محبت، وہ نگہ کا تازیانہ

اس عارفانہ ماحول میں اقبال کی پرورش ہوئی، تلاوت کلام صبح کا معمول تھا،
والد کی ہدایت تھی کہ قرآن اس سوز و گداز سے پڑھو، یوں محسوس ہو کہ یہ تم پر
نازل ہو رہا ہے۔ اس شعر میں اسی نصیحت کی طرف اشارہ ہے۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہیں نہ رازی، نہ صاحبِ کشف

اقبال کی والدہ بھی عابدہ و زاہدہ تھیں، ان کے فیضِ تربیت نے اقبال کو اور جلا
بخشی، ان کے انتقال پر اقبال نے جو مرثیہ لکھا ہے۔ اس میں اس حقیقت کا اعتراف
کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر میرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا
دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

اقبال نے ابتدائی تعلیم قدیم طرز کے مکتب میں حاصل کی پھر سیالکوٹ کے مشن
اسکول میں داخل ہو گئے، جہاں مولوی میر حسن جیسا فاضل استاد ملا۔ ان کے فیضِ
تربیت نے اقبال میں عربی فارسی زبان دانی کا شوق پیدا کیا اور ادبیت کا ذوق اوہ
نکھر کر سامنے آیا۔ اقبال نے اپنی نظم ”التجائے مسافر“ میں اپنے استاد کا اس طرح ذکر
کیا ہے۔

وہ شمع بارگہ خاندان مرتضوی
 رہے گا مثلِ حرمِ جس کا آستاں مجھ کو
 نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کھلی
 بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو

اقبال مشن اسکول سے فارغ ہو کر لاہور چلے آئے اور گورنمنٹ کالج میں داخلہ لے لیا۔ یہاں ان کو پروفیسر آرنلڈ جیسا استاد ملا، جن کی تعلیم و تربیت نے اقبال کے منفی جواہر کو اور جگمایا، وہ بی اے اور ایم اے میں امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوئے اور تمغات حاصل کئے، اقبال کو آرنلڈ سے کتنی محبت تھی؟ اس کا اندازہ ان کی نظم "نالہ - فراق" سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو استاد کے انگلستان جانے کے بعد ان کی جدائی سے متاثر ہو کر کہی۔ اس میں ایک جگہ کہتے ہیں:-

اب کہاں وہ شوق رہ پیمانی صحرائے علم
 تیرے دم سے تھا ہمارے سر میں بھی سودائے علم

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اقبال اور پنٹل کالج، لاہور میں بحیثیت استاد فلسفہ و تاریخ ملازم ہو گئے، بالآخر جستجوئے علم ان کو انگلستان لے گئی۔ وہ ۱۹۰۵ء میں انگلستان پہنچے، یہاں کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہو گئے اور فلسفہ اخلاق پر ڈگری حاصل کی۔ اس کے علاوہ پیرسٹی کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ انگلستان میں پروفیسر میک گکارٹ، پروفیسر براؤن اور پروفیسر نکلسن جیسے فاضلوں سے اقبال کی صحبتیں رہیں۔ میک گکارٹ نے اقبال کے فلسفیانہ خیالات میں پختگی پیدا کی اور براؤن و نکلسن کی صحبت میں فارسی ادبیات کا ذوق اور نکھرا۔

کیمبرج سے فارغ ہونے کے بعد اقبال نے جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے

ایران کی مابعد الطبیعیات پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اس سلسلے میں انہوں نے انگلستان اور جرمنی کے کتب خانوں کا مطالعہ کیا۔ ان کتب خانوں میں اسلامی علمی ذخائر دیکھ کر ان پر حیرت و اضطراب کا عالم طاری ہو گیا۔ اس شعر میں اپنے قلبی تاثرات کا اظہار کیا ہے:-

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں، تو دل ہوتا ہے سی پارہ

جرمنی سے انگلستان واپسی پر اقبال لندن یونیورسٹی میں اپنے استاد پروفیسر آرنلڈ کی جگہ سات ماہ عربی کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۰۸ء میں وہ وطن عزیز واپس لوٹے اور یہاں آ کر گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کے پروفیسر مقرر ہو گئے اور پیرسٹی کی پریکٹس بھی کرتے رہے، لیکن بالآخر ملازمت چھوڑ کر پریکٹس پر قناعت کی۔ ان کی خوددار طبیعت نے کسی کا زیر نگر رہنا پسند نہ کیا۔

۱۹۱۵ء میں اقبال نے اسرارِ خودی لکھی جس میں حافظ شیرازی پر سخت تنقید کی گئی تھی چنانچہ پاک و ہند میں فکر اقبال کو ہدفِ تنقید بنایا گیا، مگر انگلستان میں یہ شہنوی بہت مقبول ہوئی، پروفیسر نکلسن نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا، جو ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا۔ اے۔ ایم فارسٹر اور پروفیسر ڈکسن نے اپنے اپنے رسائل میں اس کو خوب سراہا۔ ۱۹۲۳ء میں حکومت برطانیہ نے اقبال کو "سر" کا خطاب دیا جو مہمانِ وطن پر گراں گزرا، کیونکہ کچھ عرصہ قبل ۱۹۱۹ء میں انگریزوں کے خلاف تحریکِ خلافت اور ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات چل چکی تھی۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید یہ خطاب دے کر اقبال کی زبان بند کر دی گئی ہے۔ اقبال نے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے اعلان کیا:-

”قسم ہے خدائے ذوالجلال کی جس کے قبضے میں میری جان اور آبرو ہے اور قسم ہے اس بزرگ و برتر وجود کی جس کی وجہ سے مجھے خدا پر ایمان نصیب ہوا۔ اور مسلمان کہلاتا ہوں، دنیا کی کوئی طاقت مجھے حق کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی، اقبال کی زندگی مومنانہ نہیں لیکن اس کا دل مومن ہے“

۱۹۲۶ء میں اقبال، لاہور کے حلقہ انتخاب سے قانون ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں انہوں نے جنوبی ہند کا دورہ کیا اور مدراس میں انگریزی میں چھ مشہور لیکچر دیئے جو ۱۹۳۰ء میں لندن سے شائع ہوئے۔ جنوری ۱۹۲۹ء میں حیدرآباد دکن گئے جہاں ان کی خوب پذیرائی ہوئی۔ دسمبر ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ الہ آباد (ہندوستان) کے صدر منتخب ہوئے اور اپنے خطبہ صدارت میں سب سے پہلے سیاسی پلیٹ فارم سے ”نظریہ پاکستان“ پیش کیا۔ لیکن اس سے بہت پہلے ۱۹۲۵ء میں نظری طور پر تقسیم ہند کی مفصل تجویز عبدالقدیر بلگرامی نے پیش کی تھی جو علی گڑھ سے سنہ مذکور میں شائع ہو چکی تھی۔ ۱۹۳۱ء میں اقبال دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلستان گئے۔ یہ سفر علمی و تاریخی حیثیت سے یادگار رہا۔ واپسی پر فرانس میں مشہور فلسفی برگسان سے اقبال کی ملاقات ہوئی، ”واقعیت زماں“ سے متعلق حدیث سنا کر اقبال نے اس کو محویت کر دیا۔ اٹلی میں سولینی سے ملاقات ہوئی اس کو بھی عمرانیاتی اہمیت کی ایک حدیث سنا کر حیران کیا۔ جب اس نے اطالوی جوانوں کے لئے ہدایت و نصیحت کی درخواست کی تو اقبال نے کہا:-

” اٹلی کے جوانوں کو مغرب کی زوال آمادہ تہذیب چھوڑ کر مشرق کی حیات بخش تہذیب کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔“

اس سفر میں اقبال ہسپانیہ بھی گئے۔ وہاں کے اسلامی آثار سے بہت متاثر ہوئے، بیت المقدس بھی گئے جہاں مؤتمر اسلامیہ میں شرکت کی۔ ۱۹۳۲ء میں وطن عزیز واپس آئے۔

۲۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو نادر شاہ، شاہ افغانستان کی دعوت پر افغانستان گئے۔ جہاں مشہور شاعر عبداللہ خاں نے اقبال کی مدح میں ایک قصیدہ پیش کیا جس میں اقبال کے عالمگیر پیغام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:-

چو اندر سخن جاہدہ۔ نو گزید
پیامش ز مشرق بہ مغرب رسید

کابل سے واپسی پر اقبال، غزنی اور قندھار بھی گئے، جہاں مزارات اور تبرکات کی زیارت کی۔ نومبر ۱۹۳۳ء کو واپس لوٹے۔ واپسی سے تین ماہ بعد علالت کا سلسلہ شروع ہوا، جس کے بعد وہ دوبارہ نہ سنبھل سکے۔ مارچ ۱۹۳۸ء میں طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ علالت کے دوران یہ شعر پڑھ کر سناتے:-

نشان مرد مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

اپریل میں زیادہ حالت خراب ہو گئی۔ ایک روز عالم یاس میں یہ رباعی پڑھی:-

سرود رفتہ باز آید کہ ناید
نیسے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

بالآخر ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء / ۱۳۵۷ھ کو یہ دانائے راز جدا ہو گیا۔ اور ایک عالم

کو سوگوار چھوڑ گیا۔

مندرجہ بالا سطور میں اقبال کی تعلیم و تربیت، ملازمت و سیاست اور سفر و حضر وغیرہ کے بارے میں تفصیلات بیان کی گئیں۔ اب چند باتیں ان کی شاعری کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں جس میں ان کے انقلاب انگیز افکار کے جلوے نظر آ رہے ہیں۔

سیالکوٹ کے زمانہ میں قیام سے ہی اقبال کی شاعری کا آغاز ہو چکا تھا۔ جب لاہور آئے تو ذوق شاعری اور نکھرا۔ ایک مشاعرے میں یہ نکھرا ہوا شعر پیش کر کے سخن شناسوں کو حیران کر دیا۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

اقبال نے مرزا داغ دہلوی سے غائبانہ شرف تلمذ حاصل کیا۔ شاگرد و استاد ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔ داغ کی یاد میں اقبال نے جو مرثیہ لکھا ہے اس سے ان کی تلمیذانہ محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک جگہ کہتے ہیں:-

آج لیکن ہم نوا سارا چمن ماتم میں ہے
شمع روشن بجھ گئی بزمِ سخن ماتم میں ہے

اقبال کا پہلا دور شاعری ۱۹۰۵ء میں ختم ہوتا ہے۔ اس دور میں انہوں نے انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے کئے۔ اس دور کی متعدد نظموں میں ان کے فلسفہ خودی کی جھلک نظر آتی ہے۔ نظم "انسان" اور "بزمِ قدرت" قابل ذکر ہیں اور نظم "عشق" اور "موت" کا یہ مصرعہ قابل توجہ ہے۔

خودی تشنہ کام مے بے خودی تھی

اس دور میں اقبال نے عشق کو عقل پر ترجیح دی اور انسان کی عظمت کو اس انداز سے بیان کیا۔

شکست سے یہ کبھی آشنا نہیں ہوتا
نظر سے چھپتا ہے لیکن فنا نہیں ہوتا

۱۹۰۵ میں اقبال یورپ گئے، سنہ مذکور سے دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے جو ۱۹۰۸ء پر ختم ہوتا ہے، جبکہ اقبال وطن واپس لوٹے۔۔۔ یہ دور مطالعہ و مشاہدہ میں گزرا اور بہت کم کہا۔ ۱۹۰۸ء سے تیسرا دور شروع ہوتا ہے جو ۱۹۲۴ء پر ختم ہوتا ہے اس دور میں زیادہ تر فارسی میں کہا۔ موضوع شاعری فلسفہ خودی و بے خودی رہا۔۔۔ وطن کی محبت سے آزاد محبت رسول میں گرفتار۔۔۔ اس دور میں پانچ کتابیں لکھی باہر اور اندر بہت سے تاریخی واقعات رونما ہوئے۔ فطری طور پر اقبال ان سے متاثر ہوئے اور اپنے افکار و تاثرات کو نظما کر جاوداں بنایا۔۔۔ ۱۹۱۵ء میں انہوں نے شتوی اسرارِ خودی پیش کی۔ ۱۹۱۸ء میں شتوی رموزِ بخودی، ۱۹۲۲ء میں پیامِ مشرق، ۱۹۲۴ء میں بانگِ درا شائع ہوئی، پھر ژبورِ عجم۔

۱۹۲۵ء اور ۱۹۳۸ء کا درمیانی دور اقبال کے فکر و بیان کا حاصل ہے۔ یہ چوتھا اور آخری دور ہے۔ اس میں وہ زیادہ پختہ کار اور جہاں دیدہ نظر آتے ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں جاوید نامہ شائع ہوا اور ۱۹۳۵ء میں بال جبریل شائع ہوئی اور ۱۹۳۶ء میں ضربِ کلیم، یہ دونوں مجموعے فکر و بیان کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں، اقبال کے افکار ایک نیا شباب لے کر سامنے آتے ہیں۔ فکر و خیال پر تصورِ خودی چھایا ہوا ہے۔ اقبال کے تمام افکار نقطہ خودی کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں۔۔۔

معرفت نفس اور عرفان ذات کے بعد دوسرے مرحلے شروع ہوتے ہیں۔ جب

ات ہی عدم و وجود کی بحثوں میں الجھ کر رہ جاتے تو پھر کیا باقی رہ گیا جس کو سلجھایا
 باتے؟ ایک نظریہ نے ذات کو عدم آشنا کیا۔۔۔ دوسرے نظریہ نے وجود آشنا۔۔۔
 پوچھنا یہ ہے کہ ذات ہے یا نہیں ہے؟۔۔۔ غالب کہتا ہے۔

ہر چند کہیں کہ "ہے"، "نہیں ہے"

اقبال کہتا ہے۔

اک تو "ہے" کہ حق ہے اس جہاں میں

۔۔۔ ہی وہ فکر ہے جواز خود رفتگی سے ہوش میں لایا اور من کی دنیا کو دیکھ کر آیا۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

پروانے کو دیکھتے۔ جمالِ شمع میں ایسا کھویا گیا کہ اپنا بھی ہوش نہ رہا۔ جل بجھا

آواز تک نہ آئی۔

اے مرغِ سحر عشق ز پروانہ بیاموز

کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیابد

اور چکور کو دیکھتے، حسن ماہتاب پر ہزار جان سے فدا، مگر جان سلامت۔۔۔

مستوق بھی موجود، عاشق بھی موجود، عشق بھی موجود۔۔۔ ایک وجودی ہے، دوسرا

شہودی۔۔۔ ایک نے زندگی کھونے میں، پائی، دوسرے نے زندگی پانے میں پائی۔۔۔

اقبال حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے تصور وحدۃ الشہود سے بعد متاثر

ہوتے اور وجودی سے شہودی بن گئے۔ آئندہ صفحات میں ہم حضرت مجدد الف ثانی

علیہ الرحمہ سے اقبال کی عقیدت اور اقبال پر آپ کے اثرات کا جائزہ لیں گے۔ اقبال

کے آخری مجموعہ کلام ارمغان حجاز کا یہ آخری شعر انھیں اثرات کا حاصل ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر با او نرسیدی تمام بولہبی ست

ماخذ و مراجع

- ۱----- احمد سروش : کلیات اقبال، لاہور
- ۲----- اقبال : مثنوی پس چہ باید کرداے اقوام شرق، لاہور، ۱۹۳۶ء۔
- ۳----- اقبال : جاوید نامہ، لاہور، ۱۹۴۷ء۔
- ۴----- اقبال : ارمغان حجاز، لاہور، ۱۹۴۸ء۔
- ۵----- اقبال : بانگ درا، لاہور، ۱۹۵۷ء۔
- ۶----- اقبال : بال جبریل، لاہور، ۱۹۴۷ء۔
- ۷----- اقبال : ضرب کلیم، لاہور، ۱۹۴۴ء۔
- ۸----- اقبال : تشکیل جدید الہیات، لاہور، ۱۹۵۸ء۔
- ۹----- ایم۔ نیاز الدین : مکاتیب اقبال، لاہور
- ۱۰----- عبدالحکیم، خلیفہ : فکر اقبال، لاہور
- ۱۱----- عبد الواحد معینی : مقالات اقبال، لاہور، ۱۹۶۳ء۔
- ۱۲----- عبد الواحد معینی : نقش اقبال، لاہور، ۱۹۶۹ء۔
- ۱۳----- عبدالمجید سالک : ذکر اقبال، لاہور، ۱۹۵۵ء۔
- ۱۴----- عبدالمجید سالک : سرگزشت اقبال، لاہور، ۱۹۶۶ء۔
- ۱۵----- عطاء اللہ شیخ : اقبال نامہ، لاہور
- ۱۶----- محمد طاہر فاروقی، پروفیسر : سیرت اقبال، لاہور، ۱۹۴۹ء۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے اقبال کی عقیدت

اقبال نے بھی سلسلہ قادریہ میں اپنی بیعت اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار اپنے مکتوب محررہ ۱۳ نومبر ۱۹۱۷ء میں کیا ہے جو موصوف نے سید سلیمان ندوی (م۔ ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء) کے نام لکھا تھا، فرماتے ہیں:-

خواجہ نقشبند اور مجدد سرہند کی میرے دل میں بہت بڑی عزت ہے، مگر افسوس ہے کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ یہی حال سلسلہ قادریہ کا ہے جس میں میں خود بیعت رکھتا ہوں، حال آنکہ حضرت محی الدین (ابن عربی) کا مقصود اسلامی تصوف کو عجمیت سے پاک کرنا تھا۔

اہل اللہ سے تعلق ہی کا فیضان تھا کہ اقبال نے خود دارانہ زندگی بسر کی۔ نہ اہل دول کی چوکھٹ پر خود جھکے اور نہ اپنی قوم کو جھکایا اور ہر منزل پر اہل اللہ سے تعلق رکھنے کی تلقین کی چنانچہ ضرب کلیم میں ایک جگہ لکھتے ہیں:-

چاہتے خانہ دل کی کوئی منزل خالی
شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمان عزیز

وہ نوجوانان قوم کو "مہمان عزیز" کی تلاش میں سرگرم رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے
ضرب کلیم میں ایک اور جگہ کہا ہے:-

شیخ مکتب کے طریقوں سے کشاد دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ

چراغ دل کو فروزاں کرنے کے لئے تو کسی ضیا بار قلب ہی کی ضرورت ہے۔ جو
اپنی ضیا باریوں سے قلب کو منور کر دے اور زندگی، زندگی بن جائے۔ اسی لئے اپنے
عزیز فرزند جاوید کو نصیحت فرماتے ہیں:-

دربار شہنشاہی سے خوشتر
مردان خدا کا آستانہ

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر
حسن فقر کی اصل ہے حجازی

اس فقر سے آدمی میں پیدا
اللہ کی شانِ بے نیازی^۲

اقبال خود بھی ایسے فقر کی تلاش میں تھے جس کی اصل "حجازی" ہو، وہ "عجمیت"
کے نہیں "حجازیت" کے عاشق تھے اور جہاں جہاں ان کو حجازیت کے آثار نظر
آتے تھے وہ بسر و چشم اور بصد شوق و ذوق اس طرف جاتے تھے۔ ان کے نزدیک

عجمیت " سکونی " (STATIC) ہے اور " حجازیت " " حرکی " (DYNAMIC) ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ سے اقبال کا تعلق خاطر حرکتیت پسندی ہی کی وجہ سے ہے۔ ان کے نزدیک یہ سلسلہ حرکت اور رجائیت پر مبنی ہے۔ چنانچہ عبدالقادر بیدل (م۔ ۱۳۳۱ھ) کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے اقبال نے سلاسل طریقت پر بھی اجمالی روشنی ڈالی ہے فرماتے ہیں:-

بیدل کے کلام میں خصوصیت کے ساتھ حرکت پر زور ہے۔ نقشبندی سلسلے اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے بیدل کی عقیدت کی بنیاد بھی یہی ہے۔ نقشبندی مسلک " حرکت " اور " رجائیت " پر مبنی ہے۔ مگر چشتی مسلک میں قنوطیت اور سکون کی جھلک نظر آتی ہے۔ اسی وجہ سے چشتیہ سلسلے کا حلقہ ارادت زیادہ تر ہندوستان تک محدود ہے، مگر ہندوستان سے باہر افغانستان، بخارا، ترکی وغیرہ میں نقشبندی مسلک کا زور ہے^۴

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ذات گرامی اقبال کے دعوے پر شاہد عادل ہے۔ خاک ہند سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ جیسا انقلاب انگیز صوفی پیدا نہیں ہوا۔ آپ نے عجمیت کے رنگ میں رنگی ہوئی فضا کو حجازی رنگ میں رنگا۔ مسلم کافر نما کو مسلم بنایا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اسی فکری اور عملی انقلاب انگیزی اور حرکت پسندی نے اقبال کو اپنی طرف متوجہ کیا، اور وہ کشاں کشاں آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ ع

رحمتِ حق بہانہ می جوید

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تعلیمات اور علمی و عملی کارناموں کے مطالعہ سے

پہلے اقبال اس طرف متوجہ نہ تھے۔ راقم کے کرم فرما اور خاندان مجددیہ کے چشم و چراغ مخدومی حضرت مولانا محمد ہاشم جان صاحب سرہندی علیہ الرحمہ نے اقبال سے اپنی ایک ملاقات کا ذکر فرمایا۔ جس کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:-

ایک مرتبہ چند احباب کے ساتھ سرہند شریف جاتے ہوئے لاہور پہنچا تو اقبال سے ملاقات کو دل چاہا۔ چنانچہ عصر کے وقت ملاقات کے لئے گیا۔ اقبال کو جب یہ معلوم ہوا کہ مجھ کو خاندان مجددیہ سے نسبی تعلق ہے تو انہوں نے بڑی عزت افزائی فرمائی اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے اپنی عقیدت کی ابتداء کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا۔

” اقبال نے کہا کہ ایک مرتبہ میں حافظ عبدالحلیم کے ہاں چند احباب کے ساتھ بسی گیا ہوا تھا۔ واپسی کے وقت راستے میں سرہند پڑا۔ احباب حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کے لئے گئے مجبوراً مجھے بھی جانا پڑا۔ سب لوگ مراقب ہو گئے، میں بیٹھا رہا۔ اچانک مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ لرزنے لگا اور تھوڑی دیر بعد بیہوش ہو گیا۔ جب سب لوگ مراقبے سے فارغ ہوئے، تو مجھ پر پانی چھڑکا اور میں ہوش میں آیا۔ اس روحانی تجربے کے بعد مجھ کو معلوم ہوا کہ مزارات اولیاء فیضان الہی سے خالی نہیں۔“

حضرت مولانا محمد ہاشم جان فرماتے ہیں کہ اقبال یہ واقعہ بیان کرتے اور روتے جاتے۔ ان کا دل محبت سے معمور اور آنکھیں اشکبار تھیں۔

گاہ بحیدہ می برد گاہ بزور می کشد
عشق کی ابتدا عجب عشق کی انتہا عجب

سید نذیر نیازی کے نام اقبال نے جو مکاتیب ارسال فرماتے ہیں۔ ان میں بھی سرہند شریف حاضری کا ذکر ہے۔ لیکن غالباً یہ حاضری عقیدہ تمندی اور محبت کے بعد ہوئی چنانچہ اپنے مکتوب محررہ ۲۹ جون ۱۹۳۴ء میں تحریر فرماتے ہیں:-

آج شام کی گاڑی میں سرہند شریف جا رہا ہوں۔ چند روز ہوتے صبح کی نماز کے بعد میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں کسی نے مندرجہ ذیل پیغام دیا۔

”ہم نے جو خواب تمہارے اور شکیب ارسلان کے متعلق دیکھا ہے وہ سرہند بھیج دیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ تم پر بہت بڑا فضل کرنے والا ہے۔“

”پیغام دینے والا معلوم نہ ہو سکا کہ کون ہے۔ اس خواب کی بنا پر وہاں کی حاضری ضروری ہے۔ اس کے علاوہ جاوید جب پیدا ہوا تھا، تو میں نے عہد کیا تھا کہ جب وہ ذرا بڑا ہو گا، اسے حضرت کے مزار پر لے جاؤں گا۔ وہ بھی ساتھ جاتے گا، تاکہ یہ عہد بھی پورا ہو جائے۔ چودھری محمد حسین، منشی طاہر الدین اور علی بخش ہمراہ ہوں گے۔ اتوار کی صبح کولہور واپس پہنچیں گے۔“

۳۰ جون ۱۹۳۴ء کے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

میں ہفتہ کی شام کو سرہند سے واپس آ گیا تھا۔ نہایت عمدہ اور پر فضا جگہ ہے۔ انشاء اللہ پھر بھی جاؤں گا۔^۱

پھر ۳ جولائی ۱۹۳۴ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں:-

سرہند خوب جگہ ہے۔ مزار نے میرے دل پر بڑا اثر کیا ہے۔

بڑی پاکیزہ جگہ ہے۔ پانی اس کا سرد و شیریں ہے۔ شہر کے

کھنڈرات دیکھ کر مجھے مصر کا قدیم شہر فسطاط یاد آگیا۔ جس کی

بنائے حضرت عمر بن العاص نے رکھی تھی۔ اگر سرہند کی کھدائی ہو

تو معلوم نہیں کہ اس زمانے کی تہذیب و تمدن کے کیا انکشافات

ہوں۔ یہ شہر فرخ سیر کے زمانے میں بحال تھا، اور موجودہ لاہور

سے آبادی و وسعت کے لحاظ سے دگنا تھا۔

مندرجہ بالا مکاتیب نقل کرنے کے بعد سید نذیر نیازی نے مندرجہ ذیل توضیح

حاشیہ لکھا ہے:-

حضرت علامہ، سرہند سے بڑا گہرا اثر لے کر آئے تھے اور انہیں

اس بات کا بڑا رنج تھا کہ مسلمان اپنی تاریخ و تمدن سے کس

درجہ بے خبر ہیں۔ بلکہ اس سے غفلت برت رہے ہیں۔

راقم الحروم کے دل پر ایک تو اس اسلوب کا بڑا اثر تھا جس میں

حضرت علامہ نے سرہند کا نقشہ کھینچا تھا۔۔۔ یہ اسلوب کیسا

برجستہ اور تصنع سے پاک تھا۔ صاف و سادہ اور شہر کے ان

احوال پر جیسا کہ مشاہدے سے ان کا انکشاف ہوا، یعنی

حقیقت پر مبنی۔۔۔ ثانیاً ان کا ذہن بعض سیکھ گروؤں کے اس

قتل کی طرف منتقل ہو گیا جس کو سیکھوں نے مکتوبات کے

حوالے سے کسی نہ کسی طرح حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اثر کا

نتیجہ ٹھہرایا ہے اور جن کی بنا پر یہ ان کا مذہبی فریضہ بن گیا تھا

کہ ہر آنے جانے والا سکھ ، سرہند کی ایک ایک اینٹ دریا میں ڈال دے۔ اسلام اور مسلمانوں کے اس ثقافتی مرکز کی تباہی گویا سیکھوں کے ہاتھ سے ہوتی اور پھر ابدالی کی غلط بخششی ملاحظہ ہو کہ ۱۷۷۷ء میں سیکھوں کا زور ٹوٹنے کے باوجود سرہند کی حکومت ایک سکھ سردار کے سپرد کر دی۔^۸

مولانا عبدالمجید سالک نے بھی "سفر سرہند" کے عنوان کے تحت اقبال کے سرہند شریف جانے اور ان کے قلبی تاثرات کو قلم بند کیا ہے۔^۹ پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے بھی سفر سرہند کا ضمنی طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے:-

۱۹۳۵ء میں ان کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور مزار مبارک پر مراقب ہو کر جو روحانی فیض ان کو حاصل ہوا اور جو کیفیت ان پر طاری ہوئی اس کا کچھ تذکرہ انہوں نے مجھ سے بھی کیا تھا^{۱۰}

راقم الحروف نے پروفیسر موصوف کو خط لکھ کر اقبال کے تاثرات کے متعلق مزید استفسار کیا تھا۔ جس کے جواب میں انہوں نے تحریر فرمایا:-

تذکرے کی تفصیل میرے ذہن میں اب بکلی محفوظ نہیں ہیں لیکن اس قدر یاد ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ سجادہ نشین خلیفہ محمد صادق مرحوم نے میرے لئے مزار مبارک پر تخلیہ کرا دیا تھا۔ میں ایک گھنٹے تک مراقب رہا اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی روح میری طرف محبت آمیز رنگ میں متوجہ رہی۔ مجھے ماحول کا احساس نہیں رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور حضرت مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تمہاری دینی

خدمات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہو گئی ہیں۔ آں حضور کی تم پر خاص نگاہِ کرم ہے۔ میرے قلب میں سوز و گداز کی ایسی کیفیت پیدا ہوئی جس کا اظہار لفظوں میں نہیں ہو سکتا۔ اور مجھے یہ اندازہ ہوا کہ خاصانِ خدا کا فیض بعد وفات بھی جاری رہتا ہے اور اندازہ ہوا کہ حضور انور کے روضہ مبارک سے کس قدر فیضان جاری ہے۔ رقت کا عالم برابر طاری رہا۔ زمان و مکاں کا احساس ختم ہو گیا تھا۔ روحانی فیض میرے رگ و پے میں ساری تھا۔ دل میں اس قدر وسعت پاتا تھا کہ ساری کائنات اس میں سما گئی۔^{۱۱}

اقبال نے ضربِ کلیم (۱۹۳۵ء) میں اسی تجربے کی بنا پر کہا ہے:-

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

اقبال کی عقیدت کا اس سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ موصوف نے ۱۹۳۳ء انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے شناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی۔ اقبال نے ۸ اگست ۱۹۳۳ء کو پیر سید مہر علی گولڑوی کو ایک مکتوب تحریر کیا تھا، اس میں لکھتے ہیں:-

”میں نے گذشتہ سال انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ

الرحمہ پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے ادا شناس لوگوں میں

بہت مقبول ہوئی۔ اب پھر ادھر جانے کا قصد ہے اور اس

سفر میں محی الدین ابن عربی پر کچھ کہنے کا ارادہ ہے۔^{۱۲}

اس مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال کے دل میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا کیا مقام تھا وہ ان کے فلسفہ کو یورپ کے لوگوں سے متعارف کرانا چاہتے تھے۔ اسی لئے ۱۹۳۱ء میں روما اور قاہرہ میں جو تقریریں کی تھیں۔ ان میں بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا ذکر فرمایا تھا۔ موضوع Religious Experience تھا۔ اسی سنہ میں لندن میں ایک تقریر کی تھی جس کا عنوان تھا "Is Religion possible" اس میں بھی حضرت مجدد الف ثانی کا تفصیلی ذکر موجود ہے جس کو ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

۱۹۳۲ء میں اقبال نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر جس تقریر کا ذکر کیا ہے وہ باوجود تلاش بسیار باوجود کے دستیاب نہ ہو سکی۔ راقم نے ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم سے دریافت کیا تھا۔ موصوف نے تحریر فرمایا، "سنا ہے اس تقریر کا مسودہ ان کے صاحبزادے ڈاکٹر جاوید اقبال کے پاس ہے" ۱۳

راقم نے ڈاکٹر جاوید اقبال سے استفسار کیا جواب نفی میں آیا "۱۴ چونکہ اس سفر میں غلام رسول مہر، اقبال کے ساتھ تھے اس لئے موصوف سے دریافت کیا انہوں نے سفر یورپ کا روز نامچہ دیکھ کر تفصیلات سے آگاہ کرنے کا وعدہ فرمایا تھا ۱۵۔ انگلستان میں ڈاکٹر آربری کو لکھا۔ انہوں نے بھی یہی لکھا کہ یہ تقریر انگلستان میں شائع نہیں ہوتی۔ اور تلاش بسیار کے بعد اس کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ ۱۶ ڈاکٹر عبادت بریلوی ان کو بھی لندن لکھا، لیکن موصوف نے جواب دیا:-

بہت سے لوگوں سے پوچھا، یونیورسٹیوں کو بھی لکھا، لیکن سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ میں اب بھی تلاش میں ہوں۔ اگر مل گیا تو اس کی نقل آپ کو ضرور بجنوادوں گا ۱۷ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے علمی اور عملی کارناموں نے اقبال کو بہت متاثر کیا۔

اقبال نے بال جبریل کی ایک نظم میں اپنے قلبی تاثرات اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے کارناموں کا ایجاز و اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اس نظم کا عنوان ہے ”پنجاب کے پیرزادوں سے“ گویا یہ نظم خانقاہ نشینوں کے لئے درس طریقت ہے۔ اقبال فرماتے ہیں:-

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے، گرمی احرار

وہ ہند میں سرمائے ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں میری پینا ہیں و لیکن نہیں بیدار

آئی یہ صدا کہ سلسلہ فقر ہوا بند
ہیں اہل نظر کٹور پنجاب سے پیراز

عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں
 پیدا کلمہ فقر سے ہو طرہ دستار
 باقی کلمہ فقر سے تھا ولولہ حق،
 طروں نے چڑھایا نشہ خدمت سرکار^{۱۸}

اقبال نے متذکرہ بالا نظم میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تجدیدی اور مجاہدانہ
 کارناموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
 ”صاحب اسرار“ سے علوم دینیہ اور امور دنیویہ میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ژرف
 نگاہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے بعد ہی جہانگیر کے دربار میں حاضری کا اس
 طرح ذکر کیا ہے

گردن نہ جھکی جسکی جہانگیر کے آگے
 جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

جہانگیر نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر ایک جھوٹا الزام لگا کر^{۱۹} دربار میں طلب کیا
 تھا۔ دربار میں جانے سے پہلے شہزادہ خرم (شاہ جہان) نے جو آپ سے بڑی عقیدت
 رکھتا تھا۔ چند علماء کو بھیج کر یہ درخواست کی تھی کہ حضرت مجدد، جہانگیر کے سامنے
 سجدہ تعظیمی کر لیں تو کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ نیز یہ کہ علمائے کرام نے سجدہ
 تعظیمی کو مباح لکھا ہے۔ اس پر آپ نے جواب دیا۔۔۔ یہ تو رخصت ہے، عزیمت یہ
 ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا جائے۔^{۲۰} حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی عزیمت پسندی
 نے سرزمین ہند کو بڑی ہلاکت سے بچالیا اور تاریخ ہند کا رخ موڑ دیا۔ اگر رخصت پر
 عمل کیا ہوتا تو پھر ”جہانگیر نہ ہوتا، شاہ جہان“ شاہ جہان نہ ہوتا۔ اورنگ زیب،

اورنگ زیب نہ ہوتا۔ تاریخ ہند کا کچھ اور ہی رخ ہوتا۔ -ہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف علامہ اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں۔

گردن نہ جھکی جسکی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

عجب نہیں کہ شہزی "پس چہ باید کرداے اقوام مشرق" میں اسلام میں فقر و درویشی کا تصور پیش کرتے ہوئے حضرت محمد علیہ الرحمہ کی سیرت بھی سامنے ہو، ان اشعار کے قرآن سے کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، اقبال فرماتے ہیں۔

چیت فقر اے بندگان آب و گل
یک نگاہ راہ بین، یک زندہ دل

فقر، کار خویش را سنجیدن ست
بر دو حرف "لا الہ" پیچیدن ست

فقر، ذوق و شوق و تسلیم و رضا ست
ما امینیم این متاع مصطفیٰ ست

برگ و ساز او در قرآن عظیم
مرد درویشی نہ گنجد در گلیم

قلب او راقوت از جذب و سلوک
پیش سلطان نعرہ او "لا ملوک"

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جہانگیر کے سامنے یہی نعرہ لاملوک بلند کیا تھا، جس کی پاداش میں آپ کو قید و بند کی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں^{۲۱} اور آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کو برداشت کیا اور ثابت کر دکھایا۔

”فقر، ذوق و شوق و تسلیم و رضاست“

اقبال نے ضرب کلیم میں انہی حضرات کے لئے کہا ہے۔

زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے

انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

وجود انہیں کا طواف بتاں سے ہے آزاد

یہ تیرے مومن و کافر تمام زناری

اقبال اس شخص کی پیشوائی و امامت کو ملت اسلامیہ کے لئے فتنہ قرار دیتے ہیں۔
جو مسلمانوں کو سلاطین کا پرستار کرے۔“

فتنہ۔ ملت بیضا ہے امامت اس کی

جو مسلمانوں کو سلاطین کا پرستار کرے

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے شاہ پرستی نہیں سکھائی، خدا پرستی سکھائی۔ یہی ادا اقبال کو بھائی ہے۔ انہوں نے خود، خوددار طبیعت پائی تھی۔ غیر اللہ کے سامنے جھکنا ان کے نزدیک موت کے مترادف تھا۔ وہ ایک سجدے کو سب سجدوں پر بھاری سمجھتے تھے۔

وہ اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

مذکورہ بالا نظم کے چوتھے شعر میں اقبال نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اصلاحی
کارناموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

تاریخ کے طلبہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اکبر کے ہاتھوں ملت اسلامیہ کا سرمایہ کس
بے دردی سے لٹ رہا تھا۔ حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے۔ ۱۵۸۲ء میں دین
اسلام کے مقابلے میں ایک نیا دین "دین الہی" کے نام سے بنایا گیا اور یہ دین اسلام
پر اکبر کا آخری وار تھا۔ اکبر کے درباری مؤرخ عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ
میں اکبر کی بے راہ رویوں اور گمراہیوں اور عام ناگفتہ بہ حالات کا اس طرح نقشہ کھینچا
ہے۔

"اکبر آفتاب کی پرستش کرتا تھا، آب و آتش، شجر و حجر سب کی
پرستش کی جاتی تھی، گاتے کے گوبر کی پوجا ہوتی تھی، اکبر نقشہ
لگاتا تھا، زنا پہناتا تھا، کتے کو ناپاک نہیں سمجھتا تھا بلکہ ساتھ بٹھا
کر کھانا کھلایا جاتا تھا، ان کی زیارت عبادت تصور کی جاتی تھی،
جانور ذبح کرنے والے خصوصاً گاتے ذبح کرنے والوں کی انگلیاں
کاٹ دی جاتی تھیں، قلعہ میں جوئے کی بازیاں لگتی تھیں،
شراب دھرتے سے بکتی تھی، اور شراب فروش ایک مسلمان
عورت تھی، "شیخ الاسلام مفتی صدر بہاں اور "میر عدل"

میر عبدالحق بھی خم پہ خم چڑھایا کرتے تھے۔ داڑھی کا رکھنا معیوب تھا، عربی لکھنا اور پڑھنا جرم تھا۔ حتیٰ کہ عربی حروف کے استعمال کی بھی ممانعت کر دی گئی تھی۔ مسجدیں ویران ہو رہی تھیں اور ان کی جگہ یا تو اصطلیل بن رہے تھے یا مندر۔ الغرض دین اسلام کی پوری پوری بیخ کنی کی جا رہی تھی اور یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں ہو رہا تھا۔ ۲۲ (ملخصاً)

ان حالات میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اصلاح و تبلیغ کا بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ مکتوبات شریف میں اعیان مملکت کے نام بے شمار مکاتیب ملتے ہیں۔ جن میں حالات کی اصلاح کی طرف ترغیب دلائی ہے۔ مثلاً دربار اکبری کے ممتاز فرد شیخ فرید بخاری (م۔ ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء) کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

”ذرا خیال کریں کہ معاملہ کہاں تک پہنچ چکا ہے۔ مسلمانی کی بو بھی باقی نہیں رہی۔ ایک دوست نے کہا ہے کہ تم لوگوں میں سے جب تک کوئی دیوانہ نہ ہو گا۔ مسلمانی تک پہنچنا مشکل ہے، اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے اپنے نفع و نقصان کا خیال بھی نہ کرنا، یہ ہے دیوانگی! اسلام رہے تو کچھ بھی ہو اور اگر نہ رہے تو پھر کچھ بھی نہ رہے، اگر مسلمانی ہے تو پھر خدا کی رضا اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی بھی ہے اور آقا کی رضا سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔“ ۲۳

اس طرح حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اعیان مملکت کو دین اسلام کی زبوں حالی اور آنے والی تباہی سے ”بروقت خبردار کیا“۔ اکبر کے زمانے میں راستہ ہموار کیا اور جہانگیر کے زمانے میں وہ وقت بھی آیا جب کہ خود جہانگیر نے امور شرعیہ میں مشورہ

دینے کے لئے علماء کا ایک کمیشن مقرر کیا اور حالات روبہ اصلاح ہونے لگے۔ اورنگ زیب کے عہد تک اسلام کو جو فروغ ہوا وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ یہ سب کچھ خاندان مجددیہ کی مساعی جمیلہ کا ثمر شیریں تھا۔ اس پر ایک علیحدہ مقالہ لکھنے کی ضرورت ہے۔

بال جبریل میں ایک اور نظم ملتی ہے۔ جس کا عنوان ہے "ساقی" اس کا مطلع ہے

لا پھراک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آ جاتے مجھے میرا مقام اے ساقی ۲۴

یہاں "ساقی" سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ ہے۔
دوسرا شعر ہے۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

میاں بشیر احمد پیر سٹریٹ لار نے اس شعر کا مفہوم اقبال سے پوچھا تھا۔ یہ باتیں انہیں کی زبانی سنیتے۔

"جب وہ اپنی میور وڈ والی کوٹھی جاوید منزل میں آچکے تھے، میں کبھی کبھی حاضر ہوتا اور بال جبریل کے بعض اشعار کا مفہوم دریافت کرتا۔ ایک دن میں نے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب اس شعر میں کیا اشارہ ہے؟

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی !

میں حیران ہوا کہ تین سو سال ہوتے کہ جہانگیر کے ہاں میخواری کا دور دورہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب کیا پھر وہی رسم قدیم جاری کرنا چاہتے ہیں؟ جواب دیا کہ نہیں، یہ شیخ احمد مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سرہندی کی طرف اشارہ ہے جو مسلمانان ہند کے سب سے زبردست رہنما گزرے ہیں۔^{۲۵}

علامہ اقبال نے اسی مفہوم کا ایک شعر شتوی ”پس چہ باید کرداے اقوام مشرق میں بھی کہا ہے۔ فرماتے ہیں:-

از سہ قرن این امت خوار و زبوں
زندہ بے سوز و سرور اندرون^{۲۶}

اقبال کو اس حقیقت کا زبردست احساس تھا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے بعد تین سو سال سے ایسا مرد حر پیدا نہیں ہوا جو افراد ملت میں آزادی و حریت اور ایمان و عشق کی روح پھونک دے۔ ان کو یہ بھی احساس تھا کہ علماء تحقیق کی طرف مائل نہیں، اور کوئی ایسا عالم نہیں، جو میدان علم میں توسن تحقیق دوڑاتے۔ اسی لئے بصد حسرت و یاس فرماتے ہیں

شیر مردوں سے ہوا پیشہ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و ملا کے غلام اے ساقی

حضرت مجدد علیہ الرحمہ الف ثانی نے علم کو عشق آشنا کیا، اسی کے سہارے دلوں پر حکمرانی کی اور باطل کی قوتوں کا مقابلہ کیا۔ اقبال اسی علم کی تلاش میں ہیں جو ہم صغیر عشق ہو۔ اسی لئے اپنے عہد کی عقلیت پرستی اور عشق سے بیگانگی پر ماتم کرتے

ہوتے فرماتے ہیں:-

عشق کی تیغ جگر دار اڑالی کس نے
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام ساقی !

اقبال کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تعلیمات میں مادیت کے اس
تاریک دور میں روشنی اور نور نظر آ رہا ہے۔ وہ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ نوع
انسانی کے مسائل کا صحیح حل اور اس کے دردوں کا مداوا ایک مرد حر کے پاس ہے۔
اسی لئے کس حسرت سے فرماتے ہیں:-

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی ! ۲۷

تعلیقات و حواشی

- ۱----- عطار اللہ، شیخ، اقبال نامہ، جلد اول، مطبوعہ لاہور، مکتوب ۳۵، ص ۷۷-۷۸
- ۲----- اقبال، ضرب کلیم، مطبوعہ لاہور، ص ۸۸
- ۳----- مرزا عبدالقادر بیدل بن عبدالخالق، ۱۰۵۴ھ میں بمقام عظیم آباد پیدا ہوئے۔ ترکوں کے
قبیلہ برلاس سے آپ کا تعلق تھا۔ کم سنی میں والد کا انتقال ہو گیا تو عم مکرم مرزا قلندر نے
پرورش کی۔ بیدل نے ۵ سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کیا۔ پھر ۵ برس علوم نقلیہ کی
تحصیل کی۔ اس کے بعد تعلیم ترک کر کے فقیرانہ رنگ اختیار کیا۔ زیادہ وقت فقرا کے
ساتھ گزرنے لگا۔

بیدل بڑے ذہین و طباع تھے، شعر گوئی کی طرف فطری میلان تھا۔ عبرتی کی ریاض الافکار کے
مطابق بیدل کو مولانا کمال سے شرف تلمذ حاصل تھا اور لشتر عشق کے مطابق بیدل کا پہلا
تخلص رمزی تھا۔ بعد میں بدل کر بیدل رکھا گیا۔

بیدل بڑے پرگو اور خوش گو شاعر تھے۔ بقول غلام علی آزاد بلگرامی بیدل کی کلیات میں ۹۹ ہزار اشعار ہیں۔ چونکہ طبعاً فقر پسندی کی طرف مائل تھے۔ اس لئے "ہزار خوف" میں بھی زبان "دل کی رفیق" رہی۔ ع

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

اسی لئے بقول اقبال، بیدل کا کلام "سکونی" نہیں "حرکی" ہے۔ بیدل نے ۲۱ سال کی عمر میں وطن عزیز کو چھوڑا۔ بقول غلام علی آزاد بلگرامی بیدل کی نشوونما زیادہ تر دوسرے شہروں میں ہوئی۔ سفینہ خوش گو کے مطابق بیدل، اکبر آباد بھی رہے۔ بعد میں دہلی چلے آئے جس زمانے میں اورنگ زیب مہمات دکن میں مصروف تھا۔ فتنہ و فساد کی وجہ سے بیدل، دہلی سے مستعرا آگئے تھے۔ یہاں سے جانوں کی ریشہ دوانیوں سے مجبور ہو کر ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۹۶ھ میں پھر دہلی آگئے۔ یہاں بیدل نے ۳۶ سال گزارے (بقول سفینہ خوش گو) لیکن بیچ میں جب سادات بارہ کے ہاتھوں فرخ سیر قتل ہوا، اور بیدل نے امیر الامراء سید حسین علی خاں کو دو تنقیدی شعر لکھ کر بھیجے تو سادات کو ان سے کچھ دشمنی ہو گئی۔ چنانچہ اسی وجہ سے بیدل ۶ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ میں ترک سکونت کر کے لاہور چلے آئے۔ لیکن جب امیر الامراء مارا گیا (۱۹ اکتوبر ۱۷۲۰ء) اور سادات کا زور ٹوٹ گیا، تو بیدل، لاہور سے دہلی چلے گئے۔ لیکن چند ماہ بعد بقول بندار بن درس خوشگو، تپ محرّقہ میں مبتلا ہو کر یوم پنج شنبہ چہارم صفر ۱۱۳۲ھ کو دہلی میں انتقال ہو گیا اور حویلی کے آنگن میں دفن ہوئے۔ مگر اب قبر کا نام و نشان تک نہیں۔ ع

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں!

خواجہ حسن نظامی مرحوم نے شاہ سلیمان پھلوری کی نشان دہی پر ۱۳۵۹ھ میں جو مزار بنوایا ہے۔ وہ اصل جگہ پر نہیں ہے۔ (مجلہ اردو ادب، علی گڑھ شمارہ نمبر ۱، ۱۹۶۲ء، ملاحظاً)

۴----- محمود نظامی، ملفوظات، مطبوعہ لاہور، ص ۱۲۲

۵----- نذیر نیازی، مکتوبات اقبال، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۷ء، ص ۱۶۱

۶----- ایضاً، ص ۱۶۲

۷----- ایضاً، ص ۱۶۴

۸----- نذیر نیازی، مکتوبات اقبال، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۷ء، ص ۱۶۴-۱۶۵

۹----- عبدالمجید سالک، ذکر اقبال، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۵ء، ص ۱۹۱

۱۰----- یوسف سلیم چشتی، شرح بال جبریل، مطبوعہ لاہور، ص ۷۰۷-۷۰۶

۱۱----- مکتوب از پردیسیر یوسف سلیم چشتی، محررہ ۲۶ اپریل ۱۹۶۳ء، از لاہور

۱۲----- شیخ عطار اللہ، اقبال نامہ، حصہ اول، مطبوعہ لاہور

۱۳----- مکتوب محررہ، ۲۹ ستمبر ۱۹۶۲ء، از لاہور

۱۴----- مکتوب محررہ، ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۲ء، از نیویارک

۱۵----- مکتوب محررہ، ۱۳ اپریل ۱۹۶۳ء، از لاہور

۱۶----- مکتوب محررہ، ۲ مئی ۱۹۶۳ء، از کیمبرج

۱۷----- مکتوب محررہ، ۸ مئی ۱۹۶۳ء، از لندن

۱۸----- اقبال، بال جبریل، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۲۱۱-۲۱۲

(۱) غلام علی آزاد بلگرامی، آثار الکرام، جلد اول، مطبوعہ آگرہ، ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء، ص ۲۰۴

(ب) فقیر محمد جمیلی، حدائق الحنفیہ، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء، ص ۴۱۴

۱۹----- داراشکوہ، سفینۃ الاولیاء (اردو)، مطبوعہ لاہور، ص ۲۳۳

۲۰----- غلام علی آزاد بلگرامی، سبحة المرجان فی آثار ہندوستان، مطبوعہ ۱۳۰۳ھ، ص ۴۹

۲۱----- (۱) بدرالدین سرہندی، حضرات القدس، ترجمہ اردو، مطبوعہ لاہور ۱۳۴۱ھ، ص ۳۶

(ب) صدیق حسن خاں، ابجد العلوم، مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۵ھ، ج ۳، ص ۸۹۹

(ج) T.W. ARNOLD: THE PREACHING OF ISLAM, LAHORE, 1956, 412

۲۲----- عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء

۲۳----- احمد سرہندی، مکتوبات شریف، دفتر اول، حصہ سوم، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۳ھ، مکتوب ۴۵، ص ۱۶۳

۲۴----- اقبال، بال جبریل، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۱۷

۲۵----- محمود نظامی، ملفوظات اقبال، مطبوعہ لاہور، ص ۲۸-۲۹

۲۶----- اقبال، مثنوی "پس چه باید کرد اے اقوام مشرق"، مطبوعہ لاہور، ص ۲۸

۲۷----- اقبال، بال جبریل، ص ۱۷-۱۸



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقالہ

۶

ڈاکٹر اقبال کا تصور خودی اور نظریہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود

”شمع و شاعر“ اقبال کی وہ پہلی نظم ہے جس میں وہ تصور خودی ملتا ہے جو فکر جدید میں انقلاب آفریں ہے۔ اس نظم کا سال اشاعت ۱۹۱۲ء ہے۔ اسی سال اقبال نے اپنی مشہور مثنوی ”اسرارِ خودی“ لکھی اور مسدہ خودی کو اس میں باضابطہ طور پر پیش کیا۔

”اسرارِ خودی“ کی اشاعت سے پیشتر اقبال پر وجودیت کا رنگ غالب تھا۔ بانگ درا میں وجودی مفہوم کی بہت سی نظمیں ملتی ہیں، اس ضمن میں معنی آفرینی کے لحاظ سے مندرجہ ذیل شعرا و ادب میں شاہکار ہے۔

ہاں آشنائے لب نہ ہو رازِ کہن کہیں
پھر نہ چہرہ جائے قصہ دار و رسن کہیں

جس زمانہ میں اقبال ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھ رہے تھے۔ اس وقت وہ جلال الدین رومی سے اتنے متاثر نظر نہیں آتے جتنے کہ محی الدین ابن العربی سے، وہ لکھتے ہیں۔

The student of Islamic Mysticism who is anxious to see an all embracing exposition of the of principle of unity, must take up the heavy volumes of the Andalusian Ibn al-Arabi, whose profound teaching stands in strange contrast with the dry-as-dust Islam of his countrymen. 1

(ترجمہ) اسلامی تصوف کا جو طالب علم نظریہ توحید کی ہمہ گیر تفسیر و تشریح کی تلاش میں سرگرداں ہو اس کو اندلس کے ابن العربی کی ضخیم مجلدات (فتوحات مکیہ) مطالعہ کرنی چاہئیں، ابن العربی کی فکر انگیز تعلیمات اپنے ہم وطنوں کے خشک اور بے فیض اسلام سے عجیب امتیاز رکھتی ہے۔

لیکن اسرار خودی کی اشاعت کے بعد اچانک انکشاف ہوا کہ وہ اب "ہمہ اوستی" نہیں، "ہمہ ازوستی" ہو گئے ہیں۔ چنانچہ۔

اسرار خودی کے شائع ہونے کے بعد ان کے کیمبرج کے استاد فلسفہ میک ٹیگرٹ نے انہیں لکھا کہ طالب علمی کے زمانے میں تو تم زیادہ تر "ہمہ اوستی" معلوم ہوتے تھے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ ادھر سے ہٹ گئے ہو۔

اسرار خودی کی تمہید میں اقبال نے حافظ شیرازی اور عجمی تصوف پر سخت تنقید کی ہے۔ جس سے خواجہ حسن نظامی بہت برگشتہ ہوئے اور علامہ کے خلاف بہت کچھ لکھا۔

اقبال کی اسرار خودی عجمی تصوف کے خلاف اعلان بغاوت تھا اور احیاء شریعت اسلامیہ کے لئے ایک نیک کوشش۔ خود فرماتے ہیں۔

"ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے

اثر میں ہیں۔ ان کو عربی اسلام سے اور اس کے نصب العین سے
 آشنائی نہیں۔ ان کے لٹریچر آئیڈیل بھی ایرانی ہیں۔ میں چاہتا
 ہوں کہ اس شہزادی میں حقیقی اسلام کو بے نقاب کروں جس کی
 اشاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ہوئی۔^۲

نکلن، اسرار خودی کے دیباچے میں لکھتے ہیں:-

The cry "Back to the Qur'an" "back
 to Muhammad" has been heard
 before , and the responses have
 hitherto been some what discouraging
 -- He sees that Hindu Intellectualism
 and Islamic pantheism has destroyed
 the capacity for action -- now, this
 capacity depends ultimately on the
 conviction that "Khudi" - is real and
 is not merely an illusion of mind. 3

(ترجمہ) "قرآن کی طرف واپس لوٹو" -- "محمد (صلی اللہ علیہ
 وسلم) کی طرف واپس لوٹو" یہ نعرے پہلے بھی سنے گئے اور ابھی
 تک ان کا جواب ہمت شکن ہی رہا۔ اقبال محسوس کرتے ہیں
 کے ہندو عقولیت پرستی اور اسلامی نظریہ وحدۃ الوجود نے عمل
 کی قابلیت کو برباد کر دیا ہے۔ انجام کار عمل کی اس استعداد کا
 پیدا ہونا اس یقین پر منحصر ہے کہ "خودی" محض اختراع ذہنی
 نہیں، ایک حقیقت ہے۔"

نظریہ وحدۃ الوجود میں اس تصور کی گنجائش نہیں کہ "خودی" وہم نہیں بلکہ
 ایک لازوال حقیقت ہے۔ "جیسا کہ اقبال کا نظریہ ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ
 ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۴ء کے دوران امرتسر میں حضرت مجدد کے مکتوبات شائع ہوتے

رہے۔ اقبال نے ضرور ان کا مطالعہ کیا ہو گا۔ حضرت مجدد کے ہاں نظریہ وحدۃ الشہود ہے۔ اس میں ذات عبد کا اعتراف ہے، اقبال اس نظریہ سے متاثر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ وہ "اسرار خودی" میں حضرت جلال الدین رومی سے کمال عقیدت کے باوجود ان کے نظریہ "فنا" سے مستفق نہیں جیسا کہ نکلسن نے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:-

Much as He dislikes the type of sufism exhibited by Hafiz, He pays homage to the pure and the profound genius of Jalaluddin, though He rejects the doctrine of self-abandonment taught by the great persian mystic and does not accompany him in his pantheistic flights 4.

(ترجمہ) حافظ شیرازی نے جس قسم کے تصوف کو پیش کیا ہے اقبال اس کو بہت ہی ناپسند کرتے تھے مگر اسی کے ساتھ ساتھ وہ جلال الدین رومی کی خالص اور۔۔ غیر معمولی ذہانت اور بصیرت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں گو نفسی خودی کے اس تصور کو رد کرتے ہیں جو اس عظیم فارسی شاعر نے پیش کیا ہے۔ اقبال اس کی وجودی پرواز میں شریک نہیں۔

نکلسن نے تو یہ لکھا ہے کہ اقبال جلال الدین رومی کے تصور وحدۃ الوجود سے مستفق نہ تھے۔ لیکن خود اقبال کے ہاں وحدۃ الوجود نظر نہیں آتا۔ ایک مضمون میں انہوں نے خواجہ حسن نظامی کو لکھا تھا:-

حضرت، میں نے مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کیثنوی کو بیداری میں پڑھا اور بار بار پڑھا ہے، آپ نے شاید اس کو سکر کی

حالت میں پڑھا ہے کہ اس میں آپ کو وحدۃ الوجود نظر آتا ہے۔ ۵

گستن و پیوستن (سراوصال و سرفراق)

اقبال نے ابتداء میں جب رومی کا مطالعہ کیا تو وہ وجودی تھے۔ اگر رومی کے ہاں وحدۃ الوجود نہیں تھا تو پھر اقبال کا اس دور میں وجودی ہونا تعجب انگیز ہے کیونکہ سب سے زیادہ انہوں نے رومی ہی سے تاثر قبول کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلک شہودی کے طرف ان کا میلان طبع مطالعہ مجدد کا مرہون منت ہے۔ اس فکر کی تعمیر میں اور عوامل بھی شامل رہے۔ اساذی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:-

”آخر کار ہمارے مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے وحدۃ الوجود کے مقابلے میں وحدۃ الشہود کا عقیدہ قائم کر کے قرآن اور حدیث کی اتباع پر زور دیا اور سب سے آخر میں شاہ ولی اللہ کا ظہور ہوا۔ جنہوں نے وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود دونوں کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ مشرق کے ان مفکرین سے اقبال نے استفادہ کیا۔“

اقبال نے ایک جگہ خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ وہ طالب ”وصال“ نہیں، طالب ”فراق“ ہیں۔ فراق طلبی ان کے نزدیک اصل حیات ہے۔ اسی لئے وہ اتحاد و حلول کے نظریے سے گریزاں نظر آتے ہیں۔ حضرت مجدد کی فراق پسندی ان کو پسند ہے۔ اسی لئے وہ خود کو ”سراوصال“ کہلانا پسند نہیں کرتے بلکہ ان کو ”سرفراق“ کہلانے پر اصرار ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں خواجہ حسن نظامی کو

تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت امام ربانی نے مکتوب میں ایک جگہ بحث کی ہے کہ "گستن" اچھا ہے یا "پیوستن" میرے نزدیک "گستن" عین اسلام ہے اور "پیوستن" رہبانیت یا ایرانی تصوف ہے۔ اور اسی کے خلاف میں صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔ گزشتہ علمائے اسلام نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور اس بات کی تاریخی شہادت موجود ہے۔ آپ کو یاد ہو گا جب آپ نے مجھے "سرالوصال" کا خطاب دیا تھا تو میں نے آپ کو لکھا تھا کہ مجھے "سرافراق" کہا جائے۔ اس وقت میرے ذہن میں یہی امتیاز تھا جو مجدد الف ثانی نے کیا ہے۔^۸

شیخ محمد اکرام نے بھی اس مکتوب کا کچھ حصہ رود کوثر میں نقل کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے۔

اقبال نے "سرافراق" کے جس خطاب کی خواہش کی تھی اس کے حضرت مجدد الف ثانی اس سے بھی زیادہ مستحق ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ اگر ابن العربی کو "سرالوصال" اور حضرت مجدد کو "سرافراق" کہا جائے تو ان کے فلسفوں اور وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا امتیاز بخوبی ذہن نشین ہو جاتا ہے^۹

بہر کیف اقبال، حضرت مجدد کی اتباع میں "سرافراق" کہلانا پسند کرتے ہیں اور مسلک وحدۃ الشہود ہی ان کا مسلک ہے۔ وحدۃ الوجود کو زندیقیت سے تعبیر کرتے ہیں اور اس سے تائب ہو گئے ہیں۔ ایک جگہ خود تحریر فرماتے ہیں۔
خواجہ صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ یورپ کا علمی مذہب تو وحدۃ

الوجود ہے جس کے وہ حامی ہیں۔ میں تو اس مذہب سے جو میرے
نزدیک زندگی ہے تائب ہو کر خدا کے فضل و کرم سے
مسلمان ہو چکا ہوں۔^{۱۰}

وحدۃ الوجود کی غلط تعبیرات سے جو مسموم اثرات پھیل رہے تھے اس سے اقبال
نے نہ صرف خود کو محفوظ رکھا بلکہ ملت اسلامیہ کو محفوظ رکھنے کا پیرا اٹھایا۔ یہی وہ
مشن تھا جس کی حضرت مجدد نے ابتدا کی تھی، اقبال نے حضرت مجدد کے اس مشن کو
ترقی دی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:-

رہبانیت دنیا کی ہر مستعد قوم میں اس کے عملی زوال کے وقت
پیدا ہوتی ہے۔ اس کا مٹانا ناممکن ہے کہ بعض رہبانیت پسند
طبائع ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ صرف
اسی قدر ہے کہ اپنے دین کی حفاظت کریں اور اس کو رہبانیت
کے زہریلے اثر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔^{۱۱}

اسی مقصد کے لئے اقبال نے ثنوی اسرار خودی اور رموز بیخودی لکھی جو ملت
اسلامیہ کی حیات اجتماعیہ پر اثر انداز ہوئی۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نے صحیح لکھا ہے:-
سر محمد اقبال ایک بڑے شاعر اور فلسفی عالم تھے۔ جب سے
انہوں نے اسرار خودی تصنیف کی، مسلمانوں کے سیاسی اور
اخلاقی خیالات کے رجحان کو بدل دیا۔ انہوں نے تصوف کے
نظریہ فنا یا نفی خودی کی تنسیص کی، اس کے بجائے خودی اور
اثبات خودی کو تجویز کیا اور وحدت وجود پر اعتراض کیا۔^{۱۲}

ڈاکٹر برہان احمد نے جہاں مابعد شخصیات پر حضرت مجدد کے اثرات کا جائزہ لیا
ہے وہاں لکھا ہے:-

بعد ازاں سر محمد اقبال نے متصوفین کے عقیدہ وحدت الوجود کے خلاف احتجاج کیا اور اسلامی اخلاقیات کو نئی روح بخشی اور جہد و عمل کی زندگی کی تلقین کی۔^{۱۳}

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نے ایک نثریہ تقریر میں بھی اقبال اور حضرت مجدد الف ثانی کے فکری مماثلت کا اس طرح ذکر کیا ہے:-

مجدد الف ثانی اور علامہ اقبال کے افکار میں بظاہر جو مماثلت نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ دونوں کے دل میں ولولہ تھا کہ لوگوں کے خیالات کا رخ اسلام کی طرف پھیرا جائے۔ دونوں کشف کو ذریعہ علم سمجھتے ہیں، دونوں وحدۃ الوجود (نظریہ اتحاد و حلول) کو غلط سمجھتے ہیں۔ دونوں کو اس بات پر اصرار ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اسوہ کامل اور معیار کمال کی حیثیت رکھتی ہے^{۱۴}

اقبال کی شہودیت پسندی نے ان کو مقام "عبدیت" کے تصور سے آشنا کیا۔ کیونکہ وجودیت میں "عبدیت" کا کیا سوال؟ اسی نظریہ "عبدیت" پر علامہ نے اپنے مشہور نظریہ "خودی" کی بنیاد رکھی ہے ابو سعید نور الدین نے بھی لکھا ہے:-

"شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے بھی، جو برصغیر پاک و ہند کے ایک بہت بڑے صوفی گزرے ہیں۔ بڑے شہ و مد کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ سلوک میں سالک کی آخری منزل، جیسا کہ عام طور پر صوفیہ کا عقیدہ ہے، وحدۃ الوجود نہیں بلکہ اس سے بھی آگے اور ایک منزل ہے جسے مقام "عبدیت" کہنا چاہئے، یہ وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر سالک پر یہ عیاں ہو جاتا

ہے کہ وہ ایک بندہ محض ہے۔ وحدۃ الوجود کے تصور سے اس پر خدا سے اتحاد و اتصال کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے، وہ کوئی دائمی کیفیت نہیں ہے، بلکہ عارضی ہے، امر واقعہ یہ ہے کہ بندہ محض بندہ ہے اور خدا، وحدۃ لا شریک

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے اس نقطہ نظر سے علامہ اقبال بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ وہ اپنی خودی کو فنا کر کے خدایا انا تے مطلق میں ضم ہو جانے کے ہرگز قائل نہیں اور "مقام عبودیت" یا مقام بندگی "کو ترک کر کے" شان خداوندی "قبول کرنے کے لئے قطعاً راضی نہیں۔"

متاع لے بہا سے و ردو سوز آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی^{۱۵}

شریعت و طریقت کو ہم آہنگ کر کے ایک طرف تو حضرت مجدد نے عجمی تصوف کو اسلامی رنگ میں رنگا اور دوسری طرف وحدۃ الوجود کے مقابلے میں وحدۃ الشہود کا تصور پیش کر کے اس رنگ کو اور نکھارا۔ اور نام نہاد صوفیہ کے دام تزویر سے ملت اسلامیہ کو بچایا۔ یہ تصورات، تصوف میں خاص اہمیت رکھتے ہیں اس لئے اس پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

ذوالنون مصری (م۔ ۵۲۴۵ھ / ۸۵۹ء) غالباً پہلے صوفی ہیں جن سے وحدۃ الوجود کے خیالات منسوب کئے جاتے ہیں۔ ان کی بذولت اس تصور نے فروغ پایا اور حسین بن منصور الحلاج (م۔ ۳۰۹ھ / ۹۲۱ء) کے ہاں اس نے کمال حاصل کیا۔ منصور کے بعد محی الدین ابن العربی (م۔ ۶۳۸ھ / ۱۲۴۰ء) نے وحدۃ الوجود کو شد و مد کے ساتھ پیش کیا۔ فتوحات مکیہ، ترجمان الاشواق اور فصوص الحکم وغیرہ میں وجودی تصورات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس تصور کا موثید ہونے کی وجہ سے دوسرے مذاہب

کے متعلق جوان کا طرز عمل تھا وہ ان اشعار سے نمایاں ہے جن کا ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:-

آج سے پہلے میرا یہ حال تھا کہ جس ساتھی کا دین مجھ سے نہ مٹتا
میں اس کا انکار کرتا اور اسے اجنبی سمجھتا۔ لیکن اب میرا دل ہر
صورت کو قبول کرتا ہے، وہ اب ایک چراگاہ بن گیا ہے،
غزالوں کی۔ اور دیر ہے راہبوں کا، اور آتشکدہ ہے آتش
پرستوں کے لئے، اور کعبہ ہے حاجیوں کے لئے، اور الواح ہے
تورات کی اور صحیفہ ہے قرآن کا۔ میں اب مذہب عشق کا
پرستار ہوں۔ عشق کا قافلہ جد ہر جا ہے مجھے لے جاتے میرا دین
بھی عشق ہے، میرا ایمان بھی عشق ہے^{۱۶}

محمی الدین ابن العربی کے بعد عبدالکریم جیلی نے اس مسلک کی خوب اشاعت
کی اور انسان کامل کا تصور پیش کیا۔ تصور وحدۃ الوجود سے قریب قریب تمام
سلاسل طریقت متاثر ہوئے۔ چنانچہ سلسلہ قادریہ میں صدر الدین قونوی، اور
عبدالکریم جیلی۔ کبرویہ میں جلال الدین رومی، شمس تبریز۔ سہروردیہ میں فرید الدین
عطار، چشتیہ میں محمد گیسو دراز، جعفر کی، نقشبندیہ میں خواجہ عبید اللہ احرار، عبد
الرحمن جامی، عبدالغفور لاری^{۱۷} وغیرہ۔

شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے مرشد خواجہ باقی باللہ کا بھی
ابتدا میں یہی مسلک تھا۔^{۱۸} لیکن آخر میں وہ وحدۃ الشہود کے قائل ہو گئے۔ چنانچہ
ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

اچانک اللہ کی عنایت بے غایت پردہ غیب سے ظاہر ہوئی اور
بے چونی و بیچگونگی کا پردہ اٹھایا گیا۔ علوم سابق جو اتحاد و وحدت

کی خبر دیتے تھے تنزل پذیر ہونے لگے اور قرب و معیت ذاتیہ اور احاطہ و سر بیان جو اس مقام پر ظاہر ہوا تھا، مخفی ہو گیا اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو گئی کہ صانع کو اس عالم سے مذکورہ نسبتوں سے کوئی نسبت بھی نہیں ہے۔۔۔ اور اگرچہ عالم مرایاتے کمالات صفاتی اور مجالی ظہورات آسمانی ہے لیکن منظر، عین ظاہر نہیں ہے اور ظل، عین اصل نہیں ہے، جیسا کہ اہل توحید و جودی کا مذہب ہے۔^{۱۹}

حضرت مجدد نے وحدۃ الوجود کو "علم الیقین" کے قبیل سے کہا ہے اور وحدۃ الشہود کو "عین الیقین" کے قبیل سے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:-

جو توحید اس جماعت گرامی کی راہ میں آتی ہے، دو قسم کی ہے، توحید و جودی اور توحید شہودی۔۔۔۔ توحید شہودی ایک دیکھنا ہے، یعنی یہ کہ سالک کا مشہود سوائے ایک کے اور کوئی نہ ہو۔ اور توحید و جودی ایک موجود جاننا ہے اور اس کے غیر کو معدوم سمجھنا اور باوجود عدمیت کے اس کے مجالی و مظاہر کو ایک خیال کرنا۔ پس توحید و جودی "علم الیقین" کے قبیل سے ہے اور توحید شہودی "عین الیقین" کے قبیل سے۔^{۲۰}

غالب کا یہ شعر نظریہ توحید و جودی کا ترجمان ہے:-

ہاں کھاتو مت فریب ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے

لیکن اقبال کا یہ شعر نظریہ توحید شہودی کا ترجمان ہے:-

اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں
باقی ہے نمودِ سیمائی

حضرت مجدد بھی معرفت نفس اور معرفت ذات پر زور دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک منزل فنا سے اوپر بھی ایک منزل ہے، جہاں ابن العربی نہیں پہنچے۔ اس منزل پر سالک کو یہ پتہ چلتا ہے کہ خدا کو محض وجدان کے ذریعہ نہیں پہچانا جاسکتا اس لئے انسان کو وحی اور علوم دینیہ کی قدر و منزلت کرنی چاہئے جس کی بنیاد تمام تر وحی پر ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہتے کہ شریعت کی قدر و منزلت کرنی چاہئے۔ حضرت مجدد آگے چل کر واضح کرتے ہیں کہ۔

”دنیا اور خدا میں وہی رشتہ ہے جو خالق و مخلوق میں ہوتا ہے۔“

اتحاد و حلول کی تمام تقریریں، الحاد ہیں جو سالک کی باطنی غلط فہمی سے پیدا ہوتی ہیں۔^{۲۱}

اقبال بھی اتحاد و حلول کے قائل نہیں، اسی لئے وہ ”خودی“ پر زور دیتے ہیں اور ”وحی“ کو معمار سیرت سمجھتے ہیں۔ جس طرح حضرت مجدد نے ”وحی“ کی اہمیت پر زور دیا ہے، اقبال نے بھی اس پر شدت کے ساتھ زور دیا ہے۔ چنانچہ ضرب کلیم میں کہتے ہیں۔

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کار حیات
فکر بے نور ترا جذب عمل بے بنیاد
سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شب تار حیات

خوب و نا خوب عمل کی ہو گرہ وا کیوں کر
گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرار حیات

اقبال کے نزدیک بغیر وحی کے حلال و حرام اور خوب و ناخوب کی تمیز ناممکن ہے اور بغیر اس تمیز کے زندگی، زندگی ہی نہیں۔ تمام ترقیات کا دار و مدار اسی امتیاز پر ہے۔ عقل پر بھروسہ کیا جائے تو وہ خود تہی دست ہے، ہاں زندگی ہی جب تک خود اسرار حیات و اشکاف نہ کر دے مشکلیں آسان نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے "وحی" کی سخت ضرورت ہے، اور پھر شریعت کی بھی جس کا مدار وحی پر ہے۔ یہی حضرت مجدد کا نظریہ ہے، اور یہی اقبال کا، اسی لئے اقبال کو ان کا تصوف پسند ہے جس کی اصل حجازی ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم مرحوم لکھتے ہیں۔

وہ رومی کا مرید ہے لیکن محی الدین ابن عربی کا مخالف ہے، جس کی کتاب فصوص الحکم میں اس کو توحید سے زیادہ الحاد نظر آتا ہے، وہ بڑی عقیدت سے مجدد الف ثانی کے تصوف کا قائل ہے، جس نے تصوف کو دوبارہ شریعت اسلامی سے ہم آغوش کرنے کی کوشش کی ۲۲

وجودیت، ظلیت، عبدیت

مشائخ طریقت کو حضرت مجدد الف ثانی نے تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل خود آپ کے الفاظ میں یہ ہے:-

۱۔ طاقتہ اولی قائل اندبائیکہ عالم بایجاد حق سبحانہ، در خارج موجود

است و ہرچہ در دست از اوصاف و کمال ہمہ بایجاد حق است
 سبحانہ، و خود را شجے بیش نمی دانند بلکہ شجیت ہم از دست عز شانہ،
 در بحر نیستی چنان گم می گردند کہ نہ از عالم خبر دارند و نہ از خود
 (ترجمہ:- پہلا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ
 عالم ایجاد کے باہر (خارج) میں موجود ہے اور جو کچھ اس (عالم
 ایجاد کے) اندر موجود ہے وہ (حق تعالیٰ کے) اوصاف و کمال میں
 سے ہے۔ اور سب کچھ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ایجاد ہے اور وہ
 (مثنیٰ) اپنے آپ کو صرف شج (مثال کے درجے) سے زیادہ
 نہیں جانتے بلکہ اس شجیت کو بھی حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے
 جانتے ہیں اور وہ فنایت کے سمندر میں ایسے گم ہیں کہ ان کو نہ عالم
 کی خبر ہے نہ اپنی)۔

۲۔ طائفہ دیگر عالم را ظل حق سبحانہ، می دانند۔ اما قائل اند بانکہ
 عالم در خارج موجود است لیکن بطریق ظلیت نہ بطریق اصالت۔ و
 وجود اینہا قائم بوجود حق است سبحانہ، کَقِيَامِ الظِّلِّ بِالْأَضَلِّ
 (ترجمہ:- دوسرا گروہ عالم کو حق سبحانہ و تعالیٰ کا ظل جانتا ہے مگر
 یہ اس بات کے قائل ہیں کہ عالم خارج میں اصالت کے طریقے
 پر نہیں بلکہ ظلیت کے طریقے پر موجود ہے اور ان دونوں کا
 وجود حق سبحانہ و تعالیٰ کے وجود سے قائم ہے جس طرح ظل (سایہ)
 اپنے اصل کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔)

۳۔ طائفہ ثالث قائل اند بوحدت وجود یعنی در خارج یک موجود
 است و بس۔ و آن ذات حق است سبحانہ، و عالم را در خارج اصلا

تحقیقی نیست۔ ثبوت علمی دارند می گویند الْأَعْيَانُ مَا شَمَّتْ
رَأَيْتَهُ الْوُجُودِ^{۲۳}

(ترجمہ:- تیسرا گروہ وحدت وجود کا قائل ہے یعنی خارج میں
صرف ایک (ہی ذات) موجود ہے اور بس اور وہ صرف ذات حق
سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ اور عالم کا خارجی طور پر علمی ثبوت کے علاوہ
ہرگز کوئی ثبوت ثابت نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں:- الْأَعْيَانُ
مَا شَمَّتْ رَأَيْتَهُ الْوُجُودِ (اعیان (اشیاء) نے وجود کی خوشبو
بھی نہیں سونکھی)

گویا طائفہ اولیٰ۔ ”عبودیت“ کا قائل ہے، طائفہ ثانی ”ظلیت“ کا اور طائفہ
ثالث ”وجودیت“ کا۔ حضرت مجدد نے ان تین گروہوں کو بیان کر کے ان پر
تبصرہ بھی فرمایا ہے چنانچہ طائفہ ثالث کے متعلق فرماتے ہیں:-

ہر چند این طائفہ واصل و کامل اند۔۔۔۔۔ اما خلق را سخنان اینہا
بصلاحت و الحاد رہنمونی کرد و بزندقہ رسانید^{۲۴}

(ترجمہ:- اگرچہ یہ (تیسرا گروہ) اپنے درجات واصل و کمال میں
تفاوت ہونے کے باوجود واصل و کامل ہے لیکن ان کی باتیں
مخلوق کو گمراہی و الحاد کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اور الحاد و بے دینی
(زندقہ) تک پہنچا دیتی ہیں۔)

اقبال نے فصوص الحکم (ابن العربی) کے مطالعہ کے بعد یہی لکھا ہے کہ اس میں
الحاد و زندقہ کے علاوہ کچھ نہیں، گویا عارف کے علاوہ وحدۃ الوجود کی حقیقت کو کوئی
نہیں پاسکتا جس طرح اقبال نہ پاسکے۔
طائفہ ثانی کے لئے فرماتے ہیں:-

و طائفہ ثانیہ ہر چند اس مرتبہ راہم از مبدأ جدا دیدند و بکلمہ "لا" در آورده نفسی آن نمودند اما بواسطہ ظلیت و اصالت یک چیز سے از بقایا تے وجود اس ہا ثابت ماند چہ رتبہ ظل را باصل رشتہ تعلق بسیار قوی است " این نسبت از نظر شاہن محوشد ۲۵

(ترجمہ:- دوسرے گروہ نے اگرچہ ان مرتبہ کو مبدأ سے جدا دیکھا اور کلمہ "لا" کے تحت لا کر اس کی نفسی بھی کی لیکن ظلیت اور اصالت کے واسطہ سے کچھ چیزیں ان کے وجود کی بقا کے ساتھ ثابت رہیں، چونکہ ظل کا رتبہ اصل کے رشتہ کے تعلق سے بڑا قوی ہے اس لئے یہ نسبت ان کی نظروں سے اوچھل نہ ہو سکی۔)

طائفہ اولیٰ کے لئے فرماتے ہیں:-

" طائفہ اولیٰ اکمل و اتم اندوا سلم و اوفق بکتاب و سنت ۲۶
(ترجمہ:- پہلے گروہ کے لوگ اکمل و اتم ہیں اور کتاب و سنت کے ساتھ اسلم و اوفق ہیں۔)

پھر فرماتے ہیں:-

اما طائفہ اولیٰ بواسطہ کمال مناسبت و متابعت حضرت رسالت خاتمیت علیہ من الصلوٰت اتھما و من التحیات اکملہا جمیع مراتب ممکن را از واجب جدا ساختند و ہمہ را تحت کلمہ "لا" در آورده نفسی نمودند و ممکن را بواجب ہیج مناسبتہ ندیدند و ہیج نسبت را با اثبات نکردند و خود را غیر از عبد مخلوق غیر مقدور نہ شناختند و اورا عرّضاتہ ، خالق و مولائے خود دانستند۔ خود را مولا دانستن و

يا ظل او انكاشتن بریں بزرگواراں بسیار گراں و دشواری آید مآ
لِلثَّرَابِ وَرَبِّ الْآزْبَابِ ۲۷

(ترجمہ :- لیکن پہلے گروہ نے حضرت رسالت خاتمیت علیہ من
الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا کے ساتھ مناسبت اور آپ کی
درجہ اتباع کے باعث ممکن کے تمام مراتب کو واجب سے جدا
کر دیا اور کلمہ "لا" کے تحت لا کر سب کی نفی کر دی اور
انہوں نے واجب کے ساتھ ممکن کی کوئی مناسبت نہیں دیکھی
اور اس کے ساتھ کسی نسبت کا اثبات نہیں کیا اور اپنے آپ کو
عاجز بندہ، مخلوق غیر مقدور کے علاوہ کچھ نہ سمجھا اور اس عز شانہ
کو اپنا خالق اور مولیٰ سمجھا۔ خود کو مولیٰ جاننا یا اس کا سایہ خیال
کرنا ان بزرگوں پر بہت گرانی اور دشواری کا موجب ہے۔ مآ

لِلثَّرَابِ وَرَبِّ الْآزْبَابِ ۲۸

چہ نسبت خاک را با عالم پاک !

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

ایں طائفہ علیہ راز مقام عبدیت کہ نہایت جمیع مقامات ولایت
ست بہرہ تمام ست و کد ام دلیل بر صحت حال این برگزیدگان
ازیں تمام تراست کہ تمام کشف ایثاں موافق کتاب و سنت و
ظاہر شریعت است و سر موائے از ظاہر شریعت مخالفت بریہنا
راہ نیافتہ است ۲۸

(ترجمہ :- اور اس عالی گروہ کو عبدیت کے مقام سے جو تمام
مقامات ولایت کی انتہا ہے کامل حصہ مل چکا ہے، اور ان بزرگوں

کے حال کے صحت پر اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے کہ ان کے تمام کشف کتاب و سنت کے موافق اور ظاہر شریعت کے مطابق ہیں، اور ان حضرات نے ظاہر شریعت سے سر مو مخالفت نہیں کی۔

متصوفہ کے مندرجہ بالا گروہوں کی تقسیم اور ان پر تبصرے کے بعد اپنے ارتقائے سلوک کا حال تحریر فرماتے ہیں کہ مقام وجودیت سے ترقی کر کے مقام ظلیت پر پہنچے پھر وہاں سے ترقی کر کے مقام عبودیت پر سرفراز ہوئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

۱۔ اول معتقد توحید (وجودی) بود، از زمان صبی علم این توحید داشت و یقین پیوستہ بود ہر چند حال نداشت و چوہ دریں راہ در آمد اول راہ توحید منکشف شد و مدتہ در مراتب این مقام جولان نمود۔

(ترجمہ:- یہ درویش (یعنی حضرت مجدد الف ثانی) جس سے یہ تحریر استفادہ میں آئی، شروع میں توحید و جودی کا معتقد تھا اور بچپن ہی کے زمانے سے علم توحید و جودی رکھتا تھا اور یقین (کی حد تک) پیوستہ ہو چکا تھا اگرچہ اس کا حال نہ رکھتا تھا اور جب اس راہ میں آیا تو پہلی مرتبہ توحید کا راستہ منکشف ہوا اور ایک مدت تک اس مقام کے درجات میں گشت کرتا رہا۔)

۲۔ بعد از مدتے نسبت دیگر بریں و ردیش غلبہ آورد۔ در غلبہ آن در توحید توقف نمود اما این توقف بحسن ظن بود نہ بہ انکار، مدتے متوقف بود، آخر الامر کار بانکار انجامید و نمودند کہ این پایہ

پایان است رخت مقام ظلیت برد۔ اداورین انکار بے اختیار بود
 و نمی خواست کہ از آن مقام بر آید بواسطہ آن کہ مشائخ عظام
 بآں مقام اقامت دارند و چون بمقام ظلیت رسید و خود را و عالم را
 ظل یافت، چنان کہ طائفہ ثانیہ بآں قائلند، آرزوئے آں شد کہ
 کاشکے ازین مقام نبرند کہ کمال در وحدت وجودی دانست و ایں
 مقام فی الجملہ باو مناسبت دارد۔

(ترجمہ)۔ پھر ایک مدت کے بعد دوسری نسبت اس درویش پر
 غالب ہو گئی۔ اس نسبت کے غلبہ کے وقت توحید و جود میں
 توقف ہوا لیکن یہ توقف (توحید و جود والوں کے ساتھ) حسن
 ظن کی وجہ سے تھا نہ کہ ان حضرت کے انکار کی بنیاد پر ایک
 مدت تک اس انکار میں متوقف رہا، آخر کار معاملہ ان کے انکار
 تک پہنچ گیا اور مجھ پر منکشف ہوا کہ یہ مرتبہ بہت سے بھی
 بہت ہے، پھر اپنے (سوچ و فکر کے) سامان کو ظلیت کے مقام
 میں لے گیا لیکن (فقیر اس وقت) اس انکار میں بے اختیار تھا اور
 نہیں چاہتا تھا کہ اس مقام سے باہر آئے اس لئے کہ اس مقام پر
 بہت سے مشائخ عظام اقامت پذیر تھے اور جب ظلیت میں
 پہنچا تو خود کو اور عالم کو ظل محسوس کیا جیسا کہ دوسرا گروہ اس
 کا قائل ہے۔ وہاں پہنچ کر اس بات کی آرزو پیدا ہوئی کہ اس
 مقام (ظلیت) سے باہر نہ نکالا جاؤں کیونکہ یہ (درویش) وحدت
 وجود ہی کو کمال جانتا تھا اور یہ مقام ظلیت بھی اس سے قدرے
 مناسبت رکھتا تھا۔

۳۔ اتفاقاً از کمال عنایت و غریب نوازی از آن مقام ہم بلا
 بردند و بمقام "عبدیت" رسانیدند، این زمان کمال این مقام در
 نظر آمد و علو آن واضح گشت، و از مقامات گزشتہ تائب و مستغفر
 شد ۲۹

(ترجمہ:- اتفاقاً کمال مہربانی اور غریب نوازی فرما کر اس مقام
 سے بھی بالالے گئے اور مقام "عبدیت" پر پہنچا دیا اس وقت
 اس مقام (عبدیت) کا کمال ظاہر ہوا اور اس کی بلندی واضح
 ہوئی اور گزشتہ مقالات سے تائب ہو کر استغفار کی۔)

اقبال نے اسی مقام کے لئے تو کہا ہے:-

"مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی"

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نے بھی حضرت مجدد کے ارتقائے سلوک کے ان مدارج
 کا ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:-

ارتقائے سلوک میں تین مدارج ہیں یعنی وجودیت، ظلیت اور
 عبدیت پہلے مقام پر انہیں وحدت وجود کا کشف حاصل ہوتا
 ہے۔۔ اس کے بعد وہ مقام ظلیت پر پہنچتے ہیں۔ یہ ایک
 درمیانی منزل ہے، یہاں ان پر منکشف ہوتا ہے کہ عالم کا اپنا
 وجود علیحدہ ہے اگرچہ یہ صرف ظل یا عکس یا ایک پر تو ہے
 حقیقت کا، اللہ اصل ہے۔ یہاں ایک ادراک اثنیتیت کا پیدا
 ہو جاتا ہے۔۔۔۔ اس مقام سے گزرنے میں انہیں تامل تھا۔ اسی
 اثنا۔ میں بہر کیف انہیں اس مقام سے عروج ہوتا ہے۔ اور وہ

مقام "عبدیت" پر فائز ہو جاتے ہیں۔ جو اعلیٰ ترین مقام ہے۔
 "عبدیت" پر پہنچ کر عالم اور خدا کی اثنیتیت ان پر اظہر من
 الشمس ہو جاتی ہے۔ ۳۰ ف

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے علامہ کا نظریہ "خودی" حضرت مجدد کے "تصور
 عبدیت" پر مبنی ہے۔ ابو سعید نور الدین نے اقبال کے تصور خودی کے مآخذ پر
 بحث کرتے ہوئے ان چار عناصر کا ذکر کیا ہے:-

۱۔ قرآن مجید

۲۔ حدیث پاک۔ (من عرف نفسه فقد عرف ربه)

۳۔ مولانا جلال الدین رومی

۴۔ حضرت مجدد الف ثانی کا نظریہ عبدیت

اس کے بعد لکھا ہے:-

حضرت مجدد الف ثانی کے اس نظریہ "عبریت" سے انسانی خودی کا پورا پورا
 ثبوت ملتا ہے۔ اقبال ان کے اس نظریہ سے متاثر ہوئے، اسی تاثر کی بنا پر وہ ان کی
 طرف اشارہ کر کے التجا کرتے ہیں۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
 اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اسے ساقی

تعلیقات و حواشی

MOHAMMAD IQBAL : THE DEVELOPMENT OF -- ۱
METAPHYSICS IN PERSIA, LAHORE,
INTRODUCTION PX

۲----- شیخ عطار اللہ، مکتب اقبال، حصہ اول، مطبوعہ لاہور، ص ۲۴۔

R.A. NICHOLSON: THE SECRETS OF THE SELF, -- ۳
LAHORE 1944, P-XI-XII

۴----- ایضاً

۵----- "سراسر خودی" از محمد اقبال، مطبوعہ اخبار وکیل، امرتسر، ۹ فروری ۱۹۱۶ء بحوالہ مجلہ

اقبال (لاہور) اپریل ۱۹۵۴ء۔ ص ۵۵

۶----- جلال الدین رومی کے تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ کی جائیں۔

(۱) سلطان ولید، ابتداء نامہ

(ب) افلاکی، مناقب العارفین

(ج) رومی، مقالات شمس تبریز

(د) رومی، فیہ مافیہ، تہران۔ ۱۹۲۸ء

(ه) بدیع الزماں، شرح حال مولانا، تہران ۱۹۳۲ء

c - HAURT: LES SAINTS DES DERVICHES
TOURNEURS, PARIS, 1918-22

DR. H. RITTER : DER ISLAM, 1940, 1942

۷----- غلام مصطفیٰ خان، ادبی جائزے، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۹ء، ص ۱۰۵۔

۸----- مجلہ اقبال لاہور، اپریل ۱۹۵۴ء، جلد نمبر ۲۲، شمارہ نمبر ۴، ص ۴۵۔

۹----- محمد اکرام، رود کوثر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء، ص ۲۶۳۔

۱۰----- "سراسر خودی" از اقبال، مطبوعہ اخبار "وکیل" امرتسر، ۹ فروری ۱۹۱۶ء، مجلہ اقبال (

لاہور) اپریل ۱۹۵۴ء

نوٹ:۔۔۔۔۔ اقبال کا یہ خیال صحیح نہیں کہ وحدۃ الوجود معاذ اللہ زندگی تہیت ہے۔ خود حضرت مجدد اسی

منزل سے وحدۃ الشہود تک پہنچے۔ (مسعود)

۱۱----- "سراسر خودی" از اقبال، مطبوعہ اخبار "وکیل" امرتسر۔ ۹ فروری ۱۹۱۶ء بحوالہ مجلہ

اقبال (لاہور) اپریل ۱۹۵۴ء

۱۲----- بہان احمد فاروقی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا نظریہ توحید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء

ص - ۴۷ - ۴۶

۱۳ ----- برہان احمد فاروقی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا نظریہ توحید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء،

ص - ۴۷ - ۴۶

۱۴ ----- منشورات اقبال (مرتبہ بزم اقبال)، مطبوعہ لاہور، ص ۱۴، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، اقبال اور
مجدد الف ثانی

نوٹ:۔۔۔ حضرت مجدد تصور وحدۃ الوجود کو غلط نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کی غیر شرعی تعبیرات کو غلط
سمجھتے ہیں۔ اس لئے برہان احمد فاروقی کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ حضرت مجدد وحدۃ الوجود
کو غلط سمجھتے ہیں۔ (مسو)

۱۵ ----- ابو سعید نور الدین، " وحدۃ الوجود اور فلسفہ خودی "، مطبوعہ اقبال ریویو (کراچی)، جولائی

۱۹۶۲ء، ص ۱۱۵

۱۶ ----- شیخ محمد اکرام، رود کوثر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء، ص - ۲۶۳ - ۲۶۴

۱۷ ----- محمد نذیر عرشی، مفتاح العلوم، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۴ھ، جلد اول، ص - ۴۵

۱۸ ----- محمد معصوم، مکتوب معصومی (خلاصہ اردو)، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۹۶۰ء، ص ۶ - ۹۳

۱۹ ----- احمد سرہندی، مکتوبات شریف، جلد اول، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۳ھ، ص ۸۳ - ۸۴

۲۰ ----- ایضاً، ص ۶

Theodre De Bary : Sources of Indian Traditions, -- ۲
New York.

۲۱ ----- خلیفہ عبدالحکیم، فکر اقبال، مطبوعہ لاہور، ص ۴۴۶

۲۲ ----- شیخ احمد، مکتوبات شریف، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۶۰، ص ۳۷ - ۳۶

۲۳ ----- مکاتیب اقبال، جلد اول، ایضاً، ص ۳۸ - ۳۹

۲۴ ----- ایضاً، ص ۳۸، نمبر ۷۶

۲۵ ----- ایضاً، ص ۳۸، نمبر ۷۷

۲۶ ----- ایضاً، ص ۳۹

۲۷ ----- ایضاً، ص ۳۹

۲۸ ----- ایضاً، ص ۳۹ - ۴۰

۲۹ ----- برہان احمد فاروقی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا نظریہ توحید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء،

ص ۸۹ - ۹۰

شکایۃ عبد الغنی محدث

مہاجر مدنی

اے خاک پاک روضہ، عیسیری و عنبری
 ساقی نشاند بر تو خوش آجے کہ اہل وہر
 سر سے ز خاک خلد تو داری کہ اہل ارض
 نے نے ترا ز تربت شیرب سرشتہ اند
 این مذک احمدی است بذات احد نگر
 اھلاً وھرجیاً پے زوار توبے سے !
 یارب مکن خلاص ازیں خاک در مرا
 شیرے بخواب ناز بہ پیلوٹے دوشبل

کہ اہل جہاں ز پوئے تو دہوش گشتہ اند
 عاقل پیشیت آمدہ مخمور رفتہ اند !
 یک نغمہ تو یافتہ بر چرخ رفتہ اند
 پنہاں ز روم دشام بہ سر منہ بشتہ اند
 نے یک کہ صد ہزار ازیں خاک بستہ اند
 اطفال بعد بر رخ اعدات بستہ اند
 بد حال آل کساں کہ ازیں خاک رستہ اند
 یارب چہ راز با است کہ این جا ہفتہ اند

”تہا غنی نہ مدح نغمہ تو ساز کرو

کز بیان عرش ہمیں گونہ گفتمہ اند

د محمدیوں؛ علمائے ہند کی شاندار ماضی، حصہ اول، مطبوعہ مراد آباد، ۱۳۵۹ھ / ۱۹۳۹ء

ص - ۱۴۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقالہ

۷

نظریہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود اور مغربی مفکرین

اقبال کے سامنے تین اہم نظریات تھے۔ وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود اور تیسرا جدید نظریہ فوق البشر۔ نظریہ وحدۃ الوجود میں ذات حق پر اس شدت سے اصرار ہے کہ وجود عبد فنا ہو جاتا ہے اور تصور فوق البشر میں ذات عبد پر اس شدت سے اصرار ہے کہ ذات حق نظر نہیں آتی۔ لیکن اس افراط و تفریط کے درمیان ایک تیسرا نظریہ ہے وحدۃ الشہود جو ذات حق اور ذات عبد دونوں پر اصرار کرتا ہے اور دونوں کی انفرادیت کا قائل ہے، ایک واجب الوجود دوسرا ممکن الوجود۔

اقبال نے حضرت مجدد کے تصور "عبدیت" یا "وحدۃ الشہود" سے متاثر ہو کر جرمن فلاسفر نٹشے پر سخت تنقید کی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ اے کاش نٹشے، حضرت مجدد کے عہد مبارک میں ہوتا تو وہ مقام عبدیت سے اس کو روشناس فرماتے۔ جاوید نامے میں اقبال، نٹشے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

راہ رو را کس نشان از راہ نداد	صد خلل در واردات او فناد
عاشقے در آہ خود گم گشتہ	سالکے در راہ خود گم گشتہ
مستی او ہر زجاہے را شکست	از خدا برید و ہم از خود گست
خواست تا ببیند بچشم ظاہری	اختلاط قاہری با دلبری

خواست تا از آب و گل آید بروں
آں چه او جوید مقام کبریاست
زندگی شرح اشارات خودی است
او بہ "لا" در ماند و تا "الا" ز رفت
چشم او جز رویت آدم نہ خواست
کاش بودے در زمان احمدے

خوشہ کز کشت دل آید بروں
این مقام از عقل و حکمت ماوراست
"لا" و "الا" از مقامات خودی است
از مقام "عبدة" بیگانہ رفت
نعرہ بے باکانہ زد "آدم کجا است؟"
تا رسیدے بر سرور سرمدے

فرماتے ہیں کہ نٹھے مقام "لا" پر ہی ٹھہر گیا اور مقام "الا" کی طرف نہیں بڑھا،
اسی لئے وہ مقام "عبدیت" سے بیگانہ وار گزر گیا۔ اس کی آنکھ نے انسان کے علاوہ
اور کچھ نہ دیکھا، اسی لئے اس نے بے باکانہ نعرہ لگایا کہ "فوق البشر کہاں ہے؟ آخر
میں فرماتے ہیں کہ اے کاش نٹھے، شیخ احمد (مجدد الف ثانی) کے زمانے میں ہوتا تو وہ
اس کے اضطراب کو سرور سرمدی سے بدل دیتے اور وہ مقام عبادیت سے آگاہ ہو
جاتا۔

اقبال نے خطبات میں بھی نٹھے پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ گو اس میں روحانی
صلاحیتیں موجود تھیں لیکن چونکہ اس نے شوپہنہا اور، ڈارون اور لانگے کو اپنا پیرو مرشد
بنایا تھا، اس لئے وہ گمراہ ہو گیا۔ کاش اس کو کوئی مرشد کامل ملتا اور وہ اس کی رہنمائی
کر سکتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

جدید یورپ میں نٹھے، جس کی زندگی اور سرگرمیوں سے کم از کم
ہم اہل مشرق کے نزدیک تو نفسیات مذہب کی رو سے بڑے
دلچسپ مسائل پیدا ہو جاتے ہیں، خلقی طور پر اس قابل تھا کہ
اس کام کا پیرا اٹھا سکے۔ اس کے دل و دماغ کی سرگزشت پر

نظر ڈالتے تو مشرقی تصوف کی تاریخ میں اس قسم کی اور بھی مثالیں مل جاتیں گی۔ بے شک نٹشے نے اپنے اندر عالم لاہوت کی ایک جھلک دیکھی اور وہ ایک حکم قطعی بن کر اس کے سامنے آتی۔ ہم اس کو حکم قطعی ہی کہیں گے کیونکہ یہی جھلک تھی جس کی بدولت اس میں ایک پیغمبرانہ ذہنیت پیدا ہو گئی، وہ ذہنیت جو اس قسم کی تجلیات کو کسی نہ کسی طرح زندگی کی مستقل قوتوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔ لیکن نٹشے کو بجز ناکامی اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ اس لئے کہ اس کے روحانی اسلاف میں شوپن ہاؤتر، ڈارون اور لانگے ایسی ہستیاں شامل تھیں اور یہ انہیں کا اثر تھا کہ نٹشے ان تجلیات و مشاہدات کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ نہ کر سکا۔ بجائے اس کے کہ وہ کسی ایسی روحانی اصول کی جستجو کرتا جس سے ایک عامی کے اندر بھی روحانیت کی دنیا بیدار ہو جاتی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ایک لامتناہی مستقبل اس کے سامنے ہے، نٹشے یہ سمجھا کہ اس نے جس عالم کی جھلک دیکھی ہے اس کا اظہار ہو گا تو انتہائی امارت پسندی کے کسی نظام کی شکل میں جب ہی تو میں نے کہا ہے کہ

آنچه او جوید مقام کبریا ست
 این مقام از علم و حکمت ماورا ست
 خواست تا از آب و گل آید بروں
 خوشه کز کشت دل آید بروں

یوں ایک بڑا ذہین و فطین انسان ضائع ہو گیا اور زندگی کی وہ
 جھلک بھی لا حاصل ثابت ہوئی جس کے لئے وہ صرف اپنی
 اندرونی قوتوں کا مرہون منت تھا۔ محض اس لئے کہ اسے کوئی
 مرشد کامل نہ ملا جو اس کی رہنمائی کرتا
 اسی لئے تو فرماتے ہیں:-

کاش بودے در زمان احمدے
 تا رسیدے بر سرورے سرمدے

اقبال نے اپنے محولہ بالا لیکچر میں سوئٹزر لینڈ کے فلسفی سی جی یونگ (C.G. JUNG) پر بھی تنقید کی ہے جس سے نظریہ عبدیت کی مزید تشریح ہوتی ہے۔
 اقبال اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ”مذہبی زندگی کی اساس ہمارا یہ ادراک ہے کہ خودی کی
 وحدت کو۔۔۔۔۔۔ پھر سے تعمیر کیا جاسکتا ہے اور اس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ ہر
 ماحول میں۔۔۔۔۔۔ جیسے مواقع چاہے پیدا کر لے۔

یونگ پر تنقید کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں:-

لیکن اس کا مطلب تو یہ ہے کہ یونگ کچھ بھی نہیں سمجھا۔ بات یہ ہے کہ
 جنسی ضبط نفس، خودی کی تربیت کا اولین مرحلہ ہے اور اس لئے مذہب
 چاہتا ہے اس نشوونما کو اس راستے پر ڈال دے، جس کا تعلق خودی کی تقدیر
 اور مستقبل سے ہے۔ لہذا اس کی اہمیت صرف اس امر تک محدود نہیں کہ
 جس ماحول میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اس میں ہماری حیات اجتماعیہ کا
 تار و پود اخلاقی اعتبار سے محفوظ ہے۔ مذہبی زندگی کی بنیاد ہمارا یہ ادراک
 ہے کہ خودی کی وحدت کو جو یوں دیکھنے میں بڑی نازک اور ناپائیدار نظر

آتی ہے، اور جسے ہر لحظہ ہلاکت اور فنا کا خدشہ ہے، پھر سے تعمیر کیا جاسکتا ہے۔ اس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ ہر ماحول میں، خواہ ہمیں اس کا علم ہو یا نہیں، زیادہ سے زیادہ آزادی سے کام لیتے ہوئے، جیسے مواقع چاہے پیدا کر لے۔ یہ ادراک ہے جس کے ماتحت اعلیٰ مذہبی زندگی میں ہماری نگاہیں محوسات و مدرکات کی اس نوع کی طرف منعطف ہو جاتی ہیں جن سے حقیقت کی بعض بڑی نازک حرکات کا سراغ ملتا ہے۔ اور جو اس پہلو سے کہ خودی حقیقت کی ترکیب میں ایک دوائی عنصر بن جاتے، اس لحاظ سے دیکھتے تو نفسیات حاضرہ نے مذہبی زندگی کا گویا قشر تک نہیں چھوڑا۔ وہ اس تنوع اور گونا گونی سے بالکل بے خبر ہے جو مذہبی واردات اور مشاہدات میں پائی جاتی ہے۔^۳

مذہبی زندگی کے اساسی امور کی وضاحت اور نفسیات حاضرہ پر تنقید کے بعد اقبال سترھویں صدی عیسوی کے جلیل القدر صوفی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے تصورات و نظریات اور مشاہدات و تجربات کا جائزہ لیتے ہیں اور ساتھ ہی اس حقیقت کا اظہار کر دیتے ہیں کہ نفسیات حاضرہ میں ان مصطلحات کا اب تک وجود نہیں ہے جن کے ذریعے حضرت مجدد کے روحانی تجربات کو بیان کیا جاسکے۔ گویا ان کے نزدیک حضرت مجدد اپنے زمانے سے کہیں آگے جا چکے تھے۔ وہ اس منزل تک پہنچ چکے تھے جس کی گرد تک نفسیات حاضرہ کی رسائی نہیں۔ چنانچہ واردات روحانی کے تنوع کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

”تھوڑا بہت اندازہ شاید آپ سترھویں صدی کے ایک بہت بڑے مرشد کامل ”حضرت شیخ احمد سرہندی کی ایک عبارت سے کر سکیں گے۔ انہوں نے اپنے زمانے کے تصوف کا تجزیہ جس بے باکی اور تنقید و تحقیق

سے کیا اس سے سلوک و عرفان کا ایک طریق وضع ہوا۔ ان سے پہلے جتنے بھی سلسلہ ہاتے تصوف رائج ہوتے وہ یا تو وسط ایشیا یا سرزمین عرب سے آتے تھے۔ مگر یہ صرف انہیں کا طریق ہے جس نے ہندوستان کی حدود سے نکل کر باہر کا رخ کیا اور جو اب بھی پنجاب افغانستان اور ایشیائی روس میں ایک بہت بڑی زندہ قوت کی شکل میں موجود ہے۔ البتہ جہاں تک شیخ موصوف کی عبارت کا تعلق ہے مجھے ڈر ہے کہ میں نفسیات حاضرہ کی زبان میں اس کے حقیقی معنی شاید ہی بیان کر سکوں۔ کیونکہ اس قسم کی زبان موجود ہی نہیں لیکن میرا مقصد چونکہ سردست صرف اتنا ہے کہ آپ کی توجہ مذہبی واردات کے اس تنوع اور گونا گونی کی طرف منعطف کراؤں جن سے ایک سالک راہ کو گزرنا پڑتا ہے اور جن کی چھان بین اس لئے ضروری ہے لہذا آپ مجھے ان غیر مانوس مصطلحات کے لئے معذور سمجھیں جن کا تعلق ایک دوسری سرزمین اور ایک ایسی نفسیات مذہب سے ہے جس نے تہذیب و تمدن کی ایک سر تا سر مختلف فضا میں پرورش پائی تھی۔ اور جو وضع ہوئیں تو اس کے زیر اثر، لیکن جن میں سچ مچ معانی کی ایک دنیا پوشیدہ ہے۔ بہر حال اب میں شیخ موصوف کی عبارت پیش کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ جب عبدالمومن نامی ایک ارادت مند نے اپنے مندرجہ ذیل مشاہدے اور تجربے کا حال شیخ موصوف سے بیان کیا۔

"میرے لئے نہ تو ارض و سموات کا وجود ہے، نہ عرش الہی کا، نہ جنت اور دوزخ کا، میں اپنے ارد گرد نظر ڈالتا ہوں تو ان کو کہیں نہیں دیکھتا۔ میں جب کسی کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں تو مجھے کوئی نظر نہیں آتا، بلکہ میں اپنا وجود

بھی کھو دیتا ہوں۔ ذات الہیہ لامتناہی ہے۔ کوئی اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہی منہتا ہے روحانی مشاہدات کا۔ کسی ولی کا گزر اس سے آگے نہیں ہوا۔
تو اس پر شیخ نے فرمایا۔

”میرے سامنے جو مشاہدات بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا تعلق قلب کی ہر لحظہ بدلتی ہوتی زندگی سے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مشاہدات نے قلب کے لاتعداد مقامات میں سے ابھی ایک چوتھائی بھی طے نہیں کئے۔ ان مقامات کا طے کرنا ضروری ہے۔ تاکہ عالم روحانیت کے مقام اول کے مشاہدات کی تکمیل ہو جائے۔ اس مقام کے بعد اور بھی کئی مقامات ہیں۔ مثلاً روح کا مقام سرخفی اور سرانخفی کے مقامات ان سب مقامات کے جن کو مجموعاً ہم اپنی اصطلاح میں عالم امر سے تعبیر کرتے ہیں۔ اپنے اپنے احوال اور واردات ہیں جب سالک کا گزر ان مقامات سے ہوتا ہے تو رفتہ رفتہ اس پر اسمائے الہیہ اور صفات الہیہ کی تجلی ہوتی ہے۔ بالآخر ذات الہی کی“

شیخ موصوف نے ان ارشادات میں جو امتیازات قائم کئے ہیں۔ ان کی نفسیاتی اساس کچھ بھی ہو اس سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ اسلامی تصوف کے اس مصلح عظیم کی نگاہوں میں ہمارے اندرونی واردات اور مشاہدات کی دنیا کس قدر وسیع ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ ان بے مثال واردات اور مشاہدات سے پہلے، جو وجود حقیقی کا مظہر ہیں، عالم امر یعنی اس دنیا سے گزرنا ضروری ہے جسے ہم رہنا تو انانی کی دنیا کہتے ہیں، ہم نے اسی لئے تو کہا تھا

کہ نفسیات حاضرہ کا قدم ابھی مذہبی زندگی کے قشر تک نہیں پہنچا۔ ۵

اقبال نے عبدالمومن کا جو بیان نقل کیا ہے وہ موصوف کا نہیں ہے بلکہ یہ شیخ ادریس سامانی نے اپنے واردات و مشاہدات قلبیہ، عبدالمومن کی زبانی حضرت مجدد سے کہلوائے تھے۔ جس کا جواب شیخ موصوف نے تحریری صورت میں ارسال فرمایا۔ یہ مکتوب نمبر ۲۵۳، مکتوبات شریف کی جلد اول میں شامل ہے۔ اس میں حضرت مجدد نے پہلے ادریس سامانی کے مشاہدات نقل کئے ہیں اور پھر ان پر جرح و تنقید کی ہے۔ حضرت مجدد نے قلب کے جن مقامات کا ذکر کیا ہے وہ اس ترتیب سے ہیں، روح، سر، خفی، اخفی۔ گویا قلب سمیت پانچ مقامات ہیں۔ مگر اقبال نے روح، سر خفی، سر اخفی لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

اس کے علاوہ اقبال نے حضرت مجدد کا جواب جس انداز سے نقل کیا ہے وہ من و عن نہیں ہے بلکہ اصل مکتوب کا خلاصہ ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے یہاں یہ مکتوب نقل کر دیا جائے جس کی طرف اقبال نے اپنے خطبے میں اشارہ فرمایا ہے۔

بنام شیخ ادریس سامانی

”بیان احوال و مواجید کہ بلسان مولانا عبدالمومن حوالہ نمودہ بودند
و استفسار جواب آن فرمودہ۔ مولانا بتفصیل ہمہ را وانمود و گفت
کہ فرمودہ اند (شیخ ادریس) کہ ”اگر بجانب زمین نظری کنم زمین
رانمی یابم و اگر بجانب آسمان نظری اندازم آن رانیز نمی یابم
و ہم چنین عرش و کرسی و بہشت و دوزخ رانیز وجود نمی یابم۔ و

پیش کے کہ می روم اور نیز وجود نمی یا بم و خود را نیز موجود نمی
 دائم و وجود حق جل شانہ ، بے پایان ست ، نہایت اور اہم کس
 نیافتہ است

و بزرگان نیز تا ہمیں جاگفته اند۔ و تا میں جا آمدہ از سیرماندہ شدہ
 اند و زیادہ بر این معنی اختیار نمودہ اند۔ اگر شمانیز ہمیں را کمال می
 دانید و در ہمیں مقامید پس ما پیش شما براتے چہ بیایم و تصدیق
 بکشیم و تصدیق بدہیم۔ و اگر امرے دیگر و راتے میں کمال است
 پس اعلام بخشند تا ما دیار دیگر کہ درد طلب بسیار دارد آن جا برسیم۔
 چندین سال توقف در آمدن بواسطہ حصول میں تردد بودہ۔

مخدوما! میں احوال و مثال میں احوال از تلویحات قلب ست۔
 مشہود می گردو کہ صاحب میں احوال از مقامات قلب زیادہ از ربع
 طے نہ کردہ است ، سہ حصہ دیگر از مقامات قلب طے باید کرد۔ تا
 معاملہ قلب را بہتمام طے کردہ باشد از گذشت قلب ، روح
 است ، و از گذشت روح ، سراسر است و از گذشت سر ، خفی است
 بعد از ان خفی۔ ہر کدام از میں چہاں باقی ماندہ احوال و مواجید
 علاحدہ دارد۔ ہمہ را جدا جدا طے باید کرد۔ و یکمالات ہر کدام مستحلی
 باید شد۔ از گذشت میں پیچگانہ عالم امر و طے منازل اصول آں ہا
 مرتبتہ بعد مرتبتہ و قطع مدارج ظلال اسما۔ و صفات کہ اصول میں
 اصول است درجہ بعد درجہ تجلیات اسما۔ و صفات است و
 ظہورات شیون و اعتبارات از گذشت میں تجلیات ، تجلیات
 ذات است تعالیٰ و تقدس۔ میں زماں معاملہ باطمینان نفس می افتد

و حصولِ رضائے پروردگار جل سلطانہ میسر می آید کمالاتیکہ دریں
 موطن حاصل می گردد در جنب این کمالات سابق حکمِ قطره دارد در
 جنب دریائے حیض بیکراں۔

ترجمہ:- ان احوال و مواجید کا بیان جو (آپ نے) مولانا عبدالمومن کی زبانی
 حوالہ کیا تھا، اور ان کا جواب چاہا تھا۔ مولانا نے اس کو بیان کر کے کہا کہ
 آپ نے فرمایا ہے ”اگر میں زمین کی طرف نظر کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا
 اور اگر آسمان کی جانب دیکھتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا اور اسی طرح
 عرش و کرسی، بہشت و دوزخ کا وجود بھی نہیں پاتا، اگر کسی شخص کے
 پاس جاتا ہوں تو اس کا وجود بھی نہیں پاتا اور خود کو بھی موجود نہیں جانتا۔
 اور حق جل شانہ کا وجود بے پایاں ہے اس کے نہایت کو کسی نے نہیں پایا
 بزرگان (مشائخ طریقت) اسی مقام تک کی گفتگو کرتے ہیں اور یہاں تک
 پہنچ کر وہ (مزید) سیر سے عاجز ہو گئے ہیں اور اس معنی سے زیادہ (سلوک)
 اختیار نہیں کر سکے اگر آپ بھی اسی کو کمال سمجھتے ہیں اور اسی مقام میں ہیں
 تو پھر میں آپ کے پاس کس لئے آؤں اور کیوں تکلیف برداشت کروں۔
 اور اگر اس کمال کے علاوہ کوئی اور امر ہے تو اس کے اطلاع دیں تاکہ میں
 ایک دوست کے ساتھ جو بہت زیادہ درد و طلب رکھتا ہے آپ کے خدمت
 میں حاضر ہوں۔ اس تردد کے حصول کی وجہ سے حاضر ہونے میں چند سال
 توقف رہا

میرے مخدوم! یہ احوال اور انہی احوال کے مثل (واقعات) قلب کے
 تلویحات کے وجہ سے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان احوال والے شخص
 نے مقامات قلب سے ابھی چوتھے حصے سے زیادہ طے نہیں کیا، مقامات

قلب کے تین حصے اور طے کرنے چاہئیں تاکہ قلب کا معاملہ پوری طور پر طے ہو جائے۔ قلب کے بعد روح کا معاملہ اور روح کے بعد سر ہے، سر کے بعد خفی پھر اس کے بعد خفی ہے، ان باقی ماندہ چاروں (مقامات) میں سے ہر ایک کے احوال و مواجید علیحدہ ہیں لہذا ہر ایک کو جدا جدا طے کرنا چاہیے اور ہر ایک کے کمالات سے مزین ہونا چاہیے۔ عالم امر کے ان پچگانہ (پانچوں لطائف) سے گزرنے کے بعد اور ان کی اصول کی منازل کو درجہ بدرجہ طے کرنے کے بعد اور اسماء و صفات کے مدارج ظلال طے کرنے کے بعد جو کہ درجہ بدرجہ ان اصولوں کے اصول ہیں، اسماء و صفات کی تجلیات اور شبیوں و اعتبارات کے ظہورات ہیں، ان تجلیات سے گزرنے کے بعد تجلیات ذات تعالیٰ و تقدس ہے۔ اس وقت یہ معاملہ نفس کے اطمینان پر آ جاتا ہے اور پروردگار جل سلطانہ کی رضا کا حصول میسر ہو جاتا ہے۔ اور وہ کمالات جو اس مقام (رضا و اطمینان کے مقام) پر حاصل ہوتے ہیں ان کے مقابلے میں سابقہ کمالات دریائے محیط کے مقابلے میں قطرہ کا حکم رکھتے ہیں۔

۱۹۳۲ء میں لندن میں ارسطاطالیسی سوسائٹی کی دعوت پر اقبال نے جو لیکچر دیا تھا اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے افکار و خیالات کو اہل انگلستان کے سامنے پیش کیا۔ یہ لیکچر اقبال کے مشہور مجموعہ خطبات۔ Reconstruction of

Religious Thoughts in Islam کا ساتواں خطبہ ہے جس میں اقبال نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تعلیمات سے یورپ کو روشناس کرایا۔

غلام رسول مہر نے ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء کو لاہور میں راقم سے فرمایا تھا کہ ۱۹۳۱ء میں سفر انگلستان میں اقبال کے ساتھ وہ بھی شریک و رفیق سفر تھے، موصوف نے

Religious

فرمایا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علامہ نے روم میں

Experiences پر ایک تقریر کی تھی۔ پھر جب مصر پہنچے تو وہاں بھی قریب

قریب یہی تقریر دہرائی تھی اور ان دونوں تقریروں میں علامہ نے حضرت مجدد علیہ

الرحمہ الف ثانی کا ذکر فرمایا تھا۔ راقم کے خیال میں اقبال پہلا شخص ہے جس نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے فلسفے اور تعلیمات سے یورپ کو روشناس کرایا۔ بلکہ یہ کہنا

بے جا نہ ہو گا کہ برصغیر کے دانشور طبقے کو بھی تعلیمات مجددیہ سے اقبال نے ہی

روشناس کرایا۔ غلام رسول مہرنے یہ بھی فرمایا تھا کہ علامہ اقبال نے بارہا فرمایا کہ

ہندوستان کے صوفیہ میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، علماء میں شاہ ولی اللہ اور

شاہوں میں اورنگ زیب علیہم الرحمۃ یگانہ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اقبال، حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے بے حد متاثر تھے۔

اوپر جس لیکچر کی طرف اشارہ کیا گیا۔ اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ ہی کے روحانی

تجربات اور مشاہدات کا جائزہ لیا ہے اور یورپ کے فلاسفہ سے اس کا تقابل کیا ہے

چنانچہ فرماتے ہیں:-

”آئین اسٹائن کے تصورات کائنات سے، جو اس نے

ریاضیات کے نقطہ نظر سے قائم کیا، گویا اس عمل کی، جس کی

ابتداء ہیوم نے کی تھی، تکمیل ہو گئی۔ جیسا کہ ہیوم کی تنقید کا

تفاضہ تھا، اس نظریے نے قوت کے تصور کو ہمیشہ کے لئے ختم

کر دیا۔ کچھ ایسے ہی تیز کیئے کا (جیسا کہ اس جلیل القدر ہندی

صوفی کے ارشادات سے، جن کو ہم نے ابھی پیش کیا تھا، ظاہر ہوتا

ہے، وہ شخص بھی آرزو مند ہے جس کو نفسیات مذہبی سے عملی

دلچسپی ہے۔ اس کی حس معروضیت بھی ایسی ہی تیز ہے جیسے

ساتنس داں کی اپنے حلقہ معروضیت میں۔ وہ بھی ایک مشاہدے کے بعد دوسرے مشاہدے میں قدم رکھتا ہے۔ اس کی حیثیت بھی تماشائی کی نہیں بلکہ ایک ناقد اور مبصر کی ہے، وہ بھی اپنے دائرہ تحقیق کے پیش نظر جن طریقوں سے کام لیتا ہے ان کے اصول و قواعد کے مطابق محوسات و مدرکات کی چھان بین کرتا اور ہر ایسے عنصر کو، خواہ وہ عضویاتی ہو یا نفسیاتی، مگر جس کی نوعیت داخلی ہے، ان کے مشمول سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ اس کی آرزو بھی یہی ہے کہ اس حقیقت تک پہنچے جس کی حیثیت فی الواقعہ معروضی ہے۔ یوں بالآخر وہ اپنا گزر جس تجربے اور ارادے سے کرتا ہے۔ اس سے زندگی کا ایک نیا عمل اس پر منکشف ہوتا ہے، اصلی، اساسی، ابدائی۔ پھر یہ خودی کا ایک ازلی راز ہے کہ جہاں اس پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا، اسے یہ مانتے میں مطلق تامل نہیں رہتا کہ وہی دراصل اس کی ہستی کی حقیقی اساس ہے۔^۶

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:-

”بہر حال یہ تجربہ سمرتا سرفطری اور طبعی ہو گا اور حیاتی اعتبار سے دیکھا جائے تو خودی کے لئے سب سے زیادہ اہم، کیونکہ یہی اس کا فکر کی حدود سے آگے بڑھنا اور یہی اس کا وجود سمردی کو اپناتے ہوتے اپنی ناپائیداری کی تلافی کرنا ہے۔ یہاں کوئی خطرہ ہے تو یہ کہ اس انہماک و استغراق میں وہ کہیں اپنی تلاش اور جستجو کا عمل ترک نہ کر دے۔ مشرقی تصوف کی

تاریخ سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطرہ بے بنیاد نہیں، چنانچہ ہم نے جس ہندی بزرگ کے ارشادات کا حوالہ دیا ہے ان کی تحریک اصلاح میں یہی نکتہ مضمحل تھا اور اس کے وجوہ بھی ظاہر ہیں۔ خودی کا نصب العین یہ نہیں کہ کچھ دیکھے، بلکہ یہ کہ کچھ بن جائے۔ پھر یہ درحقیقت اس کے بن سکنے ہی کی کوشش ہے جس میں بالآخر اسے موقع ملتا ہے کہ اپنی معروضیت کا زیادہ گہرا ادراک پیدا کرتے ہوئے زیادہ عمیق اور مستحکم بنا پر "انا الموجود" کہہ سکے یعنی وہ اپنے وجود کی کہنہ اور اساس کو پالے۔ یہ اس لئے کہ اس کی حقیقت کا انکشاف ہو گا، تو ڈیکارٹ کے "میں سوچتا ہوں" سے نہیں بلکہ کانٹ کے "کر سکتا ہوں" سے، خودی کا منہتائے جستجو یہ نہیں کہ اپنی انفرادیت کی حدود توڑ ڈالے۔ اس کا منہتا ہے اس انفرادیت کو زیادہ صحت کے ساتھ سمجھ لینا۔

اس تقریر سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ اقبال حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تصور عبودیت سے کتنے متاثر ہیں۔ پیرومی تو مسلک "انالحق" سے وابستہ ہیں مگر اقبال مسلک "انا الموجود" سے منسلک ہیں۔ ان کے تصور "خودی" کا منہتا، مقام عبودیت کا تحقق ہے۔ اس لئے کس یقین سے کہتے ہیں:-

اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں
باقی ہے نمود سیمائی،

اقبال پیرومی سے سوال کرتے ہیں:-

گفتیش موجود و نا موجود چیست؟
معنی محمود و نا محمود چیست؟

اس کے جواب میں پیرومی فرماتے ہیں ^

گفت موجود آں کہ می خواهد نمود
آشکارائی تقاضائے وجود

زندگی خود را بخشش آراستن
بروجود خود شہادت خواستن

انجمن روز است آراستند
بروجود خود شہادت خواستند

زندہ یا مردہ یا جاں بلب
از سہ شاہد کن شہادت را طلب

شاہد اول شعور خویشن
خویش را دیدن بنور خویشن

شاہد ثانی شعورے دیگرے
خویش را دیدن بنورے دیگرے

شاہد ثالث شعور ذاتِ حق
خویش را دیدن بنور ذاتِ حق

پیش این نور را بانی استوار
حی و قائم چون خدا خود را شمار

بر مقام خود رسیدن زندگی ست
ذات را بے پردہ دیدن زندگی ست^۹

شاہد اول ، مقام وجودیت سے عبارت ہے ۔ شاہد ثانی ، مقام خلیت سے
عبارت ہے ، اور شاہد ثالث ، مقام عبدیت سے عبارت ہے ، اسی لئے فرماتے ہیں :-

شاہد ثالث شعور ذات حق
خویش را دیدن بنور ذات حق

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں :-

ذره از کف مدہ تا بے کہ ہست
پہنختہ گیر اندر گرہ تا بے کہ ہست

تاب خود را بر فرودن خوشتر است
پیش خورشید آزمودن خوشتر است

پیکر فرسودہ را دیگر تراش
استحان خویش کن موجود باش

۱ این پہچنیں "موجود" و "محمود" است و بس
ورنہ نار زندگی درد است و بس^۱

اقبال نے اپنی ساری تعلیمات کو صرف اس ایک مصرع میں سمو کر رکھ دیا ہے

امتحان خویش کن "موجود" باش

اور موجود رہنا، مقام عبدیت ہی سے عبارت ہے۔ اور مقام عبدیت پر پہنچنا بغیر شعور ذات حق ممکن نہیں۔ اقبال نے معراج سے بھی یہی نکتہ اخذ کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

مرد مومن در نسا زد باصفات
مصطفیٰ راضی نہ شد الا بذات

چیت معراج آرزوئے شاہدے
امتحانے رو بروئے شاہدے

شاہد عادل کہ بے تصدیق او
زندگی ما را چو گل را رنگ و بو

در حضورش کس نماد استوار
در بماند ہست او کامل عیار

اور یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے جو حق تعالیٰ کے حضور ثابت قدم رہی جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:-

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ (سورہ نجم)

اور یہ استقامت اسی لئے میر آئی کہ مقام عبدیت کا تحقق ہو چکا تھا۔

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ (سورہ نجم)

اقبال نے "عبد" اور "عبدہ" میں بڑا نازک فرق بتایا ہے۔ ان کے نزدیک "عبد" ہونا کمال نہیں "عبدہ" ہونا کمال ہے۔ بندے تو سبھی ہوتے ہیں مگر اس کا

بندہ ہونا اور محسوس کرنا ہی مقام "عبدیت" ہے اور یہی معراج انسانیت۔ اقبال نے ایک جگہ اپنے مسلک "عبدیت" کا اس طرح اظہار فرمایا ہے:-

"آپ کے تصوف کی اصطلاح میں اگر میں اپنے مذہب کو بیان کروں تو یہ ہو گا کہ شان "عبدیت" انتہائے کمال روح انسانی ہے، اس سے آگے اور کوئی مرتبہ یا مقام نہیں"۔ ۱۲

من و عن وہی بات ہے جو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے۔ اقبال نے حسین بن منصور حلاج کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام "عبدیت" کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

پیش او گیتی جبیں فرمودہ است

خویش را خود "عبده" فرمودہ است

"عبده" از فہم تو بالا تر است

زاں کہ او ہم آدم و ہم جوہرست

جوہر اونی عرب نے اعجم است

آدم است و ہم ز آدم اقوم است

"عبده" صورت گر تقدیر ہا

اندر و ویرانہ را تعمیر ہا

"عبده" ہم جانفزاہم جاستاں

"عبده" ہم شیشہ ہم سنگ گراں

"عبد" دیگر "عبده" چیزے دگر
ما سراپا انتظار او منتظر

"عبده" دہراست و دہراز عبده ست
ماہمہ رنگیم او بے رنگ و بو ست

"عبده" با ابتداء بے انتہا است
"عبده" صبح و شام، کجا است

کس ز سر "عبده" آگاہ نیست
"عبده" جز سر الا اللہ نیست

لا الہ تیغ دودم او "عبده"
فاش تر خواہی بگو "ہو عبده"

"عبده" چند و چگون کائنات
"عبده" راز درون کائنات

مدعا پیدا نگرود زیں دو بیت
تا نہ بینی از مقام ما رمیت^{۱۳}

ایک جگہ "مرد حر" کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

ما ہمہ عبد فرنگ او "عبده"
او نہ گنجد در جہاں رنگ و بو

صبح و شام ما بفکر ساز و برگ
 آخر ما چسیت؟ تلخیہائے مرگ
 در جہان بے ثبات او را ثبات
 مرگ او را از مقامات حیات
 اہل دل از صحبت ما مضمحل
 گل ز فیض صحبتش دارائے دل
 کار ما وابستہ تخمین و ظن
 او ہمہ کردار و کم گوید سخن
 ما گدایاں، کوچہ گرد و فاقہ مست
 فقر او از لالہ تیغے بدست ۱۴

اقبال نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے لئے کہا ہے۔

”جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار“

”مرد حر“ کی یہ خوبی ہے کہ وہ ”اس کا بندہ“ ہو اور جو سالار احرار ہو اس کے کمالات ”عبدیت“ کا کیا ٹھکانا!

ابو سعید نور الدین نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تصور عبادیت سے اقبال کی اثر پذیری کو اس طرح بیان کیا ہے۔

”شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے اس نقطہ نظر

سے علامہ اقبال بہت زیادہ متاثر ہوتے۔ وہ اپنی خودی کو فنا کر کے "خدا" یا "اتائے مطلق" میں ضم ہو جانے کے ہرگز قائل نہیں اور مقام عبدیت یا مقام بندگی کو ترک کر کے "شانِ خداوندی" قبول کرنے کے لئے قطعاً راضی نہیں۔"

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزومندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

عطا کن شور رومی سوز خسرو
عطا کن صدق اخلاص سنائی

چنناں با بندگی در ساختم من
نہ گیرم گر مرا بخششی خدائی

اقبال مقام عبدیت کو حیات انسانی میں اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ ان کے عقیدے میں یہ مقام عبدیت محکم ہو جائے تو فقیر بادشاہ بن جاتا ہے۔

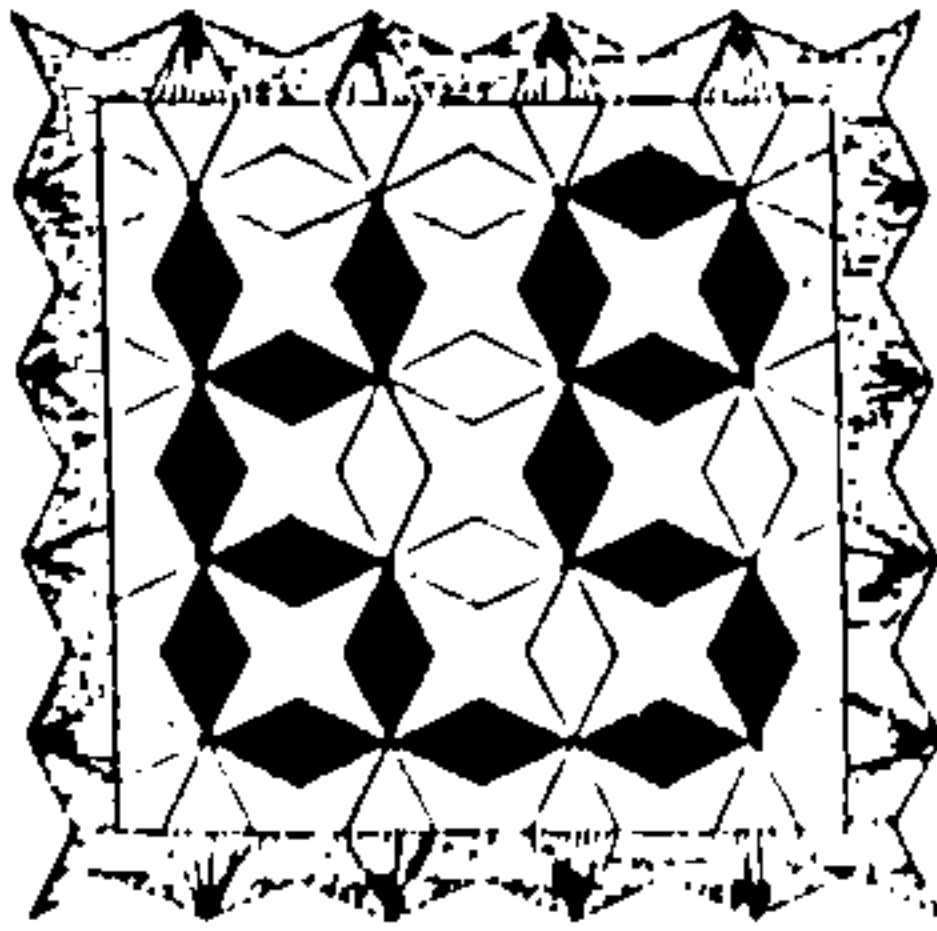
چوں مقام عبده " محکم شود
کلتہ در یوزہ جام جم شود ۱۵

تعلیقات و حواشی

- ۱۔۔۔۔۔ محمد اقبال، جاوید نامہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۱۷۷-۱۷۸
- ۲۔۔۔۔۔ محمد اقبال، تشکیل جدید الہیات (ترجمہ اردو از نذیر نیازی مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء، ص۔

۳۰۱-۳۰۲

- ۳----- تشکیل جدید الہیات، ص ۲۹۸-۲۹۷
- ۴----- نذیر نیازی نے "GENIUS" کا ترجمہ مرشد کامل کیا ہے اس لفظ میں جو معنویت ہے وہ "مرشد کامل میں نہیں مولوی عبدالحق مرحوم نے اس کا ترجمہ "روح عصر" کیا ہے جو ایک حد تک اصل معنی سے قریب ہے۔۔۔۔۔ (مسعود)
- ۵----- تشکیل جدید الہیات، ص ۲۹۸-۳۰۰
- ۶----- تشکیل جدید الہیات، ص ۳۰۴-۳۰۵
- ۷----- ایضاً، ص ۳۰۶
- ۸----- نوٹ:- یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اقبال جس کسی کے خیالات و نظریات سے متاثر ہوتے ہیں، اگر وہ شخصیت ان کے نزدیک زیادہ مؤثر نہیں تو پھر ان خیالات کا اظہار کسی مؤثر شخصیت کی زبانی کرتے ہیں۔ یہاں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے افکار کو مرشد رومی کی زبانی ظاہر کیا ہے۔ (مسعود)
- ۹----- جاوید نامہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۱۳
- ۱۰----- ایضاً، ص ۱۵
- ۱۱----- ایضاً، ص ۱۴
- ۱۲----- سراسر خودی از محمد اقبال، مطبوعہ اخبار وکیل (امر تسر) ۹ فروری ۱۹۱۶ء بحوالہ مجلہ اقبال (لاہور)، اپریل ۱۹۵۴ء، ص ۴۵
- ۱۳----- محمد طاہر فاروقی، سیرت اقبال، ص ۳۱۷-۳۱۸
- ۱۴----- محمد اقبال، مثنوی پس چہ باید کرداے اقوام شرق، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۳۳-۳۴
- ۱۵----- ابوسعید نور الدین، "وحدة الوجود اور فلسفہ خودی"، مطبوعہ اقبال ریویو، کراچی، جولائی ۱۹۶۳ء، ص ۱۱۵



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقالہ

۸

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور ڈاکٹر اقبال کی تعلیمات میں شریعت و طریقت کی اہمیت

اقبال نے تکمیل خودی کے لئے تین منزلیں قرار دی ہیں: اطاعت، ضبط نفس، نیابت الہی۔ شریعت، منزل "اطاعت" ہے اور یہ بغیر دوسری منزل کے متصور و مستحق نہیں ہو سکتی۔ یہ دوسری منزل یعنی ضبط نفس، طریقت ہے اور جب دونوں منزلوں تک رسائی ہو جائے تو پھر آخری منزل نیابت الہی ہے۔

اسی مقام سے ہے آدم ظل سبحانی

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس آخری مقام کا اپنے مکتوب (بنام خواجہ محمد معصوم) میں اس طرح ذکر فرمایا ہے:-

"عادت اللہ اس طرح جاری ہے کہ عرصہ دراز کے بعد کسی خوش نصیب کو فنائے اتم کے بعد بقائے اکمل عطا فرماتے ہیں، یعنی اپنی ذات مقدس کا ایک نمونہ اس کو عنایت فرماتے ہیں اور اس کا قیام اب ذات کے ساتھ ہو جاتا ہے۔۔۔ یہاں پہنچ کر انسانی کمالات ختم ہو جاتے ہیں اور انسان کی

خلافت کاراز مستحق ہو جاتا ہے یعنی اس مقام پر انسان خلیفۃ اللہ بن جاتا ہے۔^۱

بہر کیف اقبال نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مشن یعنی ”وحدت شریعت و طریقت“ کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ اسلامی سیرت کی تعمیر اسی طرح ممکن ہے۔ چنانچہ اکبر الہ آبادی کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ، عالمگیر۔۔۔۔ نے اسلامی سیرت کے احیاء کی کوشش کی مگر صوفیاء کی کثرت اور صدیوں کی جمع شدہ قوت نے اس گروہ احرار کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ اب اسلامی جماعت کا محض خدا پر بھروسہ ہے۔ میں بھلا کیا کر سکتا ہوں ، صرف ایک بے چین اور مضطرب جان رکھتا ہوں ، قوت عمل مفقود ہے۔ ہاں یہ آرزو رہتی ہے کہ کوئی قابل نوجوان جو ذوق خداداد کے ساتھ قوت عمل بھی رکھتا ہو مل جائے جس کے دل میں اپنا اضطراب منتقل کر سکوں۔^۲

اکبر بادشاہ کے زمانے میں صوفیاء میں یہ عام خیال پیدا ہو گیا تھا کہ شریعت و طریقت دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس خیال کی پرزور تردید کی کیوں کہ اس خیال نے ان صوفیائے خام کو تکلیفات شریعہ سے غافل کر دیا تھا اور عوام ان کی پیروی میں گمراہ ہو رہے تھے۔ چنانچہ سید احمد قادری کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

”شریعت و طریقت ایک دوسرے کے عین ہیں۔ حقیقت میں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہیں۔ ان میں صرف اجمال و تفصیل ، استدلال و کشف ، غیب و شہادت اور تعمیل اور عدم تعمیل کا فرق ہے۔ وہ انکام و

علوم جو شریعت غرا کی روشنی میں ظاہر و معلوم ہو گئے ہیں حقیقت حق
الیقین کے تحقق کے بعد۔ یہی احکام و علوم بعینہا مفصل طور پر منکشف
ہوتے ہیں۔ اگر ان دونوں میں بال برابر بھی فرق ہے تو یہ اس بات کی
علامت ہے کہ حقیقت الحقائق تک ابھی رسائی نہیں ہوئی۔^۳

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا یہ فرمانا کہ شریعت و طریقت ایک دوسرے کے عین
ہیں، مسلک اقبال کا بھی آئینہ دار ہے۔ اقبال حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اس نظریہ
سے متاثر ہوئے اور انہوں نے طریقت کو عین شریعت جانا اور اس پر خاص زور دیا۔
چنانچہ مثنوی ”۔۔ پس چہ باید کرد اے اقوام شرق“ میں دراسرار شریعت، کے
عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:-

آدمی اندر جہان خیر و شر
کم شناسد نفع خود را از ضرر

کس نداند زشت و خوب کار چسیت
جادہ ہموار و ناہموار چسیت

شرع بر خیزد ز اعماق حیات
روشن از نورش ظلام کائنات

گر جہاں داند حرامش را حرام
تا قیامت پختہ ماند این نظام

نیت این کار فقیہاں اے بھر
با نگاہے دیگرے او را نگر

حکمتش از عدل ست و تسلیم و رضا ست
بیخ او اندر ضمیر مصطفیٰ ست

از فراق است آرزوہا سینہ تاب
تو نمائی چوں شود "او" بے حجاب

از جدائی گرچہ جاں آید بلب
وصل او کم جو ، رضائے او طلب

مصطفیٰ داد از رضائے او خبر
نیست در احکام دین چیزے دگر

تخت جم پوشیدہ زیر بوریاست
فقر و شاہی از مقامات رضا است

حکم سلطان گیرد از حکمش منال
روز میدان نیست روز قیل و قال

تا توانی گردن از حکمش پیچ
تا نہ پیچد گردن از حکم تو پیچ

از شریعت احسن التقویم شو
وارث ایمان ابراہیم شو^۴

مندرجہ بالا نظم میں یہ مصرعے قابل غور ہیں کہ ان میں شریعت و طریقت دونوں

کا حاصل موجود ہے۔

ۛ بانگاہے دیگرے او را نگر

ۛ وصل او کم جو، رضائے او طلب

ۛ فقر و شاہی از مقامات رضا است

اقبال اسی شتوی میں "طریقت" کے متعلق فرماتے ہیں۔

پس طریقت چہیت اے والا صفات

شرع را دیدن با عماق حیات

فاش می خواہی اگر اسرار دین

جز بہ اعماق ضمیر خود مسبین

گر نہ بینی، دین تو مجبوری ست

این چہنیں دیں از خدا مہجوری است

بندہ تا حق را نہ پند آشکار

بر نمی آید ز جبر و اختیار

تو یکے در فطرت خود غوطہ زن

مرد حق شو بر ظن و تخمین متن

تا بہ بینی زشت و خوب کار چہیت

اندر این نہ اسرار چہیت

ہر کہ از سرّ نبی گیرد نصیب
ہم بہ جبریل ہیں گردد قریب ۵

طریقت کے بارے میں اقبال کا یہ نظریہ کہ ”شرع را دیدن بہ اعماق حیات“
حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تاثرات کی غمازی کر رہا ہے۔

ظفر احمد صدیقی کے نام جو مکتوب اقبال نے تحریر فرمایا تھا اس سے بھی
شریعت و طریقت کے متعلق ان کے خیالات کا علم ہوتا ہے، وہ لکھتے ہیں:-

”بہر حال حدود خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت اپنے

قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکام خودی

کے پرائیوٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الہی اس کا

مقصد ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے

فنا کہا ہے بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔“ ۶

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس کیفیت کو ”بقا“ سے تعبیر کیا ہے اور یہی

اقبال کا مسلک ہے۔ اقبال اقوام عالم کی خودی کو قانون الہی کے تابع دیکھنا چاہتے ہیں

اس سے بھی شریعت یا قانون الہی کے ہمہ گیر اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک

امن عالم کا یہی ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

”جمعیت اقوام جو زمانہ حال میں بنائی گئی ہے اس کی تاریخ بھی یہی ظاہر

کرتی ہے کہ جب تک اقوام کی خودی قانون الہی کی پابند نہ ہو امن عالم کی

کوئی سبیل نہیں مل سکتی۔“

اقبال نے بزم ارسطو کی فرمائش پر انگلستان میں ایک لیکچر دیا تھا، جس کا عنوان

تھا۔ ”کیا مذہب ممکن ہے؟“ اس میں علامہ اقبال موسیقی کو بھی ضمناً زیر بحث لائے

ہیں۔ اس لئے کہ موسیقی مختلف اقوام میں مناسک دینیہ سے وابستہ رہی ہے نیز اہل تصوف میں سے کئی حضرات روح کی بیداری کے لئے اس کو ذریعہ سمجھتے ہیں، مگر اقبال فرماتے ہیں:-

”اسلامی تصوف نے تو اس خیال سے کہ ہمارے مشاہدات میں جذبات کی آمیزش نہ ہونے پاتے موسیقی تک کو عبادت میں جگہ نہیں دی۔ بعینہ اس نے صلوة باجماعت پر زور دیا کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے مراقبوں اور ہمارے ذکر و فکر سے مصالح جماعت کو نقصان پہنچے۔“^۸

اس بیان میں اقبال نے تین باتیں پیش کی ہیں:-

(۱) اسلامی تصوف نے موسیقی کو جزو عبادت قرار نہیں دیا۔

(ب) اسلامی تصوف جذبات کی آمیزش سے بالاتر عبادت کا خواہاں ہے۔

(ج) اسلامی تصوف نے نماز باجماعت پر زور دیا ہے۔

موسیقی سے متعلق اقبال کے مندرجہ بالا خیالات حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے نظریات پر مبنی ہیں۔ یہاں بالترتیب ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

بعض صوفیاء نے سماع مزامیر کو جزو عبادت بنا لیا تھا چنانچہ مولانا جلال الدین رومی جو اقبال کے مرشد روحانی ہیں انہوں نے رقص و پا کوبی و سماع مزامیر کو نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ خود اس پر عمل کیا۔ مگر ان کے برخلاف ہندوستان میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی شخصیت وہ ہے جس نے موسیقی و سماع کے خلاف سخت موقف اختیار کیا اور یہ بتایا کہ فقہائے اسلام نے اس کو جائز قرار نہیں دیا، بلکہ ان کے نزدیک یہ حرام ہے۔ چنانچہ وہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

آیات و احادیث فقہیہ در حرمت غناء بسیار است۔ بحدیکہ احصائے آن متعذر است معذک۔ اگر شخصے حدیث منوخ یا روایت شاذہ رادر اباحت

اباحت سرود ندادہ است و رقص و پاکوبی را مجوز نداشته۔۔۔ صوفیان خام

ابن وقت عمل یران خود را بہانہ ساختہ ، سرود و رقص را دین و ملت خود
گرفتہ اند و طاعت و عبادت ساختہ۔ اولئک الذین اخذوا دینہم لہوا

و لعبا۔

اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے حضرت مجدد علیہ الرحمہ، سہارن پور اور رقص
و پاکوبی کو مقاصد شریعت کے مناسب حال تصور نہیں فرماتے تھے۔ اقبال نے بھی

انہیں خیالات کا اظہار کیا ہے۔

اقبال نے حرمت رقص و سرود کی جو حکمت بیان کی وہ یہ ہے کہ عبادت میں
جذبات کی آمیزش نہ ہونے پائے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جو مکتوب ملا احمد کے

نہم ارسال فرمایا تھا اس میں بھی اسی حکمت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

آپ کی جو پہلے حالت تھی وہ وجد و سماع کی طرح تھی۔ جس کا تعلق جسد

نہ تھا اور جو حالت اب حاصل ہوئی ہے اس میں جسد کا کوئی حصہ نہیں،

اس کا زیادہ تعلق قلب اور روح کے ساتھ ہے۔ اس کا بیان تفصیل

چاہتا ہے حاصل یہ ہے کہ یہ حالت پہلی حالت سے کسی حصہ بہتر ہے۔ اور

ذوق کا نہ پانا اور خوبی کا دور ہونا ذوق و خوشی کے پانے سے بہتر ہے۔

کیونکہ نسبت جس قدر حالت و حیرت میں ترقی کرے اور جسد سے دور

تر ہو، اسی قدر اہل اور مقصد حاصل ہونے کے نزدیک تر ہے۔ اس لئے

اس مقام میں عجز و جہل کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے، جہل کو

معرفت سے تعبیر کرتے ہیں اور عجز کا نام ادراک رکھتے ہیں۔ آپ نے

لکھا تھا کہ وہ تاثیر جو پہلے تھی اب نہیں رہی، ہاں تاثیر جسدی نہیں رہی۔

لیکن تاثیر روحی زیادہ تر حاصل ہو گئی لیکن ہر شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔

تیسری بات جو اقبال نے بیان فرمائی یہ ہے کہ اسلامی تطوف نے نماز باجماعت کی تاکید کی ہے اور اس نے موسیقی کو مذموم قرار دیا ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے ایسے بے شمار مکتوبات ہیں جن میں سماع ہزامیر کو مذموم قرار دیتے ہوئے نماز پر رد دیا ہے اور نماز کی حکمتوں کو بیان کیا ہے۔ مثلاً ایک مکتوب میں تحریر فرماتے

”از عدم آگاہی حقیقت نماز است کہ جم غفیر این طائفہ تسکین اضطراب خود را از سماع و نغمہ و وجد و تواجہ جستند و مطلوب خود را در پردہ ہائی نغمہ مطالعہ نمودند لا جرم رقص و قاصی را دیدن خود گرفتند باں کہ شنیدہ باشند ما جعل الله في الحرام شفاء - بلے - الغریق يتعلق بكل حشيش وحب الشئی یعمی ویصم۔ اگر شہد از حقیقت کمالات صلواتیہ بر ایشان منکشف شدے ہرگز دم از سماع و نغمہ نزدندے و یا دوجد و تواجہ نہ کردندے۔ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند۔“

ترجمہ۔ اویں ایسی باتیں ”حقیقت نماز“ سے ”عدم آگاہی“ (بے خبری) کی وجہ سے ہیں، بلکہ اس طائفہ (صوفیہ) کی ایک کثیر جماعت نے اپنے اضطراب و بیقراری کی تسکین کو سماع و نغمہ اور وجد و تواجہ میں تلاش کیا اور اپنے مطلوب کو نغمہ کے پردوں میں مطالعہ کیا اور رقص و قاصی کو اپنا مسلک بنا لیا ہے، حالانکہ انہوں نے سنا ہو گا۔ ما جعل الله في الحرام شفاء (اللہ تعالیٰ نے حرام چیز میں شفا نہیں رکھی) ہاں۔ الغریق يتعلق بكل حشيش وحب الشئی یعمی ویصم (ڈوبنے والا شخص ہر ایک تنکے کا

سہارا ڈھونڈتا ہے اور کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے، اگر نماز کے کمالات کی کچھ بھی حقیقت ان پر منکشف ہو جاتی تو وہ ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد و تواجد کی یاد نہ کرتے۔

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

(جب حقیقت نہ ملی، ڈھونڈ لی افسانے کی راہ)

اس میں شک نہیں کہ موسیقی سے متعلق اقبال نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے تاثر کا نتیجہ ہیں نہ کہ جلال الدین رومی سے کیونکہ جہاں تک موسیقی اور رقص و پا کوبی کا تعلق ہے رومی کا مسلک بالکل جداگانہ ہے۔ وہ اسے مباح سمجھتے ہیں اور بذات خود سماع کے بانی ہیں۔ انقرہ یونیورسٹی کی فاضلہ ڈاکٹر یلیچہ نے عفتقی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مولانا رومی نے سرود و نغمہ و رقص و رقاصی کو داخل طریقت کر لیا تھا اور ایسی صلح کل پالیسی اختیار کی کہ مسلم کافر سبھی ان کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور اقبال کا تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روش اس کے بالکل مخالف تھی۔ اگر ان خصوص میں اقبال، رومی سے متاثر ہوتے تو سرود، موسیقی اور رقص پر سخت تنقید نہ کرتے یہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اثرات ہی ہیں جن کی وجہ سے اقبال نے ان چیزوں کو مذموم قرار دیا۔

اقبال کے کلام کا اہم مجموعہ ضرب کلیم کے نام سے ۱۹۳۵ء میں منظرہ پر آیا۔ بقول یوسف سلیم چشتی اسی سنہ میں اقبال نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک کی زیارت کی اور بڑے گہرے اثرات لے کر واپس لوٹے

ضرب کلیم میں اقبال نے رقص و موسیقی پر تنقید کی ہے۔ اس میں "ادبیات و فنون
اللطیفہ" کے عنوان کے تحت جو منظومات ہیں ان میں "سرود حرام" کے عنوان سے
یہ نظم ملتی ہے۔

نہ میرے ذکر میں صوفیوں کا سوز و سرور
نہ میرا فکر ہے ، پیمانہ ثواب و عذاب
خدا کرے کہ اسے اتفاق ہو مجھ سے
فقہ شہر کہ ہے محرم حدیث و کتاب
اگر نوا میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام
حرام میری نگاہوں میں نائے و چنگ و رباب^{۱۲}
"سرود حلال" کے عنوان سے یہ نظم ملتی ہے۔

کھل تو جاتا ہے مغنی کے ہم و زیر سے دل
نہ رہا زندہ و پائندہ تو کیا دل کی کشود
ہے ابھی سینہ افلاک میں پہاں وہ نوا
حس کی گرمی سے پکھل جاتے ستاروں کا وجود
حس کی تاثیر سے آدم ہو غم و خوف سے پاک
اور پیدا ہو ایازی سے مقام محمود

مہ و انجم کا پیر حیرت کدہ باقی نہ رہے

تو رہے باور ترا زمزمہ لا موجود

حس کو مشروع سمجھتے ہیں فقہان خودی

منظر ہے کسی مطرب کا ابھی تک وہ سرود ۱۳

ایک اور نظم کا عنوان ہے "موسیقی" اس میں فرماتے ہیں:

وہ نغمہ سردی خون غزل سرا کی دلیل

کہ حس کو سن لہکے ہیرا پہرہ تابناک نہیں

نوا کو کرتا ہے موج نفس سے زہر آلود

وہ نے نواز حس کا فہمیر پاک نہیں

پہرا میں مشرق و مغرب کے لالہ زاروں میں

کسی چمن میں گریبان لالہ چاک نہیں

اور "رقص" کے عنوان سے یہ نظم ملتی ہے:

چھوڑ یورپ کے لئے رقص بدن کے خم و پیچ

روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم الہی،

صلہ اس رقص کا ہے تشکی کام و دہن

صلہ اس رقص کا ہے درویشی و شہنشاہی

مندرجہ بالا منظومات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال کے نزدیک اگر نغمہ بجائے

تحریک عمل کے، پھر عمل بنا دے تو وہ حرام ہے۔ ہندوستانی خانقاہوں میں سماع اور موسیقی نے خانقاہ نشینوں کی زندگی کو بے عمل بنا کر رکھ دیا تھا اس کا اقبال کو بڑا دکھ تھا اور اس کے خلاف انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اقبال جسمانی رقص کے قائل نہیں بلکہ روح کو رقص کرنا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس میں ان کو شاہی نظر آتی ہے۔ وہ اس سرود کے قائل ہیں جس کی گرمی سے سارے راجستھان چمک جائیں۔ جو دنیا سے بے نیاز بنا کر اللہ اور صرف اللہ کا نیاز مند بنا دے لیکن یہ سرود سے کہاں؟

منظر ہے کئی مطرب کا ابھی تک یہ سرود نہ لگا رہا تھا وہ

اقبال نے ”ادبیات و فنون لطیفہ“ کے عنوان سے اچھلنے والی کتاب لکھی ہے جس میں ان میں ایک نظم کا عنوان ہے ”مرد بزرگ“۔ اس نظم میں ایسے انسان کی شبیہ ملتی ہے جو شریعت و طریقت کے امتزاج کا کامل نمونہ کہا جاسکتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ نظم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی شخصیت سے متاثر ہو کر لکھی ہو کیوں کہ اس نظم میں ساری خوبیوں آپ ہی کی شخصیت کی نظر آ رہی ہیں، اقبال نے لکھی ہے۔

۱۔ اس کی نفرت بھی میں، اس کی محبت بھی میں

۲۔ قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ

۳۔ پرورش پاتا ہے تقلید کی تاریکی میں

۴۔ ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا

۵۔ انجمن میں بھی میسر رہی خلوت

۶۔ شمع محفل کی طرح استب سے جدا سب کا

مثل خورشید سحر فکر کی تابانی ہے،
 بات میں سادہ و آزادہ، معانی میں دقیق
 اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا
 اس کے احوال سے محرم نہیں پیران طریق ۱۵

الغرض اقبال نے اپنی فکر کا تار و پود حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات ہی سے جینا
 ہے، مشرق کا کوئی مفکر آپ سے اتنا متاثر نہیں ہوا جتنا اقبال متاثر ہوئے۔ وہ
 حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مشرقی نقیب ہیں۔

تعلیقات و حواشی

- ۱----- احمد سرہندی، مکتوبات شریف جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۰، بحوالہ انوار مجددیہ از یوسف سلیم
 چشتی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۱ء
- ۲----- عطار اللہ، اقبال نامہ، جلد دوم، مکتوب ۱۹، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۱ء
- ۳----- احمد سرہندی، مکتوبات شریف، جلد اول، حصہ دوم، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۳ء، مکتوب
 ص ۲۸، ۷۸ء
- ۴----- محمد اقبال، مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" مطبوعہ لاہور، ۱۹۳۶ء، ص ۳۸-۴۰
- ۵----- ایضاً، ص ۴۰-۴۱
- ۶----- عطار اللہ، اقبال نامہ، جلد اول، مطبوعہ لاہور، مکتوب ۱۰۳، محررہ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۶ء،
 ص ۲۰۲-۲۰۴
- ۷----- ایضاً
- ۸----- محمد اقبال، "تشکیل جدید الہیات" - مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء
- ۹----- احمد سرہندی: مکتوبات شریف، دفتر اول، مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۷ھ، مکتوب ۲۶۶، ص
 ۱۳۶
- ۱۰----- احمد سرہندی، مکتوب شریف، جلد اول (ترجمہ و تخریص محمد ہدایت علی)، موسومہ بہ در لا ثانی

مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۳۵۷ھ، ص ۱۲۵ مکتوب نمبر ۲۵۰
 ۱۱----- احمد سرہندی، مکتوبات شریف، جلد اول، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۲۷ھ، ص ۱۹۷، مکتوب نمبر
 -۲۶۱

۱۲----- محمد اقبال، ضرب کلیم، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۴ء، ص ۱۲۵
 ۱۳----- ایضاً، ص ۱۲۴
 ۱۴----- ایضاً، ص ۱۳۲
 ۱۵----- ایضاً، ص ۱۲۹

حضرت خواجہ عبدالاحد و حَدَاتُ

بگوداستان زا احمد نقش بند	کہواری دل از داغ مرثی سپند
گزشتہ بیک گام زین نہ طبق	ز قدوسیان بروہ گوئے سبق
بہندوستان گرچہ دار و دستام	بیالائے ہفتم فلک ماندہ گام
مریخ نشین و سدس سرا	براہش حبیبی سووہ ہفتم سما
نگین گزشتہ در حلقہ اولیاء	چو در انبیا ر خاتم الانبیاء

از کتاب چارچین مصنفہ حضرت وحدت
 قلمی کتب خانہ حافظ مجددی، کراچی

۵۶۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعریف

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعریف اور ان کی شان و شوکت کی تعریف



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سائر المرسلین والبرکات والثناء

مقالہ

۹

In the light of the Emperor's

1905-06 there was a certain

band of people who were

distributed

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ

of the

in

دنیا کے مغرب میں

the

مشرقی ممالک پر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے جو اثرات ہوتے وہ محتاج

بیان نہیں آتے اور مشرقی اور مغربی مسند اربعین، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے کارناموں

اور تعلیمات کو مغرب میں متعارف کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ ہمہ گیر ہوتا جا رہا ہے۔

نواب صدیق حسن خان مرحوم نے لکھا تھا:

ووصلت سلسلتہ من السخدا الی علو راء النہر والروم

والشام والغرب واقصر المغرب وواکب

(ترجمہ) اور آپ کا سلسلہ ہندوستان سے کل کر ماوراء النہر،

لازم، شام، عرب اور اقصائے مغرب تک پہنچ چکا ہے۔

مغربی تصانیف میں پروفیسر آر نیلڈ (T.W. Arnold) کی تصنیف

"The Preaching of Islam" میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا

ذکر ملتا ہے۔ یہ کتاب ۱۸۹۹ء میں منظر عام پر آئی۔ مصنف کے پیش نظر مسلمانوں

کی تبلیغی مساعی کا جائزہ تھا اس لئے انہوں نے قلعہ گوالیار میں قید کے زمانہ میں

یہ کتاب لکھی تھی۔

(۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۸ء - تا ۱۰۲۹ھ / ۱۶۱۹ء) حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے جو بے شمار ہندو قیدیوں کو مشرف باسلام کیا تھا اس کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"In the reign of the Emperor Jahangir (1605-1628) there was a certain Sunni theologian, named Shaykh Ahmad Mujaddid, who especially distinguished himself by energy with which he controverted the doctrines of Shi'ahs. The latter, being at this time in favour at court, succeeded in having him imprisoned on some frivolous charges. During the two years that he was kept in Prison he converted to Islam several hundred idolaters who were his companions in the same Prison." (3)

(ترجمہ) شہنشاہ جہانگیر کے عہد حکومت (۱۶۰۵ء - تا ۱۶۲۸ء) میں ایک عالم دین تھے جن کا نام شیخ احمد مجددی تھا انہوں نے شیعوں کے عقائد و نظریات پر جس قوت سے بحث کی ہے اس سے وہ خاص طور پر نمایاں ہو گئے ہیں۔ چوں کہ شاہی دربار شیعوں کے حق میں سازگار تھا اس لیے وہ شیخ احمد مجددی کو گرفتار کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ آپ نے قید و بند کے دو سالوں میں کئی سوت پرستوں کو مشرف باسلام کیا جو اسی قید خانے میں جہاں آپ مقید تھے آپ کے ساتھی قیدی تھے۔

پروفیسر آرنلڈ (T.W. Arnold) نے انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجز اینڈ ایٹھکس میں بھی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ نقشبندیہ

صوفیہ کے ذیل میں انہوں نے لکھا ہے۔

The Naqshbandi order did not attain such a vogue in India as the other mentioned above; it was introduced there by Shaikh Ahmad, al-Faruqi, who died at Sirhind in 1625. (4)

(ترجمہ) سلسلہ نقشبندیہ نے ہندوستان میں وہ مقبولیت حاصل نہیں کی جو دوسرے سلاسل نے حاصل کی ہے جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ ہندوستان میں اس سلسلے کو شیخ احمد الفاروقی نے متعارف کرایا جو ۱۶۲۵ء میں سرہند میں انتقال کر گئے۔

پاک و ہند میں سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے واسطے سے ہوئی مگر اس کو پاک و ہند میں خواجہ باقی باللہ (م۔ ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) نے متعارف کیا تھا۔ آرنلڈ کا یہ خیال صحیح نہیں کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس کو متعارف کیا۔ یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ آپ دو سال قید رہے، آپ ایک سال قلعہ گوالیا میں قید رہے۔

پروفیسر آر۔ اے۔ نکلسن (R.A. Nicholson) نے "تصوف میں تصور شخصیت" کے موضوع پر چند لیکچر دیئے تھے جو سنہ ۱۹۲۲ء میں ایک مجموعہ کی صورت میں بعنوان:-

"The Idea of Personality in Sufism" (تصوف میں شخصیت کا تصور انگلستان سے شائع ہوئے تھے۔ پروفیسر آربری (A.R. Arberry) کی نشاندہی ۵ پر راقم نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ اس قسم کے موضوع کے تحت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تصور وحدۃ الشہود نے

تصوف میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا جو اہل نظر سے پوشیدہ نہیں رہا۔
 پروفیسر ڈی۔ س۔ مارگلیوٹھ (D.S. Marglioth) نے "Mohammadanism"

کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی جو سنہ ۱۹۱۱ء میں انگلستان کے شائع ہوئی تھی۔
 بعد میں سر ہملٹن گب نے اس میں مزید اضافے کیے اور سنہ ۱۹۳۹ء میں ان اضافوں
 کے ساتھ یہ شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مولف نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی
 علمیت، فضیلت اور آپ کے مجاہدانہ مساعی کا ذکر کیا ہے اور اس بات پر اظہار
 افسوس کیا ہے کہ تعلیمات مجددیہ کی طرف ابھی پوری طرح توجہ نہیں کی گئی۔ مصنف
 لکھتا ہے۔

"During the seventeenth and eighteenth centuries a succession of remarkable scholars strove to restate the bases of Islamic theology in a manner which broke away from the formulism of the orthodox manuals and laid stress upon the psychological and ethical elements in religion.

Among the more outstanding figures in this movement, which has not received the attention it deserves, were the Syrian Abd al-Ghani of Nablus (1614-1731), and the Indians Ahmad Sirhindi (1563-1624) and Shah Wali Ullah of Delhi (1702-1762)" (7)

(ترجمہ) سترھویں اور اٹھارویں صدی (عیسوی) میں ممتاز ترین
 علماء نے اسلام کے ایک سلسلے کو نئی روشنی کی کہ شریعت اسلامیہ کی
 بنیادوں کو اس طرح دوبارہ مستحکم کیا جائے کہ وہ اہل سنت و
 جماعت کے رسمی نظام سے منفرد ہو۔ انہوں نے مذہب میں

نفسیاتی اور اخلاقی اساس پر زیادہ زور دیا۔ اس تحریک کی نہایت

ممتاز شخصیات میں یہ حضرات ہیں جن کی طرف ابھی تک وہ توجہ

نہیں دی گئی جس کے وہ مستحق تھے۔
شیخ عبدالغنی نابلسی (۱۶۴۱-۱۷۳۱ء) بیروت کے رہنے والے تھے۔
ہندوستان کے احمد سرہندی (۱۵۶۳-۱۶۲۳ء) اور

شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۲-۱۷۶۲ء)

سنہ ۱۹۳۲ء میں علامہ اقبال (م۔ ۱۹۳۸ء) گول میز کانفرنس میں شرکت کے

لئے انگلستان تشریف لے گئے تھے۔ لندن میں "Aristotalian Society" کی

درخواست پر علامہ نے ایک لیکچر دیا تھا جس کا عنوان تھا "Is Religion

Possible?" اس لیکچر میں علامہ نے اہل مغرب کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ

الرحمہ کی تعلیمات اور نظریات سے روشناس کرایا تھا۔ اور آپ کے نظریات کی روشنی

میں مختلف مغربی فلاسفہ پر تنقید بھی کی تھی۔

پروفیسر سی اے اسٹوری (C.A. Storey) نے اپنی تالیف پرشین لٹریچر

(Persian Literature) میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الزمزمہ کا ضمیمہ ذکر

کیا ہے۔ چونکہ ان کے پیش نظر مؤلفین و مصنفین اور ان کی تالیفات و تصنیفات کے

متعلق تفصیلات فراہم کرنا تھا، اس لئے اجمال سے کام لیا ہے۔ مولف نے حضرت

مجدد علیہ الرحمہ کے حالات سے متعلق مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ محمد ہاشم کشمی۔ برکات الاحمدیہ الباقیہ ۱۶۲۷ھ / ۱۶۲۷ء

۲۔ محمد ہاشم کشمی۔ نسامۃ القدس من حدائق الاس ۱۶۲۲ھ / ۱۶۲۲ء

۳۔ محمد امین بدخشی۔ مناقب آدمیہ و حضرات احمدیہ ۱۶۲۹-۸ھ / ۱۶۲۹-۸ء

۴۔ میر علی اکبر حسین اردستانی۔ مختل الاصفیاء و مجمع الاولیاء ۱۶۲۳ھ / ۱۶۲۳ء

۵۔ غلام علی، کرامات و ارشادات مجدد الف ثانی

۶۔ مظہر الدین فاروقی، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ^۹

اسٹوری نے حضرت مجدد کے حالات میں آپ کی ولادت (۴-۱۵۶۳- /
 ۱۹۷۱ء) جہانگیر کے ہاتھوں قید (۱۶۱۹ / ۱۰۲۸) پھر رہائی (۱۶۲۰ / ۱۰۲۹)
 اور خلعت و نذرانے سے نوازے جانے کا ذکر کیا ہے اور آخر میں وفات (۲۹ صفر سنہ
 ۱۰۳۴ھ / ۱۱ دسمبر سنہ ۱۶۲۴ء) کا ذکر کیا ہے۔

لندن یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر پیٹر ہارڈی (Peter Hardy) نے بھی
 ایک مقالے میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے جاندار متصوفانہ نظریات کا ذکر کیا ہے
 انہوں نے لکھا ہے:-

”شیخ احمد سرہندی کی بڑی کامیابی یہی ہے کہ انہوں نے
 ہندی اسلام کو متصوفانہ انتہا پسندی سے خود تصوف کے ذریعہ
 نجات دلائی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جس نظریہ کی انہوں نے
 تردید کی اس کے منشا، و مفہوم اور قدر و قیمت کا ان کو ذاتی
 طور پر عمیق ادراک تھا“^{۱۰}

راقم کے کرم فرما ڈچ مستشرق ڈاکٹر بلیان (Johannes M.S. Baljon)
 نے ایک مکتوب^{۱۱} میں لکھا تھا کہ پروفیسر عزیز احمد^{۱۲} نے اطالوی رسالے
 "Rivista degli Studi Orientali" کے شمارے دسمبر سنہ ۱۹۶۱ء میں
 حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پر ایک مقالہ بعنوان:-

"Religious And Political Ideas of Sheikh Ahmed
 Sirihdi" (شیخ احمد سرہندی کے مذہبی اور سیاسی نظریات) قلم بند کیا ہے۔
 چنانچہ راقم نے رسالے کے مدیر Dr. Bucciorelli سے یہ شمارہ حاصل کیا جو ازراہ

کرم انہوں نے ہدیثاً بھیج دیا اس کے لئے ان کا ممنون ہوں۔

مذکورہ بالا مقالہ رسالے کے صفحہ ۲۵۹ سے ۲۷۰ تک ۱۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ مقالے میں ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کے اشاعت، خواجہ باقی باللہ اور ان کا اثر و رسوخ، شیخ احمد سرہندی اور ان کا مختلف سلاسل سے استفادہ، اکبری الحاد اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی مجاہدانہ مساعی، ان کے سیاسی نظریات، جہانگیر اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ، وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود، اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے کارہائے نمایاں کا جائزہ لیا ہے اور آخر میں حضرت مجدد کی تحریک اور اس کے اثرات پر ایک تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔

مقالہ نگار نے ابتدا میں لکھا ہے:-

"Sheikh Yaqub Kashmiri had introduced him to the Kibruya order from which he seems to have imbibed much of the "insolationist" Political Philosophy of Sayyid Ali Hamadani"

(13)

(ترجمہ) شیخ یعقوب کشمیری نے آپ کو سلسلہ کبرویہ سے متعارف کرایا تھا جس سے آپ نے سید علی ہمدانی کے سیاسی فلسفہ "گستن" سے بہت کچھ استفادہ کیا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سلسلہ کبرویہ کے بزرگوں سے کافی متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ راقم کے کرم فرما فرینچ مستشرق آنجنہانی مارین مولے (Marian Mole) کا خیال تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا نظریہ وحدۃ الشہود بھی سلسلہ کبرویہ کے بزرگ شیخ علاء الدولہ سمنانی سے مستفاد معلوم ہوتا ہے۔ ایک مکتوب میں موصوف نے اس خیال کا اظہار کیا تھا انہوں نے لکھا تھا:-

"But before all, I would like to study the Mujaddid and his criticism of the theories of Ibn Arabi. It is for that purpose I began to study the Kubra i Ala Dawala simnani who, some 250 year earlier, likewise opposed the Wahdat al-Wujud and whose mystical doctrine seems very like that of the Mujaddid' (14)

(ترجمہ) لیکن سب سے پہلے میں حضرت مجدد اور ابن عربی پر ان کی تنقید کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس مقصد کے لیے میں نے سلسلہ کبرویہ کے علاء الدولہ سمنانی کا مطالعہ شروع کیا ہے۔ موصوف نے ۲۵۰ برس قبل اس طرح وحدۃ الوجود کی مخالفت کی تھی۔ ان کا متصوفانہ مسلک بھی شیخ مجدد سے بہت ملتا جلتا ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کے ملفوظات (کلمات طیبات) کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ علاء الدولہ سمنانی نے ابن عربی کے تصور وحدۃ الوجود کی مخالفت کی تھی اور ایک دوسرا تصور پیش کیا تھا جس کو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اصطلاح میں وحدۃ الشہود کہا جاسکتا ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے حضرت خواجہ باقی باللہ سے شیخ علاء الدولہ سمنانی کی مخالفت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے اس کو جو جواب دیا، بعینہ وہی بات شاہ ولی اللہ نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تصور وحدۃ الشہود اور ابن عربی کے تصور وحدۃ الوجود کے بارے میں کہی ہے یعنی یہ کہ صرف نزاع لفظی ہے حقیقتاً دونوں کی روح ایک ہی ہے۔

مقالہ نگار نے ایک جگہ حضرت مجدد کے جہانگیر پر اثرات کے متعلق لکھا

ہے۔

It is difficult to estimate the exact, direct and indirect influence of Shaikh Ahmad on Jahangir, but there is no doubt that the easy going emperor was by no means the pagan depicted by Sir Thomas Roe and other European Chroniclers (p 263)

(ترجمہ) جہانگیر پر شیخ احمد کے براہ راست اور بالواسطہ اثرات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانا تو مشکل ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ آرام طلب شہنشاہ ہرگز ہرگز وہ کافر و ملحد نہ تھا جس کا نقشا تھامس رویا دوسرے یورپی واقعہ نگاروں نے کھینچا ہے۔

جہانگیر پر حضرت مجدد الف ثانی کے اثرات بالواسطہ تو اعیان مملکت کے ذریعہ ہوتے جو حضرت مجدد کے عقیدت مند اور مرید تھے اور بلا واسطہ قید سے رجحانی کے بعد سنہ ۱۰۲۹ھ / ۱۶۱۹ء سے سنہ ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء کے اواخر تک تقریباً چار سال جہانگیر کی معیت میں رہنے سے ہوتے۔ بدرالدین سرہندی نے مجمع الاولیاء میں ان اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ اس لئے مقالہ نگار کا یہ کہنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے کہ ان اثرات کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ۔ اکبر بادشاہ کے بعد جہانگیر کے زمانے میں حالات کا بہتر ہونا، پھر شاہجہاں اور اورنگ زیب کے زمانے میں اسلامی نظریات کی اشاعت اور فروغ اور جب کہ یہ معلوم ہے کہ جہانگیر سے آپ کو خاص لگاؤ تھا، شاہ جہاں آپ کا عقیدت مند تھا اور اورنگ زیب آپ کے صاحبزادے شاہجہ محمد معصوم م ۱۰۰۰ھ ۱۶۶۶ء کا مرید تھا اور آپ کے پوتے خواجہ سیف الدین نے اورنگ زیب کی باطنی اصلاح فرمائی تھی، یہ سب حقائق سامنے ہوتے ہوئے سلطنت مغلیہ پر خاندان مجددیہ کے اثرات سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے۔

مقالہ نگار نے حضرت مجدد کے نظریہ وحدۃ الشہود کے اثرات کا جائزہ لیتے

ہوتے مصطفیٰ صبری کے خیالات کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے۔

It is not surprising therefore that Shaikh Ahmad's doctrine of Phenomeno-logical monism had such a revolutionary impact on Indian Islam. It rediverted its various streams, orthodox, liberal and esoteric into a single channel; it relaxed the tension between the religious law and mystical experience, it resolved the age long conflict between the sufis and the ulema uniting them in a single esynthesis of solidarity. It is also not surprising that Shaikh Ahmad's influence on Islam outside India was also quite considerable -- .

(ترجمہ) اس لیے یہ بات حیرت انگیز نہیں کہ شیخ احمد کے حسی و استدلالی نظریہ توحید نے ہندی اسلام پر اتنا انقلاب انگیز اثر ڈالا۔ اس نظریہ نے اس کی مختلف دھاروں یعنی اہل سنت و جماعت، آزاد خیال اور خود پر بھروسہ کرنے والوں کا دوبارہ رخ پھیر کر ایک دھارے میں شامل کر دیا۔ اس نے شریعت و طریقت کے درمیان تناؤ اور کھنچاؤ کو ہلکا کر دیا۔ اس نے صوفیہ اور علماء کے درمیان صدیوں پرانے جھگڑے کو نمٹا دیا اور دونوں کو اتحاد و عمل کے ایک نظام فلسفہ کے تحت متحد کر دیا۔ یہ بھی تعجب خیز نہیں کہ ہندوستان سے باہر بھی شیخ احمد کا اسلام پر بہت اثر تھا۔

حضرت مجدد کی زندگی ہی میں آپ کے مکتوبات اسلامی ممالک میں پھیل چکے

تھے۔ سنہ ۱۰۹۳ھ میں علمائے حجاز نے ایک فتوے کے جواب میں آپ کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے سرزمین حجاز میں آپ کو کس قدر و منزلت کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔

پھر انیسویں صدی عیسوی میں مکتوبات شریف کی تینوں جلدوں کا عربی ترجمہ حجاز سے شائع ہوا۔ انقرہ (ترکی) سے بھی صالح اوزجان نے ترکی ترجمہ شائع کرایا حسین حلمی ایشیق نے استانبول (ترکی) سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مکتوبات ان کا عربی اور انگریزی ترجمہ نیز دوسرے بہت سے رسائل و کتب شائع کئے۔ راقم کے کرم فرما ڈاکٹر فضل الرحمن نے کینڈا کے زمانہ قیام میں اللہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مکتوبات کے انتخابات کا انگریزی ترجمہ کر کے ایڈیٹ کیا تھا جو کراچی سے شائع ہو چکا ہے، مختصر یہ کہ مقالہ نگار کا یہ کہنا صحیح ہے کہ شیخ احمد کے اثرات ہندوستان اور پاکستان کے باہر بھی ہوئے۔

مقالہ نگار نے مقالے کے آخر میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے، اس میں بہت سی باتیں محل نظر ہیں وہ لکھتے ہیں۔

In a way he was the pioneer of what Modern Islam is to-day in Indian subcontinent. (15)

(ترجمہ) اس طرح وہ اس جدید اسلام کے پہلے ہادی و رہنما تھے جو آج برصغیر ہندوستان میں موجود ہے۔

مقالہ نگار نے اس پیرا گراف میں پاک و ہند کے اسلام کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں کچھ طنز کی بو آتی ہے۔ جو سنجیدہ مقالے کی روح کے منافی ہے۔ مختصر طور پر اتنا عرض کروں گا کہ مقالہ نگار کی نظر میں جو معائب ہیں یہ وہی خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے ایک فرد کو اپنی ذات کی عظمت کا احساس ہوتا ہے اور ساتھ ہی اپنے ملک اور قوم

کی عظمت کا احساس بھی پیدا ہوتا ہے۔

مقالہ نگار نے دریا دلی اور رواداری کا ایسا عظیم ثبوت دیا کہ پوری مقالے میں اپنے وطن پاکستان کو بھی ہندوستان میں شامل کیا ہے اور کہیں اپنی انفرادیت کا اظہار نہیں کیا۔ یہ ہے وہ خطرناک رواداری و اختلاط جس کے خلاف حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے آواز بلند کی۔ بدعات سے نفرت اس بات کی دلیل نہیں کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ "قیاس" کے عملی طور پر مخالف تھے۔ غالباً مقالہ نگار کے ذہن میں "قیاس" کا اصطلاحی مفہوم واضح نہیں۔ ورنہ وہ یہ الزام نہ دیتے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ قیاس کا دائرہ اتنا وسیع نہیں کرنا چاہتے تھے کہ قرآن و حدیث بھی اس میں گم ہو جائیں (معاذ اللہ) اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ خود قرآن و حدیث پر عمل پیرا تھے۔ ہر مرحلے پر عقل نا تمام کو امام بنانا اسلامی روح کے منافی ہے۔ اس کا اپنا ایک مقام اور دائرہ عمل ہے۔ مگر وحی الہی ایک عظیم حقیقت ہے علامہ اقبال نے اس حقیقت کو یوں واضح کیا ہے۔

عقل بے مایہ امامت کی سزا وار نہیں

راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کار حیات

مقالہ نگار نے آخر میں علامہ اقبال، سرسید احمد خان اور ابوالکلام آزاد کو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اثرات کے تحت شمار کیا ہے۔ علامہ اقبال پر حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے جو اثرات ہوتے اس کے لئے راقم کے مقالات مطبوعہ اقبال ریویو مطالعہ کئے جاتیں۔ ابوالکلام آزاد نے "تذکرے" میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر ایک طویل مقالہ قلم بند کیا تھا۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے کافی متاثر نظر آتے ہیں۔

جناب محمد اسلم صاحب نے اپنے مکتوب محررہ ۹ مئی سنہ ۱۹۶۲ء میں ہدّ

سفید (انگلیڈ) سے لکھا تھا کہ وہ ڈاکٹر بائل (Dr. Bayle) کی زیر نگرانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تحریک پر کام کر رہے ہیں۔ یہ کام سنہ ۱۹۶۰ء سے شروع ہو کر سنہ ۱۹۶۲ء میں مکمل ہوا۔ مقالے کا سائز "10"x8" اور حجم ۳۸۲ صفحات تھا۔ اس مقالے پر محمد اسلم صاحب کو مانچسٹر یونیورسٹی (انگلیڈ) سے ایم اے کی ڈگری ملی (آجکل آپ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں پروفیسر ہیں)۔

جناب قدیر مرزا صاحب نے بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر ایک مقالہ لندن یونیورسٹی میں پیش کرنے کے لئے لکھا تھا۔ اس مقالے کے متعلق موصوف اپنے مکتوب محررہ ۱۸ اپریل سنہ ۱۹۶۳ء کو لندن سے لکھتے ہیں:-

"میرا مقالہ عرصہ سے تیار ہے لیکن رسالے (مسلم نیوز) کے سلسلے میں اس قدر مصروفیت ہے کہ ابھی تک یونیورسٹی کو پیش نہ کر سکا۔ اب مستقبل میں وقت ملنے پر پیش کر سکوں گا۔ مقالہ کچھ اچھا نہیں ہے۔ اگر اطمینان اور سکون قلب سے لکھا جاتا تو شاید پیشکش کے قابل ہوتا۔ بہر حال اگر اس مقالے کی خامی کسی کو مزید جستجو کے لئے آمادہ کر دے تو بھی میں اس کو اپنی کامیابی سمجھوں گا" ۱۹

ٹفٹس یونیورسٹی (امریکہ) کے شعبہ تاریخ کے پروفیسر ڈاکٹر فری لینڈ ایبٹ (Dr. Freeland Abbott) نے بعض مقالات میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا ذکر کیا ہے موصوف نے یہ مقالات ازراہ کرم راقم کو بھیجے تھے۔ ایک مقالہ امریکہ کے ماہی رسالے "The Muslim World" کے اپریل سنہ ۱۹۶۲ء کے شمارے میں بعنوان:-

"The Decline of the Mughal Empire and Shah Waliullah" (شاہ ولی اللہ اور سلطنت مغلیہ کا زوال) شائع ہوا تھا۔ اس مقالے میں پروفیسر موصوف نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے احیاء اسلام، رد بدعات، نظریہ

چلا آ رہا تھا یعنی نظریہ وحدت الوجود۔۔۔ شیخ احمد سرہندی کے
 نزدیک صوفیہ کی یہ غلطی تھی کہ انہوں نے وجود کی وحدت کا
 اثبات کیا۔ یہ عقیدہ محض وہم باطل تھا۔ شیخ کا کہنا تھا کہ خالق و
 مخلوق دونوں کے علیحدہ علیحدہ وجود ہیں " ۲۲

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے نظریہ اجتہاد کا ذکر کرتے ہوئے مقالہ نگار لکھتا

ہے۔

"ان کا کہنا تھا کہ ایک صحت مند معاشرے کے لئے ارتقا اور
 تبدیلی لازمی ہے۔ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی
 اندھی تقلید سے مسلم معاشرے کو تقویت نہیں ملی۔ اس معاملے
 میں شاہ ولی اللہ اور شیخ احمد سرہندی اختلاف نہیں رکھتے تھے۔

۲۳

افسوس مستشرقین کی تحقیق میں خلوص و انصاف نہیں وہ اپنے عزائم کی تکمیل کے
 لئے عبارات کے مفاہیم کو کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد
 الف ثانی علیہ الرحمہ نے یہ باتیں نہیں لکھیں جو مقالہ نگار نے لکھی ہیں۔
 ڈاکٹر فری لینڈ ایبٹ (Freeland Abbott) نے ایک اور مقالہ لکھا تھا
 جس کا عنوان تھا۔

"The Jihad of Sayyid Ahmad Shahid" (سید احمد شہید کا

جہاد)

یہ مقالہ مسلم ورلڈ کے جولائی سنہ ۱۹۶۳ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ اس میں
 نبی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ موصوف نے ایک مقالہ لکھا

تھا جس کا عنوان تھا۔ "Islam in India before Shah

"Waliullah" (شاہ ولی اللہ سے پہلے ہندوستان میں اسلام) یہ مقالہ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ (نئی دہلی) کے سہ ماہی مجلہ "Studies In Islam" کے اپریل سنہ ۱۹۶۴ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ راقم کو اس کی کاپی مدیر حکیم عبدالحمید نے از کرم ارسال کی تھی۔ اس مقالے میں پروفیسر موصوف نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

ابتداء میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے:-
 .During the reign of Jahangir a remarkable leader emerged, Shaikh Ahmad of Sirhind, one of the two greatest Muslim theologians produced on the subcontinent. (24)

(ترجمہ) جہانگیر کے عہد حکومت میں ایک نہایت ہی عظیم رہنما ابھرے یعنی شیخ احمد سرہندی۔ وہ ان دو علما۔ دین میں سے ایک تھے جو برصغیر میں منظر عام پر آئے۔

آپ کی تعلیمات کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی اساس قرآن و سنت پر تھی۔
 چنانچہ لکھتا ہے

"The practical sciences for Shaikh Ahmad those relating directly to the Quran, the Sunnah and the Shari'ah. (25)

(ترجمہ) شیخ احمد سرہندی کے نزدیک عملی علوم وہ تھے جو قرآن، سنت اور شریعت سے براہ راست تعلق رکھتے ہوں۔
 علوم شرعیہ کے متعلق حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتا ہے

"Basic to Shaikh Ahmad's thought, and to that of all fundamentalist

Muslims, is the idea that the present is to be controlled by the Laws of Islam; the Laws of Islam are not to be controlled by the present." (26)

(ترجمہ) شیخ احمد اور تمام اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ نظریہ اساسی اور بنیادی ہے کہ زمانہ حال کو شریعت اسلامیہ کے آگے جھکایا جاتا۔ شریعت اسلامیہ کو زمانہ حال کے آگے نہ جھکایا جاتے۔

ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر
 علامہ اقبال نے اس فلسفہ کو اس ایک مصرع میں سمو کر رکھ دیا۔ شریعت اور
 صاحب شریعت محکوم نہیں ہے بلکہ حاکم ہیں، مغلوب نہیں غالب ہیں۔
 حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی پوری پوری کوشش رہی ہے کہ مملکت
 اسلامیہ اور خود مسلمانوں کی زندگی پر شریعت محمدی کی حکومت ہو اور وہ چیز ملک و
 ملت سے دور ہو جائے، جس کو نگاہ مصطفیٰ نے مردود قرار دے دیا ہو۔
 پروفیسر موصوف حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ان مساعی کا ذکر کرتے ہوئے
 لکھتا ہے:-

"There can be no question that the Shaikh's influence was tremendous , By preaching, by conversations, and by letters Shaikh Ahmad sought to convince the Muslim nobility of the importance of abandoning the many innovations that had been introduced into Islam in India, and of returning to the true faith." (27)

(ترجمہ) اس میں کوئی کلام نہیں کہ شیخ احمد کے اثرات نہایت

ہی عظیم تھے۔ آپ نے تبلیغ سے، تقریر سے، خط و کتابت سے مسلمان وزراء و شرفاء کو اس ضرورت کا احساس دلایا کہ ہندوستان میں جو بہت سی بدعات اسلام میں داخل ہو گئی ہیں ان کو چھوڑ کر اصل دین کی طرف لوٹ آنا چاہیے۔

تعلیمات مجددیہ کی اثر انگیزی کا جائزہ لیتے ہوئے پروفیسر موصوف لکھتا ہے:-
 "The teaching of Shaikh Ahmad was spread by hundred of his students. The Emperor Aurangzeb became a follower of one of his sons, and intellectuals all over Mughal India became associated with Shaikh Ahmad's teachings, and, indeed, with his Naqshbandi order as well." (28)

(ترجمہ) شیخ احمد کی تعلیمات کو ان کے سینکڑوں مریدین نے پھیلا دیا۔ شہنشاہ اورنگ زیب ان کے صاحب زادگان میں سے ایک صاحب زادہ کا معتقد اور پیرو کار ہو گیا اور مغلیہ ہندوستان کے تمام دانشور شیخ احمد کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ان کے سلسلہ نقشبندیہ سے تھی وابستہ ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

مقالہ نگار نے اورنگ زیب کے عہد حکومت کو تعلیمات مجددیہ کا نقطہ عروج قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"Aurangzeb's reign represents the culmination of Shaikh Ahmad's teachings. He was motivated throughout his reign to bring the state, and the life of every Muslim, into strict agreement with the Sharia

interpreted by Shaikh Ahmad." (29)

(ترجمہ) اورنگ زیب کا عہد حکومت شیخ احمد کی تعلیمات کا نقطہ عروج ہے۔ اورنگ زیب کو دوران حکومت یہ تحریک کی جاتی رہی کہ سلطنت اور ہر مسلمان کی زندگی شریعت کے بالکل مطابق ہونی چاہیے جیسا کہ شیخ احمد نے اس کی تشریح و توضیح کی ہے۔

مقالہ نگار نے پاک و ہند میں شیعہ اور سنی حضرات کے درمیان منافرت کا ذمہ دار حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو ٹھہرایا ہے۔^{۳۰} جو حقائق کی چشم پوشی کی وجہ سے ہے۔ اصل سبب اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح ہندوؤں اور مسلمانوں میں افتراق کا سبب بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ ہی کو بتایا ہے^{۳۱} یہ افتراق تو ازلی ہے۔ ایک موحد اور بت پرست کس طرح مل سکتے ہیں؟ یہ تو نظریاتی اختلاف ہے اور کوئی معمولی اختلاف نہیں۔ پھر حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو محض اس لئے ذمہ دار ٹھہرانا کہ انہوں نے اسلام کی تعلیمات کو اس وقت زندہ کیا جب کہ غلط قسم کی رواداری اور اختلاط نے ملت اسلامیہ کو کافی نقصان پہنچایا تھا جو تاریخ کے طلباء سے پوشیدہ نہیں۔ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ تفرقہ بازی سے سنیت کو فروغ نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے متعلق ایک جماعت یہ کہہ سکتی ہے کہ آپ نے ہندی اسلام کو صراطِ مستقیم پر لگا دیا جب کہ دوسری جماعت یہ الزام دے سکتی ہے کہ آپ مغل حکومت کے تنزل و انحطاط کا سبب بنے۔ مقالہ نگار لکھتا ہے:-

"There can be no doubt that Shaikh Ahmad was a great decisive factor on the Indian scene, but the fundamentalists could not have been

حقیقتیں نظر نہیں آتیں پھر نبی اجل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

یہ کہنا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تعلیمات سلطنت مغلیہ کے تنزل کا باعث ہوئیں، کچھ عجیب سی بات ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا زمانہ اکبر اور جہانگیر کا زمانہ ہے۔ تنزل ہوتا تو جہانگیر کے زمانے میں یا پھر شاہ جہاں کے زمانے میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد سلطنت کا رو بہ انحطاط ہونا ایک عمرانیاتی حقیقت ہے۔ اس کو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کرنا عجیب منطوق ہے۔ جس کی دانش نورانی نے غلام ہندوستان میں علامہ اقبال کو روشنی عطا فرمائی اور جس نے سلطنت اسلامیہ کا تصور پیش کر کے ہندوستان کا نقشہ بدل دیا۔ ایسی حیات خیر تعلیمات کو کسی سلطنت کے لئے تنزل کا باعث قرار دینا حقیقت فراموشی ہے۔

بہر حال ایک غیر مسلم محقق سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ ہر بات کو ہمارے کان سے سننے اور ہر چیز کو ہماری آنکھ سے دیکھے۔ فاضل مقالہ نگار نے جو کچھ لکھا ہے رطب و یابس کے باوجود غنیمت ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر حفیظ ملک^{۳۳} نے بھی ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے۔

"Muslim Nationalism In India And Pakistan" (ہندوستان اور پاکستان میں مسلم قومیت) جو سنہ ۱۹۶۳ء میں واشنگٹن (امریکہ) سے شائع ہوئی ہے۔ مؤلف نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا ذکر تین چار صفحات پر تفصیل کے ساتھ کیا ہے آخر میں آنے والی نسل اور معاصرین پر حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اثرات، اتباع سنت پر آپ کا اصرار اور آپ کے مشن کی کامیابی کا ذکر کیا ہے چنانچہ مؤلف لکھتے ہیں۔

Shaikh Ahmad's influence on posterity has been great indeed. His was truly the call 'Back to Muhammad' with

far-reaching consequences in both religious and political terms. His teaching radically affected contemporary Muslim thinking, giving it a new mystical and religio-juridical content. It opposed secularization of Muslim rule in India and set in motion those forces for the recreation of the pre-Akbar system which triumphed during the reign of Jahangir's grandson Emperor Aurangzib. (34)

(ترجمہ) اس میں شک نہیں کہ آنے والی نسلوں پر شیخ احمد کا بہت ہی عظیم اثر رہا۔ ان کا نعرہ کہ ”محمد مصطفیٰ کی طرف لوٹ آؤ“ حقیقت میں مذہبی اور سیاسی دونوں میدانوں میں دور رس نتائج کا حامل تھا۔ ان کی تعلیمات نے معاصر مسلم فکر کو ایک نیا متصوفانہ اور مذہبی مقتانہ رنگ دیتے ہوئے بہت ہی متاثر کیا۔ اس فکر نے ہندوستانی سلطنت کی لامذہبیانہ پالیسی کی مخالفت کی اور اکبر بادشاہ سے پہلے کے نظام کو زندہ کرنے کے لیے ان قوتوں کو ابھارا جو جہانگیر کے پوتے شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد میں جیت گئیں۔

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ^{۳۵} نے بھی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (انگریزی) میں ایک مقالہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر شامل کیا ہے۔ یہ انسائیکلو پیڈیا، لیڈن (ہالینڈ) سے شائع ہوا ہے^{۳۶} اس مقالے میں موصوف نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے سلسلہ نسب، ابتدائی تعلیم، اور ابوالفضل اور فاضلی سے مراسم، اکبر بادشاہ کے خلف مجاہدانہ مساعی، سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت، شیعہ تحریک کے خلاف جدوجہد، تصور

وحدة الشہود پیش کر کے موحدین اور وجودیین کے درمیان مفاہمت، جہانگیر سے ملاقات، قید و بند اور رہائی، بادشاہ کی طرف سے انعام و خلعت سے نوازہ جانا، ارشاد و تبلیغ، وسط ایشیا اور افغانستان وغیرہ میں سلسلہ مجددیہ کی اشاعت اور آپ کی تصنیفات اور تالیفات کا ذکر کیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں اس مقالے کا اردو ترجمہ ہوا ہے جس میں سید نذیر نیازی نے بہت مفید اضافے کئے ہیں۔ فرنیچ مستشرق ڈاکٹر ہلنسیس (Dr. Hilnis) نے ڈاکٹر برہان فاروقی کی کتاب "Mujaddid's Conception of Tawhid" (1940) (مجدد کا تصور توحید) اپنے فرنیچ مقالے میں تبصرہ کیا ہے یہ مقالہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود پر لکھا ہے اور اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تعلیمات کو سراہا ہے ۳۸

تعلیقات و حواشی

- ۱۔۔۔۔۔ صدیق حسن: ابجد العلوم، مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء ص ۸۸۹
- ۲۔۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی کے تفصیلی حالات کے لئے راقم کے مقالات مطبوعہ معارف (اعظم گڑھ) فروری سنہ ۶۱ تا اکتوبر سنہ ۶۲ء مطالعہ کئے جائیں۔
3. T. W. Arnold: The Preaching of Islam (1896), Lahore, p-412
4. J. Hastings : Encyclopaedia of Religions and Ethics, Vol-XI, New York, 1954, p-69
(Saints and Martyres, Muhammeden In India by T.W. Arnold)
- ۵۔۔۔۔۔ مکتوب محررہ ۲ فروری سنہ ۱۹۶۳ء راز کیمبرج (انگلستان)
۵. R. A. Nicholson : The Idea of Personality in

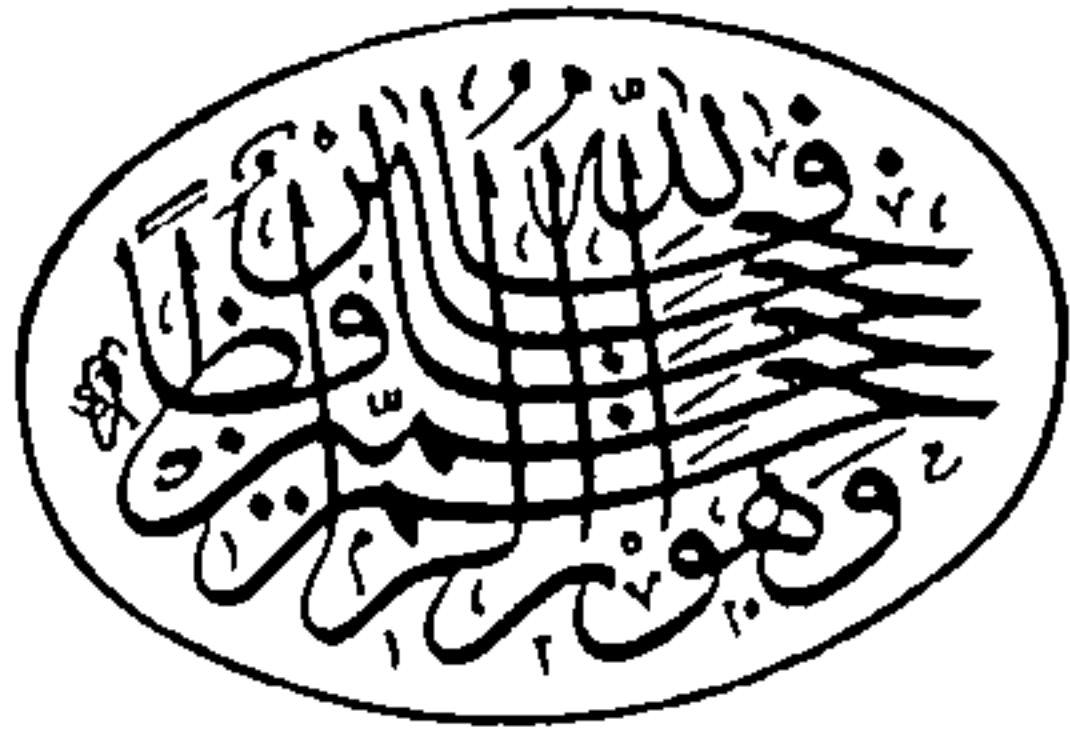
Sufism, Lahore, 1964

7. H. A. R. Gibb : Muhammadanism ---- An Historical Survey, New York, 1966, p-63
8. Muhammad Iqbal: Reconstruction of Religious Thought In Islam, Lahore, 1962, p-181
نیز مطالعہ کریں راقم کا مقالہ مطبوعہ "اقبال ریویو" (کراچی) جولائی سنہ ۱۹۶۴ء
۹ ----- مکتوب محررہ ۸ جون سنہ ۱۹۶۴ء رازگرونگن (ہالینڈ)
10. C. A. Storey : Persian Literature ---- A Bibliographical Survey, Vol.I, Part II, London, 1953.
11. Wm. Theodore de Bary: Sources of Indian Tradition, New York, 1959, p 449.
12. Prof Aziz Ahmad, Dept, of Islamic Studies, University of Toronto, Tronto-5 Onlario, Canada.
13. S. Ali Hamdani: Dhakhira al-Muluk, India Office Library, London, p MS. No.1130 ff 88a - 95a Ref. Revista etc. p. 260.
۱۴ ----- مکتوب محررہ ۱۲ اگست سنہ ۱۹۶۲ء رازپیرس (فرانس)
۱۵ ----- شیخ باقی باللہ: کلمات طیبات، ذی القعد سنہ ۱۰۰۹ھ، ص ۲۸-۳۹
16. Institute of Islamic Studies, Mc Gill University, Montreal, (Canada).
۱۷ ----- (۲۰) (۱) "اقبال ریویو" جنوری سنہ ۱۹۶۴ء، (ب) جولائی سنہ ۱۹۶۴ء، (ج) جنوری سنہ ۱۹۶۵ء
- 18 ----- ابوالکلام آزاد: "تذکرہ" مطبوعہ لاہور
19. The Muslim World, April 1962, p-11
20. The Muslim World, April 1962, pp.119-120
21. The Muslim World, April 1965, p.120
22. The Muslim World, April 1952, p.120
23. The Muslim World, April 1952, p.120
24. Studies in Islam , Vol. I No.2. April 1944. New Delhi, p.108

25. Studies in Islam, Vol. 1, No.2. April 1944, New Delhi, p.108
26. Studies in Islam, Vol.1, No.2. April 1944, New Delhi, p.109
27. Studies In Islam, Vol.1, No.2, April 1964
28. Studies In Islam, Vol.1, No.2, April 1964. F-111
29. Studies In Islam, Vol.I, No.2, April 1964, p-114
30. Studies In Islam, Vol.I, No.2, April 1964. p-111
31. Studies In Islam, Vol.I, No.2, April 1964. 111-2
32. Studies In Islam, Vol.I, No.2, April 1964. 111-2
33. Prof. Dr. Hafeez Malik, Dept. of Political Science, University of Villanova, U.S.A.
34. Hafeez Malik: Muslim Nationalism In India and Pakistan Washington, 1963.
35. H.A.R. Gibb, The Encyclopaedia of Islam, New edition, Leiden (Holland), 1969, Vol. I, pp-297-8.

۳۰۰۔۔۔۔۔ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، شیخ الساریخ، جامعہ اسلامیہ، بھاولپور (مغربی پاکستان)

- ۳۸۰۔۔۔۔۔ راقم کو اس کی اطلاع حضرت محمد ابراہیم بن عمر مجددی (المعروف بہ ضیاء المشائخ فاروقی کابلی) نے میرپور خاص کے زمانہ قیام کے دوران قصردل کشا (میرپور خاص) میں ۱۹ مئی سنہ ۱۹۶۵ء کو ایک دعوت کے موقع پر دی تھی۔ ڈاکٹر ہلنسیس کابل یونیورسٹی میں پروفیسر ہے۔ (مسعود)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مآخذ و مراجع

(عربی، فارسی، اردو، انگریزی)

آدم بنوری، شیخ: خلاصۃ المعارف فی اسرار العقائد (مولفہ و مکتوبہ ۱۰۳۷ھ /

۱۶۷۲) مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن

آزاد، ابوالکلام: تذکرہ، مطبوعہ لاہور

ابو حنیفہ، امام: کتاب الآثار (بروایت محمد بن حسن)

ابوالفضل: اکبرنامہ، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵۔

ابوالفضل: آئین اکبری، جلد اول، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸۔

احمد بن علی الخطیب بغدادی: تاریخ بغداد، ج ۱۳، مطبوعہ مصر، ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱۔

۴۰ احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات، جلد اول، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات، جلد دوم، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات، جلد سوم، مطبوعہ امرتسر، ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات (ترجمہ اردو)، جلد اول، حصہ اول، ادارہ مجددیہ، کراچی

۱۹۸۸۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات (ترجمہ اردو)، جلد اول، حصہ دوم، ادارہ مجددیہ، کراچی

۱۹۸۸۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات (ترجمہ اردو)، جلد دوم، ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۱۔

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات (ترجمہ اردو)، جلد سوم، ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۳۔

احمد سرہندی، شیخ: معارف لدنیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶۔

احمد سرہندی، شیخ: اثبات النبوة، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳۔

احمد سرہندی، شیخ: مبداء و معاد، مطبوعہ لاہور ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء۔

احمد سروش: کلیات اقبال، مطبوعہ تہران ۱۳۴۳ (ایرانی)

احمد رضا، شیخ: انوار الانہار من یم صلوة الاسرار، (۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء)،
مطبوعہ بریلی

احمد رضا، شیخ: الہاد الکاف فی حکم الضعاف، (۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء)، مطبوعہ لاہور

احمد رضا، شیخ: الکوبتہ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ (۱۳۱۲ھ /
۱۸۹۲ء)، مطبوعہ کلکتہ

احمد رضا، شیخ: الفیوضۃ الملکیہ لمحبت الدولتہ المکیہ، (۱۳۲۶ھ /
۱۹۰۸ء)، مطبوعہ کراچی

احمد رضا، شیخ: اطائب التہانی فی مجدد الف ثانی (۱۳۰۲ھ / ۱۹۰۷ء)، قلمی

احمد رضا، شیخ: مکتوبات، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء۔

احمد رضا، شیخ: فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، مطبوعہ کراچی

احمد رضا، شیخ: الزبدة الزکیہ لتحرم سجود التحتیہ (۱۳۲۷ھ / ۱۹۱۸ء)،
مطبوعہ بریلی

احمد رضا، شیخ: مسائل سماع، مطبوعہ لاہور

احمد رضا، شیخ: احکام شریعت، مطبوعہ آگرہ

احمد رضا، شیخ: جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور (۱۳۳۱ھ
۱۹۲۰ء)، مطبوعہ بریلی

احمد رضا، شیخ: ابریق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء)، مطبوعہ لاہور

احمد رضا، شیخ: الجمۃ الفائحة لطیب التعین و الفائحہ (۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء)،
مطبوعہ لاہور

احمد میاں جوناگڑھی، قاضی: اقبال کا تنقیدی جائزہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۵ء۔

اسماعیل بخاری، ابو عبداللہ: بخاری شریف، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء۔

افلاکی: مناقب العارفین،

اقبال، ڈاکٹر: بال جبریل، مطبوعہ لاہور ۱۳۶ھ / ۱۹۴۷ء۔

اقبال، ڈاکٹر: ضرب کلیم، لاہور

اقبال، ڈاکٹر: شتوی پس چہ باید کرداے اقوام شرق، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۷ء۔

اقبال، ڈاکٹر: جاوید نامہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء۔

اقبال، ڈاکٹر: تشکیل جدید الہیات، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء۔

ایس۔ ایم۔ اکرام: رود کوثر، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۸ء۔

باقی باللہ، خواجہ: کلمات طیبات، مطبوعہ دہلی، ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء۔

برہان احمد فاروقی، ڈاکٹر: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا تصور توحید، مطبوعہ لاہور

۱۹۴۷ء۔

بزم اقبال: منشورات، مطبوعہ لاہور

بدرالدین سرہندی: حضرات القدس، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء۔

بدرالدین سرہندی: وصال احمدی، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء۔

بدرالدین سرہندی: مجمع الاولیاء (۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۴ء) مخطوطہ نمبر ۶۴۵ مخزنہ

انڈیا آفس لائبریری، لندن

بدیع الزماں: شرح حال مولانا، مطبوعہ ایران، ۱۹۳۲ء۔

ثناء اللہ پانی پتی، قاضی: ارشاد الطالبین، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء۔

جلال الدین رومی: فیہ مافیہ، تہران ۱۹۲۸ء۔

جلال الدین سیوطی: تبيين الصغيف، مطبوعہ حیدرآباد وکن ۱۳۳۴ھ۔

حامد رضا خاں، مولانا : سلامتہ اللہ لاہل السنۃ من سبیل العناد و الفتنہ
(۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۳ء) مطبوعہ بریلی

حبیب اللہ خاں شیروانی : قرۃ العین، مطبوعہ حیدرآباد، دکن ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء۔
حسن رضا خاں، ڈاکٹر: فقہ اسلامی میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کی خدمات، پٹنہ ۱۹۸۱ء۔
حسین احمد، دیوبندی : الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، مطبوعہ دیوبند ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء۔

خلیق احمد نظامی، پروفیسر: حیات شیخ عبدالحق، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۳ء۔
داراشکوہ : سفینتہ الاولیاء، مطبوعہ لاہور

دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ج ۱۰
زید ابوالحسن فاروقی : المجموعۃ السنیہ، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۳ء۔

صدیق حسن خاں، نواب : نقصار الجیود الاحرار من تذکار جنود الابرار،
مطبوعہ بھوپال

صدیق حسن خاں، نواب : ایجد العلوم، مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء۔
عبدالحکیم، خلیفہ : فکر اقبال، مطبوعہ لاہور

عبدالحمید ظہار : العلامتہ المجاہدہ الشیخ محمد الحامد رحمہ اللہ تعالیٰ، مطبوعہ دمشق، ۱۹۸۱ء۔

عبدالقادر بدایونی، ملا : منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۶۹ء۔

عبدالمجید مالک : ذکر اقبال، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۰ء۔

عبدالنعیم عزیز، ڈاکٹر: اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی (۱۹۹۶ء)، بریلی،

غیر مطبوعہ

عطاء اللہ، شیخ : مکاتیب اقبال، مطبوعہ لاہور

عطاء اللہ، شیخ : اقبال نامہ، جلد اول و دوم، مطبوعہ لاہور

- غلام رسول سعیدی، مولانا: شرح مسلم، جلد اول، مطبوعہ لاہور۔
- غلام علی آزاد بگرامی: آثار الکرام، جلد اول، مطبوعہ، آگرہ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء۔
- غلام علی آزاد بگرامی: سبحة المرجان فی آثار ہندوستان، ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء۔
- غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر: ادبی جائزے، مطبوعہ کراچی، ۱۹۵۹ء۔
- فقیر محمد جیلیمی: حدائق الحنیفہ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء۔
- مجید اللہ قادری، ڈاکٹر: کنز الایمان اور دیگر معروف قرآنی اردو تراجم، کراچی، ۱۹۹۳ء۔ (غیر مطبوعہ)
- محمد بن علوی مالکی: ہوا اللہ، مطبوعہ نامعلوم
- محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، مطبوعہ، لاہور ۱۹۵۸ء۔
- محمد صالح زاوی، شیخ: نفائس السانحات فی تزیین العاقبات الصالحات، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء۔
- محمد عبدالباری، ڈاکٹر: حضرت احمد رضا خاں بریلوی کے حالات اور اصلاحی کارنامے (سندی)، حیدرآباد سندھ، ۱۹۹۳ء۔ (غیر مطبوعہ)
- محمد قاسم ہندو شاہ: تاریخ فرشتہ، مطبوعہ، لاہور ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء۔
- محمد مسعود احمد ڈاکٹر: فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء۔
- محمد مسعود احمد ڈاکٹر: تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء۔
- محمد مسعود احمد ڈاکٹر: سیرت مجدد الف ثانی، مطبوعہ، کراچی، ۱۹۸۳ء۔
- محمد مسعود احمد ڈاکٹر: محدث بریلوی، مطبوعہ، کراچی ۱۹۹۳ء۔
- محمد مسعود احمد ڈاکٹر: حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال، سیال کوٹ، ۱۹۸۰ء۔
- محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات، جلد اول (قلمی) مکتوبہ ۱۱۵۰ھ / ۱۶۹۸ء۔

محمد معصوم، خواجہ: مکتوبات، جلد سوم (قلمی)، مکتوبہ ۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۷ء۔
محمد مکرم احمد، ڈاکٹر مفتی: فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی جائزہ، مطبوعہ،
کراچی ۱۹۹۱ء۔

محمد منظور نعمانی، مولوی: تذکرہ مجدد الف ثانی، مطبوعہ، لکھنؤ، ۱۲۷۸ھ / ۱۹۵۸ء۔

محمد نذیر عرشی، مولانا: مفتاح العلوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۴۴ء۔

محمد ہاشم کشمیری، خواجہ: زبدۃ المقامات، مطبوعہ کانپور، ۱۳۰۷ھ / ۱۹۸۹ء۔

محمد ہاشم خانی خاں: منتخب اللباب (ترجمہ اردو)، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء۔

محمد ہدایت اللہ نقشبندی: درّ الثانی، جلد اول، مطبوعہ، اعظم گڑھ ۱۹۳۹ء۔

محمود حسین: مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات، (مقالہ ایم۔ فل،

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، بھارت)

محمود نظامی: ملفوظات، مطبوعہ لاہور

معین الحق، ڈاکٹر: معاشری و علمی تاریخ، مطبوعہ، کراچی ۱۳۵۸ھ / ۱۹۶۵ء۔

مصطفیٰ رضا خاں، مولانا: مقتل کذب و کید: مطبوعہ بریلی ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء۔

موفق بن احمد: مناقب موفق، جلد اول، مطبوعہ حیدر آباد دکن

مینوکی نکولس: فسانہ سلطنت مغلیہ، مطبوعہ آگرہ، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۱۳ء۔

نذیر نیازی، سید: مکتوبات اقبال، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء۔

نظام الدین: طبقات اکبری، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۱۳ء۔

نظامی بدایونی: قاموس المشاہیر، جلد اول، مطبوعہ، دہلی ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۴ء۔

نور الدین ابو سعید، ڈاکٹر: وحدۃ الوجود اور فلسفہ خودی، مطبوعہ، کراچی ۱۹۶۲ء۔

نور الدین جہانگیر: تزک جہانگیری، مطبوعہ، لکھنؤ

وکیل احمد سکندر پوری: ہدیہ امدیہ، مطبوعہ دہلی ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء۔

دلی الدین محمد بن عبدالخطیب: مشکوٰۃ شریف (ترجمہ اردو)، مطبوعہ لاہور

ولید سلطان: ابتدا نامہ

ہاشمی فرید آبادی: تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت، جلد اول، مطبوعہ کراچی

یوحنا فریڈمین، ڈاکٹر: شیخ احمد سرہندی (انگریزی) مطبوعہ لندن ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء

یوسف سلیم چشتی، پروفیسر: شرح بال جبریل، مطبوعہ لاہور

یوسف سلیم چشتی، پروفیسر: انوار مجددیہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء

رسائل و اخبارات

اردو ادب (علی گڑھ)، شمارہ نمبر ۱، ۱۹۶۲ء

اقبال (لاہور)، شمارہ اپریل ۱۹۵۴ء

اقبال ریویو (کراچی)، شمارہ جولائی ۱۹۶۴ء

اقبال ریویو (کراچی)، شمارہ جنوری ۱۹۶۴ء

اقبال ریویو (کراچی)، شمارہ جنوری ۱۹۶۵ء

ضیائے حرم (لاہور)، شمارہ اپریل ۱۹۷۵ء

معارف (اعظم گڑھ)، فروری ۱۹۶۱ء تا اکتوبر ۱۹۶۲ء

وکیل (امر تسر)، شمارہ ۹ فروری ۱۹۶۶ء

مکاتیب

اے۔ جے۔ آربری، ڈاکٹر۔۔۔۔۔ مکتوب محررہ ۲ فروری ۱۹۶۳ء۔ از کیمبرج (یو۔ کے)

اے جے آربری، ڈاکٹر۔۔۔۔۔ مکتوب محررہ ۲ مئی ۱۹۶۳ء، از کیمبرج

جے۔ ایم۔ ایس۔ بلیان، ڈاکٹر۔۔۔۔۔ مکتوب محررہ ۸ جون ۱۹۶۴ء - از ہالینڈ
 جاوید اقبال، ڈاکٹر۔۔۔۔۔ مکتوب محررہ ۳ اکتوبر ۱۹۶۲ء - از نیویارک (امریکہ)
 عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔۔۔۔۔ مکتوب محررہ ۸ مئی ۱۹۶۳ء - از لندن
 غلام رسول مہر، مولوی۔۔۔۔۔ مکتوب محررہ ۱۳ اپریل ۱۹۶۳ء - از لاہور
 مارین۔ مولے۔۔۔۔۔ مکتوب محررہ ۱۲ اگست ۱۹۶۲ء - از پیرس (فرانس)
 محمد شفیع، ڈاکٹر مولوی،۔۔۔۔۔ مکتوب محررہ ۲۹ ستمبر ۱۹۶۲ء - از لاہور
 یوسف سلیم چشتی، پروفیسر۔۔۔۔۔ مکتوب۔۔۔۔۔ محررہ ۲۶ اپریل ۱۹۶۳ء - از لاہور

English Books

- C.A. Storey Persian Literature. Bio-bibliographical Survey,
 London, 1953
 C. Huart: Les Saints Des Derviches, Paris, 1918-22
 G. Allana: Our Freedom Fighters, Karachi, 1969
 Hafiz Malik: Muslim Nationalism in India and Pakistan,
 Washington, 1963
 H.A.R. Gibb: Muhammadanism — An Historical Survey,
 New York, 1896
 H.A.R. Gibb: Encyclopaedia of Islam, Leiden, vol. I, 1969
 H. Rutter: Der Islam 1940-42
 Ishtiaq Hussain: History of Freedom Movement,
 (Introduction), vol. I, Karachi, 1957
 Ishtiaq Hussain: The Muslim Community of Indo-Pak Sub
 Continent, Haigue, 1962
 I. Hastings: Encyclopaedia of Religions And Ethics, vol.
 XI, New York, 1954
 Jamil Ahmed: Hundred Great Muslims, Lahore
 Muhammad Iqbal: Reconstruction of Religious thought In
 Islam, Lahore, 1962

- Muhammad Iqbal: The Development of Metaphysics In Persia, Lahore
- Muhammad Mujeeb: Indian Muslims, London, 1967
- Muhammad Yasin: A Social History of Islamic India, Lucknow, 1958
- R. A. Nicholson: The Idea of Personality In Sufism, Lahore, 1964
- R. A. Nicholson: The Secret of the Self, Lahore, 1944
- S. Ali Hamadani: *Dhakhira al - Mukuk*, IOL, London, MS. No. 1130
- S. M. Ikram: History of Muslim Civilisation in India and Pakistan, Lahore, 1961
- S. M. Ikram: A Short History of Indo-Pakistan, Karachi, 1960
- S. F. Mahmud: A Short History of Islam, Karachi, 1940
- T. W. Arnold: The Preaching of Islam (1896), Lahore, 1956
- Usha Sanyal: Devotional Islam and Politics In British India, New Delhi, 1996
- Wm. Theodore de Bary: Sources of Indian Traditions, New York, 1959

JOURNALS

- The Muslim World (U.S.A), April, 1962
- Studies In Islam (New Delhi), April 1964



شَاہِ وَلِي اللّٰهِ حَدَّثَ دَهْلَوِي

وقد بلغ امره الى ان لا يحسبها الامور من تقى ولا يبغضها الا فاجر
شقيء

ترجمہ، ان کی جلالت شان یہاں تک پہنچی ہے کہ ان کے متعلق بے خطر کہا جاسکتا ہے
کہ ان سے نہیں محبت کرتا مگر مومن تقی اور نہیں بغض رکھتا مگر فاجر شقیء۔
د شیخ محمد صالح الزواوی نقشبندی الہمدوی المنظہری الہکی: نفائس الصالحات
فی تزییل الباقیات الصالحات، مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۰ھ، ص ۱۳۰۔



ڈاکٹر محمد اقبال

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی سحر پر
اس خاک کے زروں سے ہیں شرمندہ تار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباز
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلع انوار
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ تہ اسرار
جس کے نفس گرم سے ہے گریں حوار
اٹھنے بروقت کیا جس کو خبر دار!

— (بالِ جبریل، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۹ھ / ۱۹۵۹ء، ص ۲۱۱)

7. Publications

- i. Articles and Papers 500
- ii. Books and Treatises 100

8. Circle of Publication

- i. Asia
- ii. Africa
- iii. Europe
- iv. America

9. Languages of Publications

- i. Urdu
- ii. Persian
- iii. Arabic
- iv. English
- v. French
- vi. Hindi
- vii. Sindhi
- viii. Gujrati etc.etc.

10. Special Research Contribution

- i. Encyclopedia of Islam, Punjab University
Lahore Pakistan
- ii. Encyclopaedia of Islam Amman (Jordan)
- iii. Encyclopaedia Islamica, Tehran (Iran)

11. Address

2/17-C, P.E.C.H Society, Karachi (Pakistan)

12. Phone Number : 4552468

13. Fax Number : 92-21-2561574

14. Authors Biographies

- i. Dr.S.M. Arif: Tazkara-i-Mas'ud, Karachi, 1983
- ii. R.B. Mazhari: Jahan-i-Mas'ud, Karachi, 1985
- iii. A. Sattar Tahir: Manzil ba Manzil, Karachi, 1991
- iv. A. Sattar Tahir: Takhassusat-i-Mas'ud-i-Millat,
Lahore, 1994
- v. A. Sattar Tahir: Tidhkar-i-Mas'ud-i-Millat,
Lahore.
- vi. Dr. M.A. Anjum Latif: Dr. Masood Ahmad, Life
and Works, Bihar University, Muzaffarpur
(India), 1997

The Author At A Glance

1. Name

Muhammad Mas'ud Ahmad

2. Qualifications

- i. M.A (Gold Medalist) 1958
- ii. Ph.D 1971

3. Awards

- i. Gold Medal 1958 (by The Chancellor University of Sindh)
- ii. Silver Medal 1958 (by The Vice Chancellor University of Sindh)
- iii. Gold Medal 1990 (by Pakistan Intellectual Forum)
- iv. Gold Medal 1991 (by Riza Research Institute, Karachi)
- Azaz-i-Fazilat* Award 1992 (by The President of Pakistan)

4. Govt Services

- i. Lecturar, 1958-1966
- ii. Asstt Professor, 1966-1978
- iii. Professor, 1978-1992
- iv. Principal, 1970-1991
- v. Additional Secretary Govt of Sindh, 1992

5. Date of Retirement

April 1992

6. Honourary Services

- i. Director of Research, Karachi University, Karachi.
- ii. Director of Research, S.A.L University, Khairpur, Sindh.
- iii. Member Board of Studies University of Sindh

